MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 074533
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

Masood Faisal Jhandir Library

حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

سلسلۂ تصوف نمبر ۴۸

اُردو ترجمہ کتاب

سلک سلوک

از تصنیف لطیف قدوۃ السالکین زُبدۃ العارفین محرم رازخفی وجلی

جناب حضرت شیخ ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب

قومی

بازار کشمیری ——— کوچہ ککے زئیاں

لاہور

نے بصرف زر کثیر اردو بامحاورہ ترجمہ کرا کر

نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں منیجر کے اہتمام سے چھپوایا

قیمت فی جلد ...... ( )

تصوّف کی سراپا رحمت بنظیر قابل دید کتابوں کا سلسلہ

جذب الاصفیا الیٰ فضائل المصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی جناب نبی عربی فداہ روحی امی وابی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر ایک صوفیانہ قرآن و حدیث سے تلخیص مصنف صاحب نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو قرآن احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان عظام سے ثابت کیا ہے صوفیان صفا کیش اس کو حرز جاں بنائیں اور سعادت دارین حاصل کریں۔ قیمت ۔ سہر

القول المقبول فی علم غیب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی جناب نبی عربی فداہ روحی امی وابی صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر ایک محققانہ اور مصدقانہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثبوت مصنف صاحب نے اس بات کو نہایت عمدہ اور واضح طور پر قرآن و احادیث و اقوال بزرگان عظام سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت کو علم غیب حاصل تھا۔ قیمت ۶ر

عین الفقر

یہ کتاب مجموعہ اسرار الٰہی عاشقوں کی جان صادقوں کا ایمان حضرت سلطان باہو قادری قدس سرہٗ العزیز کی اعلےٰ تصنیفات سے ہے۔ اس میں مصنّف علیہ الرحمۃ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تصوف کو درج فرمایا ہے علم تصوف کے شائق اسے جلد خرید کر سعادت دارین حاصل کریں۔ قیمت .. .. عہر

مجالستہ النبی

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف لطیف سے ہے جس کا نہایت سلیس اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی حضرت نے نہایت عمدگی سے بعض مسائل تصوف کو نہایت خوبی سے بیان فرما کر طالبان خدا اور عاشقان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ قیمت ۲ر

گنج الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف سے تصوف میں بے مثل رسالہ ہے جس کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

حجت الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف سے ہے اور طالبان مولیٰ کی خاطر اس کا بھی فارسی سے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

کلید التوحید

یہ رسالہ سراپا برکت حضرت سلطان باہو کی تصنیف میں سے ہے مصنّف علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ کی نسبت دیباچہ میں دعوےٰ کیا ہے کہ یہ گنجینہ اسرار الٰہی بحکم خدا و الہام اور منظوریٔ جناب سرور کائنات لکھا گیا ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام کلید التوحید رکھا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

اردو ترجمہ مکتوبات میر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ طالبان راہ حقیقت کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶ر

اردو ترجمہ چہل حدیث

یہ کتاب چہل حدیث مطبوعہ مصر کا اردو ترجمہ ہے۔ مؤلف علیہ الرحمۃ نے ہر ایک حدیث کا نہایت وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ بزرگان عظام و اصحاب کبار جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس خوبی سے کیا ہے کہ پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر ہمارا یہ کہنا غلط نکلے تو ہم حلف پر کتاب واپس لینے کے ذمہ وار ہیں۔ قیمت .. .. عہر

اُرْدُوْ ترجمہ کتاب

سِلکِ سلوک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ تعریف کہ اُس کا خوشبُودار عطرِ اولیاء کے ارواح کو معطر کرے اُس احد کو ہے کہ جس کے اولیاء کو اُس کے سوا اَور کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ اُن کو میرے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اور وہ تعریف کہ اُس کے بخور کی نسیم سے پرہیزگاروں کے جسم خوشبودار ہوتے ہیں اُس پروردگار کو ہے۔ کہ اُس کے فقراء کی اُس کے سوا اَور کوئی نوازش نہیں کر سکتا اَلْفُقَرَآءُ الصَّابِرِیْنَ جُلَسَآءُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط یعنی صابر فقراء قیامت کے دن خدائے بزرگ و بلند کے ہمنشین ہونگے۔ ؎

آنکہ درویشی ازو نمد خواہد — گرچہ شاہ است ازو مدد خواہد

وہ ایسا ہے کہ درویشی بھی اُس سے نمدہ طلب کرتی ہے۔ اور اگر بادشاہ ہے تو بھی اُس سے مدد چاہتا وہ ایسا دینے والا ہے۔ کہ اُس کی عام بخشش مفلس فقیروں کو ابدی خو

دے سکتی ہے۔ مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَتْرُكْ دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا لَّمْ یُدْخَلِ الْجَنَّۃَ قَبْلَہٗ غَنِیٌّ مِّنْ اَحَدٍ" (جو شخص مر جائے اور کوئی درم اور دینار ترکہ نہ چھوڑے۔ تو کوئی غنی بھی اُس سے پہلے بہشت میں نہ جائیگا)۔ اور ایسا بخشنے والا ہے۔ کہ اُس کی وسیع نعمتیں بے زر مسکینوں کو ہمیشہ رہنے والے دفینے عنایت کر سکتی ہے۔ جب لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ فقر کیا چیز ہے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا "خِزَانَۃٌ مِّنْ خَزَآئِنِ اللّٰہِ تَعَالٰی" یعنی فقیر الٰہی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ؎

خاتمِ فقر را نگینہ ازو + مُلکِ درویش را خزینہ ازو

فقیر کی انگوٹھی کا نگینہ اُسی سے ہے + اور درویش کے ملک کا خزانہ اُسی سے ہے

تَبَارَكَ الَّذِیْ مُصَرِّفُ اللّٰہُ الْاُمُوْرَ تَدْبِیْرُہٗ وَمُسَہِّلُ الْعَسِیْرِ تَیْسِیْرُہٗ وَمُحْسِنُ الْخَلْقِ تَصْوِیْرُہٗ وَبَاسِطُ الرِّزْقِ تَقْدِیْرُہٗ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ" (پاک ہے وہ ذات جس کی تدبیر تمام کاموں میں تصرف کرتی ہے۔ اور اُس کی عنایتوں سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ اُس کی تصویر سے مخلوق مزین ہوتی ہے۔ اور اُس کی تقدیر رزق پھیلاتی ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے ویسا ہی حکم کرتا ہے۔ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر ایک پر حاضر و ناظر ہے) ؎

داشتہ عرش و فرش تدبیرش + شاہ و درویش تحتِ تقدیرش

اُس کی تدبیر سے عرش و فرش قائم ہیں + اور شاہ و گدا اُس کی تقدیر کے ماتحت ہیں

اکیزہ سلاموں کا تحفہ اُس فقر شعار غنی پر ہو جو فقر کو دولتمندی پر ترجیح دے سا

تَدْخُلُ فُقَرَآءُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِخَمْسِیْنَ مِائَۃَ عَامٍ۔

تت۔ کہ فقیر غنیوں سے پانچہزار سال پہلے بہشت میں داخل ہونگے

اور عمدہ درودوں کا ہدیہ اُس شخص پر ہو جس کا لباس ہی قوم ہے - اور مسکینی کو تونگری پر فضیلت دے سکتا ہے - اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ (اے بار خدایا مجھے بحالت حیات و ممات و آخرت میں مساکین کے زمرہ میں [illegible] رکھ) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُطِرَتْ فِیْ فَمِیْ قَطْرَۃٌ [illegible] عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (میرے منہ میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا جس سے گزشتہ [illegible] اور آئندہ تمام علوم کی واقفیت ہو گئی) ۔ ٥

از ہمہ خلق پیش دانستہ ✣ فقر را فخر خویش دانستہ

(سب خلقت سے پہلے ہی معلوم کیا ✣ اور فقر کو اپنا فخر جانا)

اَرْسَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عِنْدَ وَتُوْرِ الْحَقِّ وَخُمُوْلِہٖ وَظُھُوْرِ الْبَاطِلِ وَشُمُوْلِہٖ فَشَیَّدَ اللّٰہُ مِنَ الْحَقِّ قَوَاعِدَہٗ وَھَدَمَ مِنَ الْبَاطِلِ اَوْتَادَہٗ فَاَصْبَحَ اَھْلُ الدِّیْنِ بِعِصَمِ اللّٰہِ لَائِذِیْنَ وَبِحُرْمَتِہٖ عَائِذِیْنَ وَبِاَوَامِرِہٖ اٰخِذِیْنَ وَلِمَا نَھَاھُمْ عَنْہُ فَائِزِیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔" (اللہ تعالےٰ نے آپ کو اُس وقت بھیجا جب حق مٹ چکا تھا - پس اللہ تعالےٰ نے حق سے اس کے قواعد کو مضبوط کیا - اور باطل سے اس کے خیمے کو گرا دیا - پس اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے اہل دین نرم ہوئے اور آپ کی حرمت سے پناہ لینے والے ہوئے - اور اُس کے حکموں کو ماننے والے - اور وہ تمام فائز ہوئے - ان سب پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہو) ۔ ٥

ذروۂ عرش [illegible] وست ✣ نخشبی پس روئے شریعت اوست

(عرش کی بلندی اسی کے وسیلہ سے ہے ✣ اور نخشبی اُس کی شریعت کا پیرو ہے)

اِس دینی ترتیب کی تالیف اور یقینی ترکیب کی تصنیف کی کیفیّت اور اس کا نام سلکِ سلوک رکھنے کے بیان میں

اس آبدار سلک کا خزانچی اور اِس پائدار ملک کا مالک یعنی ضیاءُ الدین نخشبی رَزَقَ اللہُ الحُسنیٰ وَاَعطَاہُ مَا تَمَنّیٰ (... سے نیک رزق اور برکت و یمن عنایت فرماوے) - جن کا خیال ... ... کے اوقات کے متعلق رہتا ہے - اور جس کی صورت ہر حال ... ... ن کے دل کی پیاس میں رہتی ہے - یوں عرض پرداز ہے - کہ توحید ... ... کے علم کے بعد کوئی علم علمِ سلوک سے بڑھکر شریف نہیں - پر ... پڑھانے کے فن کے بعد کوئی فن فنِ ریاضت سے بڑھکر ممتاز نہیں - البتہ علم سلوک ایک ایسا پیش رو ہے - جو جہالت کی راہ کے مڑکر دیکھنے والوں کو دینی مقصد کی طرف لیجاتا ہے - اور فنِ ریاضت ایک ایسا پیچھے سے ہانکنے والا ہے - کہ گمراہی کے جنگل کے تھکے ماندوں کو یقینی منزل پر پُہنچا دیتا ہے - ۵

مردم از نفسِ جموحی سادہ بہ ✤ نفس سرکش را ریاضت دادہ بہ

سرکش نفس رکھنے کی نسبت انسان کا سادہ ہی ہونا بہتر ہے ✤ اور سرکش نفس کو ریاضت میں لگائے رکھنا ہی بہتر ہے

چونکہ علم سلوک کی رعایت کرنے میں ایک خاص امر مطلوب ہے - اور اس کے اختیار کرنے میں ایک دل پسند شغل ہے - اِس لئے اِس علم کی چند چیدہ باتیں لکھی گئیں اور بابوں اور فصلوں کی ترتیب درمیان سے نکالی گئی ہے - اِس واسطے کہ ایسے کلام میں اس کلام کی نسبت زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے - جس میں باب اور فصلیں ہوں - کیونکہ پڑھنے والے کو ایسے کلام میں باب کے شروع سے لیکر اخیر تک ایک ہی قسم کا لطف حاصل ہوتا ہے - لیکن موجودہ ترتیب کے موافق ہر مقدمہ میں ایک خاص ذوق حاصل ہوتا ہے - اور ہر قول میں ایک لذت

موجودہ ترتیب ... ایک لطیفہ ... ہو جائے اس میں قسم قسم کے میوے
اور طرح طرح کے ... ہوتے ... ب سے ... کلام لطیفے کی مانند ہوتا ہے
کہ اس میں ایک خاص قسم کے ... وم ہے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے
کھانے والے کو اس بقعے میں د... م کا شہ زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے

۵ بیا اے زیرک و دانائے ... بلک مستثنائے عالم
(آ اے جہان کے دانا اور عقلمند ... یسا بلکہ جہان سے مستثنے ہے)

توئی چوں بُلبلِ باغِ معانی ✤ ... ئے تر زن تا توانی
(تو معنوں کے باغ کی بُلبل کی مانند ہے ✤ ... جہانتک تجھ سے ہو سکے تو عمدہ گیت گا)

درین باغِ اِرم آثار بنگر ✤ ہزاراں غنچہ بیخار بنگر
(اِس بہشتی باغ میں نشانات دیکھ ✤ اور ... روں بے کانٹے کے پھول دیکھ)

بسے گل بیں شگفتہ چوں چراغے ✤ کہ دارد جہاں زین تازہ باغے
(بہت سے پھول چراغ کی طرح پھولے ہوئے دیکھ ✤ جہان میں اس سے زیادہ تازہ باغ کون رکھتا ہے)

ہزاراں میوہ چوں حلوائے بے دُود ✤ بدوں شاخے و برگے گشتہ موجود
(اس میں ہزاروں میوے حلوائے بے دود کی طرح ہیں ✤ اور بغیر کسی شاخ اور پتے کے موجود ہیں)

کسے کو را رطب باید بخروار ✤ درآ گو اندرین باغِ اِرم وار
(جس شخص کو گونوں کھ... ریں چاہئیں ✤ اُسے کہو کہ اس بہشت جیسے باغ میں آئے)

زہر بابے درو میوہ است صد نوع ✤ حلالش باد پیوستہ بخور کو
(ہر ایک باب میں صدہا قسم کے میوے موجود ہیں ✤ جو کھانا چاہے اُس پر ہمیشہ کے لئے حلال ہیں)

بصد شان نزل پر کردیم خواں را ✤ صلائے عام در دادیم جہاں را
(سو قسم کے کھانوں سے ہم نے دستر خوان کو پر کیا ہے ✤ اور جہان کو عام طور پر مدعو کیا ہے)

درون مدخل بدہ تا دل نکاہد ✤ شکم واری بخور گوہر کہ خواہد

(تو اندر آ جا تاکہ دل کمزور نہ ہوتا ہے۔ جیـ[illegible] قسم کے [illegible] ہتک ہے پیٹ بھر گیا)

گوارا باد نُزلِ ما بجائے بوی وا[illegible] انیز با[illegible]ر مانے

(ہمارا ماحضر جان کو بھلا معلوم ہو علاوہ [illegible]ی کے سبب خلقت ہمیں کچھ دُرباد رکھے)

متذکرہ بالا قسم کے کلام نسبت [illegible] اشخاص کو ہوتا ہے۔ جو خود صاحب شوق اور عشق ہوں۔ اس واسطے [illegible] سے کیا کام۔ علاوہ ازیں عاشق اپنے کلام کو اگرچہ ظاہر میں مرتب [illegible] یعنی اصلی ترتیب کو ضرور مدِ نظر رکھتا ہے یعنے ایسی کوئی بات بیان نہیں کرتا [illegible]یں معشوق سے انکار پایا جائے۔ بندہ نے بھی اگرچہ اس میں بابوں اور فصلوں کی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا۔ لیکن یہاں پر جو اصلی ترتیب تھی۔ اس کو پورے طور پر مدِ نظر رکھا ہے۔ یعنی ایسی بات ہرگز نہیں لکھی جو سلوک سے باہر ہو۔ اہلِ علم کے جوہری جانتے ہیں۔ کہ اس قسم کا موتی کسی ڈبیا میں نہ ہوگی۔ اور اس قسم کا لعل کسی لڑی میں نہ پایا جائیگا۔ ع

گوہرے کآں زکانِ ما باشد ÷ آں ہمہ در دُکانِ ما باشد

وہ موتی جو ہماری کان کا ہوگا ÷ وہ سب ہماری دُکان میں ہوگا

اور ان آبدار موتیوں اور چمکدار جواہرات کو ایکسو اکاون (۱۵۱) لڑیوں میں پرو کر اس مجموعے کا نام **سلک السلوک** رکھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ قطعہ

نخشبی گرچہ مردِ درویش ست ÷ لیک زین گونہ ملکہا دارد

(نخشبی اگرچہ ایک درویش مرد ہے ÷ لیکن اس قسم کے اُس کے پاس بہت سے ملک ہیں)

گر توانگر بخوانمش شاید ÷ اینکہ از دُر سلکہا دارد

(اگر میں اُسے دولتمند کہوں تو بجا ہے ÷ کیونکہ اُس کے پاس موتیوں کی کئی لڑیاں ہیں)

اور کتاب کا آغاز اور سلک کا بیان جیسا کہ اس امانت رکھی ہوئی ڈبیا میں ہے عقل اور سمجھ سے سُن ÷

قطعہ نقشبندی از ہنر نہ مفلس … دفتر ملکہائے خود بگشاء

(اے نقشبندی تو ہنر میں مفلس نہیں … اپنے ملک کے دفتر کو کھول)

عالمی را بہ بخشش … حقۂ سلکہائے خود بگشاء

(اپنی لڑیوں کی ڈبیا کو کھول … اور جہان کو زینت عنایت کر)

سالک - باریک بینوں کی رائے روشن اور محققوں کے ذہن منور پر یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ ہر علم کی کچھ اصطلاحیں ہوتی ہیں - جب تک کسی کو اس علم کی اصطلاحوں کی پوری واقفیت حاصل نہ ہو - وہ پورے طور پر اُس علم کی باریکیوں اور حقیقتوں سے واقف نہیں ہو سکتا - اب آپ کو واضح رہے - کہ علمِ طریقت کی ایک اصطلاح توبہ ہے - وَالتَّوْبَةُ اَصْلُ كُلِّ مَقَامٍ وَمِفْتَاحُ كُلِّ حَالٍ وَهِيَ اَوَّلُ الْمَقَامَاتِ وَهِيَ بِمُشَابَةِ الْاَرْضِ لِلْبِنَاءِ فَمَنْ لَا اَرْضَ لَا بِنَاءَ لَهُ وَمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ وَلَا حَالَ لَهُ وَلَا مَقَامَ لَهُ -

(اور توبہ ہر ایک مقام کا اصل ہے - اور ہر ایک حال کی چابی ہے - اور وہ مقامات کا ابتدا ہے - اس کی مثال ایسی ہے - جیسی عمارت کے لئے زمین پس جس کی زمین ہی نہیں - اُس کی عمارت کیا ہوگی - اسی طرح جس کی توبہ نہیں - نہ اُس کا کوئی حال ہے اور نہ مقام) ❊

چونکہ توبہ کل مقامات کا اصل ہے - اِس لئے جو شخص صاحب مقامات ہونا چاہے - اُسے لازم ہے کہ پہلے توبہ کی دُلھن کی زلف ہاتھ میں لائے - اور توبہ کرنے والے پر واجب ہے - کہ گناہ کو توبہ کے بعد ایسا ہی دشمن خیال کرے - جیسا کہ توبہ سے پہلے اُسے دوست رکھتا تھا - یحییٰ بن معاذؓ نے فرمایا کہ ذِلَّةٌ وَاحِدَةٌ لِلتَّائِبِ بَعْدَ التَّوْبَةِ اَقْبَحُ مِنْ سَبْعِيْنَ ذِلَّةً قَبْلَهَا یعنی توبہ کرنے والے کے واسطے توبہ کے بعد ایک ذلّت توبہ سے پہلے کی ستر

ذلّتوں کے برابر ہے" اور توبہ ہر وقت میں عمدہ ہے۔ خواہ جوانی کی حالت میں ہو۔ خواہ بڑھاپے کی حالت میں کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مرد نے بڑھاپے میں توبہ کی۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ تو نے توبہ میں جلدی بھی کی ہے اور دیر بھی۔ دیر کا یہ مطلب ہے۔ کہ تو نے بڑھاپے تک اُسے دیر میں رکھا۔ اور جلدی کا یہ مطلب ہے کہ مرنے سے پہلے تو نے توبہ کی +

اے میرے عزیز! جو شخص توبہ نہیں کرتا اور گناہ کی آلودگی چھوڑ کر مغفرت حاصل کرنی چاہتا ہے اور رحمت الٰہی کے عطر سے معطّر ہونا چاہتا ہے۔ وہ بالکل ایسے شخص کی مانند ہے۔ جو حلق تک نجاست میں پھنسا ہو۔ اور اُسی نجس حالت میں عطّار کی دوکان پر جا [illegible] جائے۔ اور کہے کہ اے عطّار تیرے پاس کچھ عطر ہے۔ کہ میرے سر اور پاؤں کو معطّر کرے۔ عطّار کہتا ہے۔ کہ میرے پاس عطر تو ہے۔ لیکن تیری وہ شکل ہی کہاں ہے۔ جو اِس عطر کو استعمال کر سکے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ تاکہ میں اِس عطر کا مستحق ہو جاؤں۔ عطّار کہتا ہے۔ پہلے جا کر صابون اور تولیہ خرید اور پھر حمام میں جا کر اپنے بدن اور کپڑوں کو اِس آلودگی سے صاف کر اور پھر میرے پاس آ۔ تاکہ تو میرے عطر کا مستحق ہو جائے۔ اے عزیز! سنو سنو؟ اِسی طرح سالک بھی جب مغفرت کے عطر کا طالب بنے۔ تو اُسے بھی پہلے اشتیاہ کا تولیہ اور ندامت کا صابن حاصل کرے۔ اور پھر خوف اور ڈر کے حمام میں جا کر اپنے بدن کو اُس آلودگی سے اچھی طرح صاف کرے۔ اور پھر توبہ اور حیا کے پانی سے اپنے سر اور پاؤں کو عمدہ طور سے دھوئے۔ اور وفا کی پگڑی سر پر رکھے۔ اور اخلاص کا لباس پہنے۔ جب وہ اپنے تئیں اِس طرح کریگا۔ تو اُس کی یہ کیفیت ثابت ہو گی۔ "طَيَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَلْبَهٗ بِطِیْب

بِسَائِفِ الْهِدَايَتِ وَنَسَايِمِ نَافُوْرِ الْعِنَايَتِ، ثُمَّ اَجْلَسَهٗ عَلٰى سَرِيْرِ الْوِدَادِ مُتَرَبِّعًا وَعَلٰى نَمَارِقِ الْقُرْبِ مُتَّكِيًا۔" (معطر کیا اللہ تعالےٰ نے اس کے دل کو نافۂ ہدایت کی خوشبو سے۔ اور کافور عنایت کی بادِ صبا سے۔ پھر اُس کو محبت کی کرسی پر چوکڑی مار کر بیٹھلا دیا۔ اور قُرب کے فرش پر تکیہ لگا دیا) +

سُنو سُنو!۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شریعت اور طریقت کے دریا کے ... تھے۔ جب آپ کو وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا تو آپ ... کیا" کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا"؟ آپ نے فرمایا "خدا نے مجھے سُنہری کرسی پر بیٹھلایا اور تازہ تازہ موتی مجھ پر نثار کئے"۔

قطعہ۔ نخشبی ہر کہ نقد توبہ نیافت | تا ندانی او ز شہر ... بُرد
(اے نخشبی جس نے توبہ کی نقدی حاصل کی | خبردار تو بھی جانیو کہ وہ ایک دمڑی نہیں لیگیا)
چہ تواں بروزیں مقام لیک | ہر کہ یا توبہ رفت ... بُرد
(اس دُنیا سے کیا لے جاسکتے ہیں۔ لیکن | جو شخص توبہ ہمراہ لیگیا وہ کچھ لے گیا)

سلک ۲۔ آپ کو واضح رہے کہ اس علم کی ایک اصطلاح مقام بفتح میم ہے "وَمَقَامُ كُلِّ وَاحِدٍ مَوْضِعُ اِقَامَتِهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَقَامِ وَسُمِّيَ مَقَامًا لِثُبُوْتِهٖ وَاسْتِقْرَارِهٖ فَقَدْ يَكُوْنُ الشَّيْءُ بِعَيْنِهٖ حَالًا ثُمَّ يَصِيْرُ مَقَامًا۔" (ہر ایک کا مقام اُس کے ٹھیرنے کی جگہ ہے۔ اُس مقام کے پاس اور بسبب ٹھیرنے اور استقرار کے اس مقام میں اس کا نام مقام تو کہا جاتا ہے یکسا شئے کی بعینہٖ کو حال کہتے ہیں۔ اور پھر وہی مقام بن جاتا ہے سب احوال اور مقامات کا قول ہے۔ کہ سالک کے لئے جو چیز حال ہے۔ بعد میں وہی حال مقام بن جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے اپنے نفس کے محاسبہ کی خواہش پیدا ہو۔ تو اُس محاسبۂ نفس کہینگے۔ اور جب یہ

آہستہ آہستہ قہر نفس میں تبدیل ہو جائیگا - تو وہ محاسبے کا مالک ہو جائیگا۔ اور اسی محاسبہ کی خواہش کو مقام کہینگے - اور مراقبہ اور مشاہدہ وغیرہ کے حال کا مقام ہو جانا بھی یہی مطلب رکھتا ہے - اب واضح رہے - کہ مقامات محدود ہیں اس لئے کہ مکاسب اور مقامات کا حکم محدود ہے +

سنو! سنو!! - طریقت کے مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو طریقت میں صاحب مقامات ہیں - اُنہوں نے طریقت میں ۱۰۰ سَو درجے مقرر کئے ہیں اور ۱۷ سترواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے - اُنہیں ۱۰۰ سَو مراتب میں اگر سالک بغیر پروں کے ہوا میں اُڑے یا بغیر قدم کے آسمانوں پر چلا جائے - تو اُسی پر مغرور نہ ہو جائے - کیونکہ یہ ۱۷ سترھواں مرتبہ ہی کافی نہیں - اس واسطے کہ اگر اسی ۱۷ سترویں پر راضی ہو جائیگا - تو باقی ۸۳ تراسی مرتبوں کو کب طے کر سکیگا - اور سالک ایک مقام سے دوسرے مقام پر نہیں پہنچ سکتا - جب تک کہ ایک مقام کے حقوق کو اچھی طرح بجا نہ لائے "فَاَمَّا مَنْ لَا قِنَاعَتَ لَهُ لَا يَصِحُّ لَهُ التَّوَكُّلُ وَ لَا تَوَكُّلَ لَهُ لَا يَصِحُّ لَهُ التَّسْلِيمُ" (پس جس میں قناعت نہیں اُس کا توکل ہی نہیں - اور جس میں توکل نہیں اُس کی تسلیم درست نہیں) +

قطعہ

تخشبی خیمہ یک مقام مزن	بخدا اندریں نمونہ رسند
(اے ایک ہی مقام پر خیمہ نہ لگا دے	اس طریقہ سے خدا تک نہیں پہنچ سکتے)
اگر بروں نائیند	بمقام دِگر چگونہ رسند
(اگر ایک سے باہر نہ آئینگے	تو دوسرے مقام میں کس طرح پہنچینگے)

سالک - جانے - کہ اس علم کی ایک اصطلاح حال ہے "وَالْحَالُ مَا يَرِدُ عَلَى الْقَلْبِ مِنْ فَرَحٍ اَوْ حُزْنٍ اَوْ بَسْطٍ اَوْ قَبْضٍ وَالْحَالُ يُسَمّٰى حَالًا لِتَحَوُّلِهِ" (اور حال ایک حالت ہے - جو دل پر بسبب خوشی یا غم یا قبض یا بسط

کے طاری ہوتی ہے۔ اور بسبب تغیر ہو جانے کے اِس کا نام حالت رکھا گیا ہے) +

ریاضت کے میدان کے شہسوار فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے ایمان توبہ۔ زہد اور ہمیشہ کی عبودیّت کے گھوڑے پر پورے طور پر اختیار حاصل کر لیا اُس نے تمام احوال اور مقامات حاصل کر لئے۔ اِن چار ولایتوں (ایمان۔ توبہ زہد وغیرہ) نے چار چیزوں کی مدد بغیر قابو نہیں پا سکتے۔ اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ کم بولنا۔ کم کھانا۔ کم سونا۔ اور آدمیوں سے علیحدہ رہنا۔ اب یہ جاننا چاہئے۔ کہ سلوک میں ایک کو صاحب وقت کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو صاحب حال اور تیسرے کو صاحب انفاس۔ اِن میں سے صاحب وقت مبتدی ہوتا ہے۔ اور صاحب احوال دونو کے بین بین اور صاحب انفاس منتہی ہوتا ہے۔ اور احوال محدود نہیں۔ اِس واسطے کہ احوال خدا کی عنایت کردہ ہیں۔ اور عنایت شدہ چیزیں محدود نہیں ہوتیں +

سُنو! سُنو!!۔ بعض صاحب احوال غم کے حال میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دفعہ ایک صاحب حال کو حیرانی کے مقام میں بیٹھا ہوا دیکھکر اُس سے پوچھا۔ کہ تو اس قدر حیران کیوں ہے اُس نے کہا ؛ کہ جو کچھ حال کی نقدی میرے پاس موجود تھی۔ میرے وقت کے کیسہ سے نکال لے گئے ہیں۔ اب میں اُس کی طلب میں حیران ہوں ؛ کچھ مدّت کے بعد پھر میں نے اُسے اُسی جگہ دیکھا۔ لیکن پہلے کی نسبت زیادہ حیران تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو اب کس لئے حیران ہے۔ اُس نے کہا ؛ میرے حال کا دھاگہ جو ہاتھ سے نکل چُکا تھا وہ اب پھر میرے ہاتھ آ گیا ہے اب میں اُس کی ذمہ واری میں حیران ہوں ؛ وہ بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے تعجب

معلوم نہ ہوا - کہ دونو حالتوں میں سے کونسی زیادہ سخت ہے - آیا حالت فقدان (گم ہونا) یا حالت وجدان (پالینا) - البتہ وہ سکر جو محبت کے سبب پیدا ہو - اُس کی رفافت دیدار سے ہوتی ہے - لیکن وہ سکر جو دیدار سے حاصل ہو - اُس کی بابت کیا معلوم کہ اِس کا افاقہ کس بات سے ہو سکتا ہے +

اے میرے عزیز! مواہب غیبی ہوتے ہیں - اِن کا ذوق قلم کے ذریعے ظاہر کرنا ناممکن ہے - چنانچہ کہا گیا ہے - کہ مقامات حاصل کر د[illegible]تے ہیں - اور احوال عنایت شدہ +

قطعہ

نخشبی حال خوش طلب ہمہ حال ... ایں علامت نشان بے عیبی است

(اے نخشبی ہر حالت میں اچھا حال طلب کر ... یہ بے عیبی کی علامت ہے)

حال از کسب کسب نتواں کرد ... حالِ خوش از مواہب غیبی است

(حال حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا ... کیونکہ اچھا حال غیبی عطیہ ہے -)

سِلک - جاننا چاہئے - کہ اِس علم کی ایک اصطلاح وجد ہے "وَالْوَجْدُ مَا یَرِدُ عَلَی الْقَلْبِ بِلَا تَکَلُّفٍ" (اور وجد وہ ہے - جو دل پر بلا تکلف عارض ہو) - اہلِ معرفت کا قول ہے - کہ "اَلْوَجْدُ سِرٌّ فِی الْقَلْبِ لَا یُطَّلِعُ عَلَیْہِ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ" (وجد ایک دلی بھید ہے - جس کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا) اور بعض کی یہ رائے ہے - کہ "اَلْوَجْدُ وَارِدُ الْحَقِّ اِذَا جَاءَ یُزْعِجُ الْقُلُوْبَ اِلَی الْحَقِّ" (وجد ایک الٰہی داد ہے - جب دِل میں آتا ہے - تو دل کو خدا کی طرف ہلاتا ہے) - ایک مرتبہ ایک صاحب وقت یحیٰی معاذؓ کی مجلس میں آیا - اُس مجلس کا کلام سُننے سے وجد میں آیا - اور اُسے بڑی سخت بے قراری ہوئی - مجلس میں سے ایک شخص نے اُسے کہا - کہ یہ کیا؟ اُس نے کہا "کَلَامُ الرَّبَّانِیَّۃِ ھَیَّجَتْ سِرُّ الْوَحْدَانِیَّۃِ فَتَغَیَّبَتْ صِفَتُ الْاِنْسَانِیَّۃِ

وَ ظَهَرَتْ اَحْکَامُ الرَّحْمٰنِیَّۃِ۔" (کلام ربانی نے سرّ وحدانیت کو ہلایا پس انسانی صفت غائب ہوگئی اور رحمانی احکام ظاہر ہوئے) ✤

اے عزیز من! وجد ایک ایسی حالت ہے۔ کہ صاحب وجد میں حرکات ظاہری گم ہو جاتی ہیں۔ اور باطن میں کئی ہزار زندہ ہو جاتی ہیں۔ کہ اُن کی اُس حالت میں رُوح جُدا ہو گئی ہو کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ وعظ کر رہے تھے۔ کہ اُس کے سُننے سے ایک صاحب کو وجد طاری ہوا۔ اُس نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب کچھ افاقہ ہوا۔ تو اُس بزرگ نے فرمایا کہ جس حالت میں تو تھا اُس میں دِل پھاڑتے ہیں نہ کہ کپڑے۔ کتابی نے کہا ہے " اَلْوَجْدُ اَوَّلُہٗ حُلْوٌ وَّ اَوْسَطُہٗ مُرٌّ وَّ اٰخِرُہٗ سُقْمٌ۔" (وجد کا ابتدا شیریں اور وسط کڑوا اور انجام بیماری ہے) ✤

سُنو! سُنو! مہتر ایُّوب علیہ السلام جب تک صحت کے لباس سے عاری تھے۔ آپ وجد کے لباس سے ملبوس تھے۔ اور جب صحت کے لباس سے ملبوس ہوئے۔ تو وجد کے لباس سے عاری ہو گئے۔ پھر آپ نے فریاد کی۔ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ " (مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ تو بڑا رحیم ہے۔) **قطعہ**

نخشبی وجد تیغ تیز شمر	تا بدانی کہ وجد سر بازیست
(اے نخشبی وجد کو تیز تلوار خیال کر	تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وجد درحقیقت سر پر کھیلنا ہے)
سرِ خود خود کسے نینداز د	وجد را ایک ہنر سر اندازیست
(اپنا سر آپ کوئی نہیں جھکاتا	وجد کا ایک ہنر سر کا جھکانا ہے)

سِلک ۵ - جاننا چاہئے۔ کہ اِس علم کی ایک اصطلاح تواجد ہے " وَ التَّوَاجُدُ اِسْتِدْعَاءُ الْوَجْدِ عَنْ نَفْسٍ لَیْسَ لِصَاحِبِہٖ کَمَالُ الْوَجْدِ۔" (تواجد کے معنے طلب وجد کے ہیں۔ جبکہ صاحب وجد کو کمال وجد نہ ہو) کیونکہ تفاعلت

اور تفاعل کے باب کے معنوں میں زیادہ تر اظہار ایسی صفت کا ہوتا ہے۔ جو اُس میں نہ ہو۔ جیسا کہ تمارض (جان بوجھکر بہ تکلف مریض بننا) اور تجاہل (جان بوجھ کر بہ تکلف جاہل بننا)۔ وجد اُس حال کو کہتے ہیں جو بلا تکلف ظاہر ہو۔ اور تواجد وہ حالت ہے۔ کہ تواجد والا تکلف سے وہ حالت ظاہر کرے۔ اور اِن دونو حالتوں یعنی وجد اور تواجد میں بہت بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ لَیْسَ التَّکَحُّلُ فِی الْعَیْنِ کَالْکُحْلُ" (آنکھ میں بہ تکلف سُرمہ ڈالنا۔ خود بخود آنکھ میں سُرمہ ہونے کی طرح نہیں)۔ فقر ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ اُس میں جس شخص میں کوئی نیک صفت ہو اُس کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ تو عزیز من جس شخص میں وہ صفت ہی نہ ہو۔ اُس کا ظاہر کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اِس لئے بعض درویشوں کو ملامتی کہتے ہیں۔ اور ملامتی وہ گروہ فقیروں کا ہے۔ جو نہ اپنی نیکی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور نہ اپنی شرارت کو پوشیدہ رکھتے ہیں +

سُنو! سُنو!! اِس سے پہلے وہ لوگ تھے۔ جو ذوق۔ شوق۔ طاعت اور عبادتوں سے پورے طور پر واقف تھے۔ اور اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتے تھے کہ گویا اُن کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور آج کل ایسے لوگ ہیں۔ کہ اُن کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتے ہیں۔ کہ سب کچھ جانتے ہیں +

قطعہ

نخشبی ہرچہ در تو نیست ازاں ہیچ چیزے بہ از تغافل نیست

(اے نخشبی جو کچھ تجھ میں نہیں ہے اُس کی نسبت جان بوجھکر غفلت کرنے سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں)

ہمہ معنی شوند دعوے زانکہ وجد در سینہ چوں تواجد نیست

(تمام معنے دعوے ہی دعوے نہیں اسواسطے کہ سینہ میں وجد تواجد کی طرح نہیں ہے)

سلک۔ جاننا چاہئے۔ کہ اِس عِلم کی ایک اصطلاح قبض اور بسط ہے۔ وَھُمَا حَالَانِ یُشْبِہَانِ الْخَوْفَ وَالرَّجَاءَ (اور وہ دو حالتیں ہیں جو ڈر اور اُمید

کے مشابہ ہیں۔) یعنی منتہی کے لئے قبض اور بسط ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ مُبتدی کے لئے خوف اور اُمید۔ اگرچہ بعض کی رائے میں قبض اور بسط کا مرتبہ خوف اور امید کی نسبت زیادہ ہے۔ لیکن بعض کہتے ہیں "اَلْقَبْضُ یَتَوَلَّدُ مِنَ الْخَوْفِ وَالْبَسْطُ یَتَوَلَّدُ مِنَ الرَّجَاءِ" (قبض خوف سے پیدا ہوتی ہے اور بسط امید سے)۔

اور صاحبانِ فقر اور ریاضت کہتے ہیں۔ کہ "حَالَتُ الْقَبْضِ حَالَتُ الْاِفْتِقَارِ وَحَالَتُ الْبَسْطِ حَالَتُ الْاِفْتِخَارِ" (قبض کی حالت حالتِ احتیاج ہے اور بسط کی حالت حالتِ افتخار ہے)۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قبض سے مراد رزق کی تنگی اور بسط سے مراد رزق کی فراخی ہے۔ اور بعضوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ افتقار سے مراد دنیا کا نگاہ رکھنا اور بسط سے مراد اس کا ترک کرنا ہے۔

جب آدمی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ تو اُس کی مُٹھی بند ہوتی ہے اور جب مرتا ہے۔ تو کھلی ہوتی ہے۔ پس ممکن ہے کہ حالت ولادت میں اُنگلیاں بند ہونے سے مُراد دُنیا کا نگاہ رکھنا اور حالت وفات میں انگلیوں کے کھلا ہونے سے مُراد دُنیا کا چھوڑ دینا ہو۔

اے عزیز من! پس قبض اور بسط غیبی ارادت ہے۔ صاحبِ قبض اور بسط کو ان کے سبب معلوم نہیں ہو سکتے۔ قطعہ

نخشبی گہ خوش است و گہ ناخوش	خوشی و ناخوشی بعمد انے
(نخشبی کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی ناخوش	یہ خوشی اور ناخوشی جان بوجھکر نہیں کرتا بلکہ)
ویں ز تاثیر قبض و بسط بود	سبب قبض و بسط پیدا نے
(یہ قبض اور بسط کی تاثیر سے ہوتی ہے	لیکن قبض اور بسط کا سبب ظاہر نہیں ہوتا)

سلوک۔ جاننا چاہئے کہ اس علم کی ایک اصطلاح عِلْمُ الْیَقِیْنِ۔ عَیْنُ الْیَقِیْنِ اور حَقُّ الْیَقِیْنِ ہے۔ "فَعِلْمُ الْیَقِیْنِ مَا کَانَ مِنْ طَرِیْقِ النَّظَرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ وَ

عَیْنُ الْیَقِیْنِ مَاکَانَ مِنَ الْکُشُوْفِ وَالنَّوَالِ وَحَقُّ الْیَقِیْنِ مَاکَانَ بِتَحْقِیْقِ الْاِنْفِصَالِ عَنْ لَوْنِ الضَّلَالِ وَقِیْلَ عِلْمُ الْیَقِیْنِ لِلْاَوْلِیَاءِ وَعَیْنُ الْیَقِیْنِ لِخَوَاصِ الْاَوْلِیَاءِ وَحَقُّ الْیَقِیْنِ الْاَنْبِیَاءِ" (علم الیقین وہ علم ہے۔ جو طریق فکر اور دلائل سے ہو اور عین الیقین وہ علم ہے۔ جو کشف اور عطیہ ربانی سے ہو۔ اور حق الیقین وہ علم ہے۔ جو رنگِ گمراہیت سے تحقیق انفصال کے ذریعہ سے ہو۔ اور بعض کے نزدیک علم الیقین اولیاء کا ہے۔ اور عین الیقین اولیائے خاصہ کا اور حق الیقین پیغمبروں کا) +

ایک اور اصطلاح اِس علم کی محاضرہ اور مشاہدہ اور مکاشفہ ہے محاضرہ صاحب تلوین (گوناگون کرنا) کا حق ہے۔ اور نیز صاحب علم الیقین کا۔ اور مشاہدہ صاحب تمکین کا حق ہے۔ اور نیز صاحب حق الیقین کا۔ اور مکاشفہ ایک ایسا امر ہے۔ جو صاحب تلوین اور صاحب تمکین کے بین بین ہے۔ اور نیز صاحب عین الیقین کے بھی +

ایک اور اصلاح اِس علم کی ہیبت اور اُنس ہے "وَھُمَا یُشْبِھَانِ الْقَبْضَ وَالْبَسْطَ" (اور یہ دونو قبض اور بسط کے مشابہ ہیں۔) جُنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اَلْاُنْسُ اِرْتِفَاعُ الْحِشْمَۃِ مَعَ وُجُوْدِ الْھَیْبَۃِ" (دبدبے کا باوجود ہیبت کے اُٹھ جانا)۔ اور رومیم کا قول ہے "اَلْاُنْسُ اَنْ یَتَوَحَّشَ مِنْ غَیْرِ حَتّٰی مِنْ نَفْسِہٖ اِلٰی اَنِیْسٍ" (انس کے یہ معنے ہیں کہ محبوب کی طرف جانے میں غیر سے نفرت کرے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی)۔ ہیبت کی دولت سے بعضوں نے اُنس سے اَنِسْ (محبت کرنے والا) کا کام یہاں تک پہنچایا ہے۔ کہ خلقت سے اُن کو اس قدر نفرت ہوگئی ہے۔ کہ اپنے تئیں بھی اپنی رُکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ البتہ بہشت اور دوزخ کے پیدا کرنے والے

کی نعمتوں میں سے ایک نعمت دوزخ ہے - اِس واسطے کہ دوزخ کے خوف سے بہت سی خلقت بہشتی ہو جاتی ہے - اور ہیبت کا حق پوشیدہ کرنا ہے - اور انس کا حق ظاہر کرنا +

قطعہ

نخشبی تا ہیبت و اُنسی	نیستت از حضور و غیبت
(اے نخشبی جبتک تو ہیبت اور اُنس میں ہے	تب تک اُس کے حضور سے غائب نہیں ہوگا)
ہیبت از اُنس و اُنس از ہیبت	ہر یکے از یکے شریف تر است
(ہیبت اُنس کی نسبت اور اُنس ہیبت کی نسبت +	ہر ایک ایک دوسرے سے زیادہ بزرگ ہے)

سلک - جاننا چاہیئے کہ اِس علم کی ایک اصطلاح **لوایح** و **لوامع** اور **طوالع** ہے "فَاللَّوَائِحُ کَالْبَرْقِ یَظْهَرُ وَالطَّوَالِعُ اَبْقٰی وَقْتًا وَاَقْوٰی سُلْطَانًا وَاَدْوَمُ مَکْثًا" (پس لوایح بجلی کی طرح ظاہر ہوتے ہیں - اور طوالع دیرپا اور قوی ہمت اور ہمیشہ ٹھیرنے والے ہوتے ہیں) - اور بعض کے نزدیک طوارق - بوارق بوادی - طوالع - لوامع اور لوایح یہ سب الفاظ ابتداءِ احوال میں قریب المعنے ہیں +

اور ایک اور اصطلاح اِس علم کی غیبت اور حضور ہے "فَالْغَیْبَۃُ اَنْ یَّغِیْبَ الْقَلْبُ مِنْ اَحْوَالِ الدُّنْیَا وَالْحُضُوْرُ اَنْ یَّحْضُرَ بِاَحْوَالِ الْعُقْبٰی" (پس غیبت کیا ہے؟ دِل کا احوال دُنیا سے غیب ہونا - اور حضور کیا ہے؟ احوالِ اُخروی پر ظاہر ہونا -) بعضوں کا قول ہے - کہ غیبت بمنزلہ سُکر ہے اور حضور بمنزلہ صحو +

عزیز من! ظاہری عالم میں جو کچھ دوست کے حضور میں ہوتا ہے - وہ غیبت میں نہیں ہوتا - اَنَا فِیْمَا نَحْنُ فِیْہِ (جو کچھ ہے اُس میں ہم ہیں) جو حضور میں ہوا وہ غیبت میں پڑا - یعنی جو شخص دوست کے حضور میں ہوا - وہ اپنے حضور سے دُور رہا - البتہ جبتک کوئی اپنے آپ سے غیبت نہ کرے - وہ دوست سے حضور نہیں

ہو سکتا۔ غائب کو غائب سے اور حاضر کو حاضر سے بہت پاتے ہیں۔ لیکن یہاں غائب حاضر سے کام رکھتا ہے۔ یا حاضر غائب سے +

اگر اپنے وجود سے غائب ہے۔ تو دوست سے حاضر ہے۔ اور اگر اپنے وجود سے حاضر ہے تو دوست سے غائب ہے۔ یا اُسے باغ بہشت کا گلدستہ بنائینگے یا دوزخ کے آتشکدہ کا ایندھن۔ نہ اُس کو دوزخ کی گرمی۔ نہ اُس کو بہشت کی تر و تازگی۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حسینؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما سجدہ میں تھے۔ اور اپنے آپ سے اِس طرح غائب اور خدا میں حاضر تھے۔ کہ گھر کی ساری دیوار گر پڑی۔ لیکن آپ نے وقت سے پہلے سر سجدہ سے نہ اُٹھایا۔ یہ بھی آپ نے شاید سُنا ہوگا۔ کہ ایک دفعہ ایک حاضر درویش نماز میں اپنے آپ سے اِس قدر بے خبر تھا۔ کہ ایک شخص نے اُسے بہت سی آوازیں دیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا۔ تو اُس شخص نے از راہ تعجب یوں گفتگو شروع کی۔ کہ میں نے اِس قدر آوازیں دیں۔ لیکن تو نے بالکل نہ سُنیں۔ درویش نے کہا۔ صاحب! اگر کوئی شخص نماز میں کسی کی فریاد نہ سُنے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ کوئی شخص نماز میں کسی کی فریاد کو سُنے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "طُوبٰی لِمَنْ غَابَ فِیْ حَضْرَتِہٖ وَحَضَرَ فِیْ غَیْبَتِہٖ" (کیا ہی خوشی ہے واسطے اُس شخص کے جو غائب ہوا اُس کی حضور میں اور حاضر ہوا اُس کی غیبت میں)۔ **قطعہ**

نخشبی غائبانِ حاضر کو	کے چنین بختِ ہر کسے باشد
(اے نخشبی خدا میں حاضر اور اپنے سے غائب کہاں ہیں	ایسے نصیب ہر شخص کے کہاں ہوتے ہیں)
ہر کہ از حسّ خود برون آید	غائب و حاضر آں کسے باشد
(جو شخص اپنی حِس سے بے خبر ہو جائے	وہ شخص غائب اور حاضر ہوتا ہے)

سلک ۹ - جاننا چاہئے - کہ اِس عِلم کی ایک اصطلاح **محو اور اثبات** ہے " فَالْمَحْوُ رَفْعُ اَوْصَافُ الْعَادَةِ وَالْاِثْبَاتُ اِقَامَتُ اَحْکَامُ الْعِبَادَةِ " (پس محو سے مراد اپنی عادت کے اوصاف کو دُور کرنا ہے - اور اثبات سے مراد عبادت کے احکام کو بجالانا) - اور محو کے تین طریقے ہیں - ظاہری ذِلّت کو محو کرنا - دِل سے غفلت کو دُور کرنا - اسرار سے عِلّت کا محو کرنا +

اِس علم کی ایک اَور اصطلاح **فنا اور بقا** ہے " فَالْفَنَاءُ سُقُوطُ اَوْصَافِ الْمَذْمُوْمَةِ وَالْبَقَاءُ ثُبُوْتُ نِعْمَتِ الْمَحْمُوْدَةِ " (فنا سے مراد بُرے اوصاف کا دُور کرنا ہے - اور بقا سے مراد عُمدہ نعمتوں کا حاصل کرنا) - اور بعض کہتے ہیں " کہ اَلْفَنَاءُ صِفَتُ الْکَوْنِ وَمَا کَانَ لِاَجْلِ الْکَوْنِ وَالْبَقَاءُ صِفَتُ الْمُکَوِّنِ وَمَا لِاَجْلِ الْمُکَوِّنِ " (فنا " کون " کی صِفت ہے - اور جو کُچھ ' کون ' کے لئے ہے - اور بقا ' مکوّن ' (ہستی میں لانیوالا) کی صفت ہے - اور جو کُچھ ' مکوّن ' کے لئے ہے) اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے " کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ " (جو چیز اُس پر ہے فنا ہونے والی ہے) - یعنی تکون " وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ " (اور باقی رہے گا تیرے پروردگار کا چہرہ) یعنی مکوّن (ہستی میں لانے والا) اور مخلصوں کے اعمال بقا میں ہی داخل ہیں - اِس واسطے کہ وہ مکوِن (ہستی میں لانے والے) کے لئے ہیں - اور ریاکاروں کے اعمال فنا میں داخل ہیں - کیونکہ وہ مکون (ہستی میں آیا ہوا یعنے دُنیا) کے لئے ہوتے ہیں +

آدمیوں کی دو قسمیں ہیں - ایک فرقے کی کوشش شہوتوں کو فنا کرنے اور عبادتوں کو باقی رکھنے کے لئے ہوتی ہے - اور یہی اصلی مطلوب اور مقصود ہے اور دوسرے فرقے کی کوشش عبادتوں کے فنا کرنے اور شہوتوں کے باقی رکھنے میں ہوتی ہے - خدا اُن سے پناہ دے +

فانی اُس شخص کو کہتے ہیں - کہ اُس کو اپنے نفس میں کسی قسم کی لذت باقی نہ رہی ہو - اور نفس کو اُس سے کچھ حاصل ہو سکے - جب کوئی شخص اس طریق پر فانی ہو جاتا ہے - کہ نہ نفس کو اُس سے کچھ حاصل ہو۔ اور نہ اُس کو نفسانی لذت باقی رہے - تو وہ بقاء حاصل کر لیتا ہے - اور کہتے ہیں کہ جہالت کی فنا علم کی بقا سے ہے - اور غفلت کی فنا ذکر کی بقا سے - گنہگاری کی فنا طاعت کی بقاء سے ہے - اور شک کی فنا یقین کی بقا سے - اور رغبت کی فنا زہد کی بقاء سے - اور حرص کی فنا قناعت کی بقا سے - اور بخل کی فنا سخاوت کی بقا سے - اور ناشکری کی فنا شکر کی بقا سے اور گریہ وزاری کی فنا صبر کی بقا سے - اور سختی کی فنا رضا کی بقاء سے - اور پیٹ بھر کر کھانے کی فنا بھوک کی بقاء سے - اور ریاء کی فنا اخلاص کی بقا سے - اور جھوٹ کی فنا سچ کی بقا سے - اور تکبر کی فناء تواضع کی بقا سے حاصل ہوتی ہے - اور ماسوائے اللہ کی فنا حق کے ساتھ پورے طور پر بقاء رکھنے سے میسر ہوتی ہے +

قطعہ نخشبی در فنا بقاست ہمہ — نیست باہست ہم وثاق شد

(اے نخشبی فنا ہی میں بقاء ہے — اور نیست ہست کے ساتھ مربوط ہے)

ہر کہ کُلی زخویش فانی گشت — او تمامی بدوست باقی شد

(جو شخص بالکل اپنے آپ سے فانی ہو گیا — وہ پورے طور پر دوست سے باقی ہو گیا)

سلک ۱ - جاننا چاہئے - کہ اس علم کی ایک اصطلاح **صحو** اور **سکر** ہے -

فَالسُّکْرُ اِسْتِیْلَاءُ سُلْطَانِ الْحَالِ وَالصَّحْوُ الْعَوْدُ اِلٰی تَرْتِیْبِ الْاَفْعَالِ وَ السُّکْرُ لِاَرْبَابِ الْقُلُوْبِ وَالصَّحْوُ لِلْمُکَاشِفِیْنَ بِحَقَائِقِ الْغُیُوْبِ "

(پس سکر کیا ہے ؟ بادشاہِ حال کا غلبہ پانا - اور صحو کیا ہے ؟ افعال کی ترتیب کی طرف لوٹنا - اور سکر صاحب دل کے لئے ہوتا ہے - اور صحو صاحب کشف کو

عیوب کے حقائق معلوم کرنے کے لئے) +

اِس علم کی ایک اور اصطلاح جمع اور تفرقہ ہے "فَالجَمعُ مَا اجتَمَعَ عَلَیہِ العُلَمَآءُ وَالتَّفرِقَۃُ مَا اختَلَفُوا فِیہِ" (جمع وہ ہے جس پر علماء کا اتفاق ہو۔ اور تفرقہ وہ ہے جس میں علماء کا اختلاف رائے ہو)۔ اللہ تعالےٰ کے اِس قول "وَاللّٰہُ یَدعُوا اِلیٰ دَارِ السَّلَامِ" کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ دار السلام سے مراد جمع ہے۔ اور اللہ کے اِس قول "یَھدِی مَن یَّشَآءُ" کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ اِس سے مراد تفرقہ ہے۔ خواجہ ابو سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں جمع بے تفرقہ حاصل تھی۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ "اَلجَمعُ ھُوَ اَن یَّکُونَ العَبدُ فَانِیًا مِن نَفسِہٖ وَیَرَی الاَشیَآءَ کُلَّھَا بِہٖ وَلَا لَہٗ وَاِلَیہِ وَمِنہُ وَالتَّفرِقَۃُ اَن یَّنظُرَ اِلَی الکَونِ" (جمع کا یہ مطلب ہے۔ کہ انسان اپنے نفس کو فنا کرے۔ اور تمام چیزوں کو اسی سے دیکھے نہ اس کے واسطے اور نہ اُس کی طرف اور نہ اُس سے۔ اور تفرقہ یہ ہے کہ موجودات کی طرف دیکھے)۔ اور بعض کے نزدیک جمع کا یہ مطلب ہے۔ کہ بندہ کو خدا کی طرف سے ہو۔ اور تفرقہ وہ ہے۔ جو اپنی کمائی ہوئی ہو۔ انسان کے لئے جمع اور تفرقہ دونو ضروری ہیں۔ کیونکہ جسے تفرقہ نہیں اُسے عبودیت نہیں۔ اور جسے جمع نہیں اُسے معرفت نہیں۔ خواجہ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ (خدا اُن کی خوابگاہ کو منوّر کرے) فرمایا کرتے تھے۔ "اَلجَمعُ بِالحَقِّ تَفَرُّقٌ مِن غَیرِہٖ" (خدا کے غیر سے تفرقہ رکھنا ہی خدا کے ساتھ جمع رکھنا ہے) +

اے عزیز من! جو کسی میں مشغول ہے۔ اسے تفرقہ نصیب ہوتا ہے۔ لیکن جو اُس (خدا) میں مشغول ہے۔ اُسے جمع نصیب ہوتی ہے۔ اور کہتے

ہیں۔کہ جمع سے مراد متفرقات کا جمع کرنا ہے۔اور تفرقات سے مراد مجموعات کا تفرقہ ہے۔ **قطعہ**

نخشبی برجمع خود ز تفرقہ داں | کرم شب تاب کار شمع کند
(اے نخشبی اپنی جمع کو تو تفرقہ کے سبب جان | یہاں جگنوں شمع کا کام دیتا ہے)
ہم ز دوزخ بہشت دست آید | تفرقہ باطن از تو جمع کند
(دوزخ سے ہی بہشت حاصل ہوتا ہے | تفرقہ ہی باطن کو تجھ سے جمع کرتا ہے)

سلک ۱۱۔جاننا چاہیئے۔کہ اس علم کی ایک اصطلاح **تلوین اور تمکین** ہے فَالتَّلْوِیْنُ لِاَرْبَابِ الْاَحْوَالِ وَالتَّمْکِیْنُ صِفَتُ اَصْحٰبِ الْحَقَائِقِ۔(صاحب حال کو تلوین حاصل ہوتی ہے۔اور تمکین صاحب حقائق کی صفت ہے)۔یعنے سالک جب تک مقامات کے طے کرنے میں مشغول رہتا ہے۔اُسے صاحب تلوین کہتے ہیں۔اور جب مقامات طے کرکے اپنی منزل مقصود پر پہنچکر قرار پکڑتا ہے۔تو اُسے صاحب تمکین کہتے ہیں۔اور بعض کی یہ رائے ہے۔کہ بساط پہ وہی خوشی حاصل کرسکتا ہے۔جسے قلب سلیم حاصل ہو۔

سُنو!سُنو!! ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔کہ قلب سلیم کسے کہتے ہیں۔اُس نے کہا۔کہ قلب سلیم اُس دِل کو کہتے ہیں۔جو بیس[۲۰] خصلتوں سے پُر ہو۔اور بیس[۲۰] ہی خصلتوں سے خالی ہو۔حسب ذیل بیس[۲۰] خصلتوں سے خالی ہونا چاہیئے۔شرک[۱]۔نفاق[۲]۔عداوت[۳]۔رغبت[۴]۔حرص[۵]۔شک[۶]۔جہالت[۷]۔ضد[۸]۔تکبر[۹]۔علاقہ[۱۰]۔طمع[۱۱]۔امید[۱۲]۔گریہ زاری[۱۳]۔خود پسندی[۱۴]۔بخل[۱۵]۔ناامیدی[۱۶]۔امن[۱۷]۔حسد[۱۸]۔بدگمانی[۱۹]۔نسیان[۲۰]۔اور مندرجہ ذیل بیس[۲۰] عادتوں سے پُر ہونا چاہیئے۔توحید[۱]۔اخلاص[۲]۔نصیحت[۳]۔زہد[۴]۔محبت[۵]۔قناعت[۶]۔یقین[۷]۔علم[۸]۔تفویض[۹]۔انسان[۱۰] سے ناامیدی۔امیدوں[۱۱] کا کم کرنا۔صبر[۱۲]۔منع کی ہوئی چیزوں[۱۳] کی یاد۔احسان[۱۴] کا

ترک کرنا۔ سخاوت[15]۔ توبہ[16]۔ تواضع[17]۔ خوف[18]۔ امید[19]۔ بھوک[20] اور نیک گمانی[21]۔ اور
اللہ تعالیٰ کی یاد[22] اور محبت[23]۔

قطعہ۔ تخشی کارِ کارِ تمکین است — این نصیحت زمن بگوش پذیر
(اے تخشی تمکین کا کام ہی کام ہے — یہ میری نصیحت سُنکر قبول کر۔)
ور تو خواہی بدین جناب رسی — بیست خصلت گزار و بیست بگیر
(اور اگر تو چاہے کہ اس درگاہ میں پُہنچ جائے — تو بیس[20] خصلتوں کو چھوڑ اور بیس[20] کو اختیار کر)

سلوک[12]۔ جاننا چاہئے۔ کہ اِس علم کی ایک اصطلاح زبان حال ہے۔ اور زبانِ حال بہ نسبت زبانِ قال کے زیادہ گویا ہوتی ہے۔ وہ گروہ جن کی نظر عبرت ہے۔ اور اُن کا کلام سب فکر ہی ہے۔ اکثر حالتوں میں بغیر زبان کے گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب حال سفید کاغذ پر سیاہ نقش دیکھکر زبان حال سے اُسے پوچھتا ہے "کہ اے کاغذ تو نے اپنا چہرہ کیوں سیاہ کیا ہے۔ شاید یہ سارا ظلم کاغذی کا ہے۔ کہ جس نے پہلے تجھے کوٹا۔ اور اِس کے بعد تجھے ڈبائے رکھا۔ اور پھر دیوار پر مار کر تیرا بند بند جُدا کیا" اُس کے جواب میں کاغذ کہتا ہے "اگرچہ کاغذی نے مجھے اِس قدر کوٹا۔ لیکن یہ سعادت صرف اُسی کی بدولت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ کہ مَیں دیوان میں رہنے کے لائق بن گیا ہوں۔ اور کوئی دفتر مجھ بغیر کامل نہیں ہوتا۔ اور مجھ بغیر سارے محرر کس کام کے ہیں" پھر پوچھتا ہے۔ "کہ شاید یہ جلد ساز کے ظلم و تعدی کے باعث تیری یہ حالت ہو۔ کہ اُس نے تجھے شکنجے میں دبایا ہے اور تجھ پر پتھر رکھا ہے۔ اور تجھے بازاروں میں ٹکڑے کرتا ہے۔ اور دو دستہ تادار سے تیرے اجزاء کو کاٹا ہے" کاغذ کہتا ہیں ایک کو سالک
خواجہ یہ ظلم نہ تو کاغذی نے کیا ہے۔ اور نہ جلد ساز نے۔
کیا ہے۔ اِس کی کیفیت سیاہی سے پوچھو" پھر وہ ... سالک وہ ہے۔ جو اس

کہ "اے سیاہی! تو ایک اعلےٰ خاندان کی ہے۔ اور تو نے چراغ کا دھوأں کھایا ہے۔ اور سیاہ پوش ہوگئی ہے۔ اور اپنے آپ کو صوفی کہلاتی ہے۔ یہ تو نے کیا بے رُخی کی۔ کہ کاغذ کو سیاہ کردیا" سیاہی کہتی ہے "اے خواجہ جب سے مَیں نے سیاہی فروش سے سزا پائی۔ مَیں نے دوات کے گوشے میں اپنی جگہ بنا لی تھی۔ اور ایک مضبوط قلعہ اپنے گرد بنایا تھا۔ اور نیّت یہ کی تھی۔ کہ اس کے بعد اپنا سیاہ چہرہ کسی کو نہ دکھلاؤنگی۔ مجھے قلم نے میرے گوشے سے اِس کام کے لئے لکڑی کے زخم سے نکالا ہے۔ یہ بات قلم سے پوچھو" پھر وہ قلم سے جاکر پوچھتا ہے "اے قلم! جس کے سر پر نون والقلم وما یسطرون کا تاج رکھا ہو۔ اور جس نے۔ اَلسَّیْفُ وَالْقَلَمْ کا بالاپوش پہنا ہو۔ وہ صوفی کو کس طرح رنج پُہنچا سکتا ہے۔ اور سیاہ پوش کو کِس طرح لکڑی کا زخم کرسکتا ہے" قلم کہتا ہے "اے خواجہ! مَیں تو ندی کے کنارے قیام میں تھا۔ اور مَیں نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس صوفی سے زبان درازی کروں۔ لیکن اِس مہم کے لئے ہاتھ نے مجھے تلوار سے کاٹا۔ اور میرا سر اور پاؤں کاٹکر میری زبان کھولدی۔ اس لئے ملامت کا موجب ہاتھ ہے۔ نہ کہ مَیں" پھر وہ ہاتھ سے جاکر پوچھتا ہے "اے ہاتھ! یہ کیا زبردستی ہے۔ جو تو نے قلم پر کی۔ کیا جس کے ہاتھ میں ملک کی انگوٹھی ہو۔ اُسے ایسے کمزور کے ساتھ جو جنگل میں ہر وقت قیام کی حالت میں کھڑا رہے ایسی زبردستی کرنی جائز ہے۔ اور کیا کوئی ایسا کرسکتا ہے۔ جیسا تو نے تکبر ہے" ہاتھ کہتا ہے "اے خواجہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ مَیں گوشت اور بدگمانی[۱۹]۔ ہے۔ اور گوشت اور پوست کو یہ طاقت نہیں کہ خود حرکت کرسکے۔ نصیحت[۳۰]۔ زہت[۱۹] نے فرمایا ہے" پھر وہ جاکر قدرت سے پوچھتا ہے۔ ناامیدی۔ امید[۱۱] دل ت ہے۔ جو ہاتھ پر آزمائی ہے۔ اور اِس قسم کے کانٹے

دوسروں کے ہاتھ کھجواتی ہے" قدرت کہتی ہے "میں مجبور ہوں - یہ ارادت سے جا کر پوچھئے" پھر وہ جا کر ارادت سے پوچھتا ہے "اے ارادت! مجھے یہ امید نہ تھی - کہ تجھ جیسے شخص سے اِس قسم کی حرکت سرزد ہو - یہ کیا کام ہے کہ قدرت کے لئے تو ایسے کاموں کے بارے میں باعث ہوتی ہے" ارادت کہتی ہے "کیا تجھے معلوم نہیں؟ کہ جب تک علم اور عقل کا حُکم نہیں ہوتا تب تک کوئی کام ظہور میں نہیں آتا" پھر وہ جا کر عقل سے پوچھتا ہے "اے علم و عقل! سب تم سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں - یہ کیا فعل ہے - کہ تم نے ارادت کو اس کی ترغیب دی ہے" علم اور عقل کہتے ہیں "کہ اے خواجہ! کیا آپ کو معلوم نہیں - کہ عقل اور علم کا مقام دِل ہے - جب تک دِل نہ کرے - ہم سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا" پھر وہ دل کو کہتا ہے "اے دِل! تو سارے اعضاء کا ئیں اور سارے اجزاء کا بادشاہ ہے - اور بادشاہ سے ایسے کام کی امید ہرگز نہیں ہو سکتی - یہ کیا کام ہے - کہ تو نے عقل اور علم کو اس پر آمادہ کیا ہے" دِل کہتا ہے "اے سلیم القلب! کیا تجھے معلوم نہیں - کہ دلوں کے پھیرنے والا اور ہی ہے یعنے اللہ تعالےٰ" قطعہ

نخشبی را خدائے بخشندہ	دادہ پُر از کرم زبان مقال
(نخشبی کو بخشنے والے خدا نے	کرم کی بھری ہوئی زبانِ مقال عنایت کی ہے)
بر کرم صد کرم زیادت کرد	داد اورا چنین لسان الحال
(ایک کرم پر سو کرم اور زیادہ کئے	اس کو ایسی زبانِ حال عطا کی)

سلک ۱۳ - جاننا چاہئے - کہ سالک جب تک معرفت کی راہ طے کرتا ہے - وہ کمالیت کا امیدوار ہوتا ہے - اصطلاح علم سلوک میں ایک کو سالک دوسرے کو واقف اور تیسرے کو راجع کہتے ہیں - سالک وہ ہے - جو اس

راہ کو بطور ہمیشگی کے طے کرے - اگر اِس کام میں کچھ وقفہ پڑ جائے - تو اُسے واقف کہتے ہیں - اور اگر جلدی ہی اِس کا تدارک نہ کرے - اور اِس وقفہ کو رجوع کے نزدیک نہ کرے - تو اِس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ راجع ہو جائے - اور اِس راہ کی لغزش سات قسم کی ہوتی ہے - اور وہ حسب ذیل ہیں - اِعراض - (روگردانی) حجاب (پردہ) - تفاصل (جدائی) - سلب مزید (زیادتی کا چھین لینا) - سلب قدیم (پہلی چیز کا چھین لینا) - تسلی اور عداوت - اِس کی مثال ایسی ہے - جیسے کہ عاشق اور معشوق ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہوں - اِس اثنائے میں اگر عاشق سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے - جو معشوق کو ناپسند ہو - اور وہ اُس سے اِعراض کرے - یعنی مُنہ پھیر لے - اگر عاشق جلدی ہی معافی مانگ لے - تو وہ تھوڑی سی روگردانی جو معشوق سے ظاہر ہوئی تھی - دُور ہو جاتی ہے - اور محبت کا کام اپنی اصلی حالت پر چلتا جاتا ہے - لیکن اگر عاشق اپنی خطا پر ضد کرے - تو وہی اعراض حجاب ہو جاتا ہے - اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو وہی حجاب تفاصل میں تبدیل ہو جاتا ہے - اور اگر اُس سے بھی معافی نہ مانگے - تو جُدائی سلب مزید کا سبب ہو جاتی ہے یعنے جو زیادتی اُسے حاصل ہو - اُس سے اُس کی عبادت اور طاعت کا ذوق چھین لیتے ہیں اور اگر پھر بھی معافی نہ مانگے - تو وہی سلب مزید سلب قدیم ہو جاتا ہے یعنی وہ راحت اور طاعت جو سلب مزید سے پہلے اُسے حاصل تھی - وہ بھی اُس سے واپس لی جاتی ہے - اور اگر اب بھی معافی کا خواستگار نہ ہو - تو وہ سلب قدیم تسلی میں مبدل ہو جاتا ہے - اور تسلی کا یہ مطلب ہے - کہ معشوق کا دل عاشق کی جدائی میں قرار پکڑ جاتا ہے - اور اگر اُس کی نسبت بھی معافی نہ مانگے - تو وہ تسلی عداوت ہو جاتی ہے - یعنی وہ سب کچھ دشمنی سے بدل ہو جاتا ہے

نعوذ باللہ من ذٰلک - قطعہ

نخشبی دوستی عجب کاریست سر تسلیم ہم جدل گردد +

(اے نخشبی دوستی بڑا عجیب کام ہے کہ اس میں سر تسلیم بھی لڑائی میں بدل جاتا ہے)

سر مُو فروگذاشت کنی ہمہ در دشمنی بدل گردد +

(اگر بال بھر بھی کوتاہی کی جائے تو سب کچھ دشمنی میں بدل جاتا ہے)

رسالہ [۱۴] - جاننا چاہیئے کہ انسان سے جو اصلی عادت کے برخلاف ظاہر ہوتا ہے - ان سب کو اس علم کے رُو سے چار قسم پر منقسم کیا ہے - پہلے معجزہ - دوسری کرامت - تیسری معونت اور چوتھی استدراج - معجزہ پیغمبروں کا حق ہے - کہ ان کو علم بھی کامل نصیب ہوتا ہے - اور نیز عمل بھی - اور کرامت اولیاء کے لئے مخصوص ہے - کیونکہ اِن کا علم اور عمل بھی کامل ہوتا ہے - اور معونت یہ ہے کہ بعض مجنونوں کی یہ حالت ہوتی ہے - کہ اُن کو نہ علم ہوتا ہے - نہ عمل - پھر بھی کبھی کبھی خرق عادت کے طور پر کوئی چیز ظہور میں آتی ہے - اور استدراج یہ ہے - کہ بعض ایسے لوگ ہیں - کہ اُن کا ایمان ہرگز نہیں ہوتا - لیکن اُن سے کسی وقت کوئی چیز اصلی قاعدہ کے برخلاف دیکھنے میں آتی ہے - جیساکہ جادو ٹونہ وغیرہ +

اے عزیز! سوائے صاحب استدراج جس پر نظر پڑے - اُس کو اپنے سے بہتر خیال کرنا چاہیئے - اگرچہ دیکھنے والا خدا کا مطیع ہو - اور جس کو دیکھا جائے - وہ گنہگار ہو - اِس واسطے ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والے کی وہ طاعت آخری طاعت ہو - اور جس کو دیکھا جائے اُس کی وہ خطا آخری خطا ہو +

سُنو! سُنو!! خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں - جب میں اپنی یاد میں ہوتا تو جس پر میری نگاہ پڑتی - اُس کو اپنی نسبت بہتر خیال کرتا تھا - مگر ایک روز

اپنے تئیں ایک شخص کی نسبت اچھا خیال کیا - اُس حالت میں بھی میں نے اُس سے مُنہ کی کھائی - اور یہ ایسا اتفاق ہؤا - کہ ایک روز میں نے حبشی کو دیکھا - جو پانی کے کنارے بیٹھا ہؤا تھا - اور شراب کا مشکیزہ اپنے سامنے رکھا ہے - اور ایک عورت اپنے پہلو میں بٹھائی ہوئی ہے - اور بار بار اُسی مشکیزہ سے کچھ نکالکر پیتا ہے - میرے دل میں خیال آیا - کہ اگر تمام جہان بھی مُجھ سے اچھا ہو - تو بھی میں اِس حبشی سے تو بہتر ہوں - کیونکہ میں اس طرح کبھی نہیں بیٹھا - کہ شراب سامنے اور عورت بغل میں ہو - اسی اثناے میں ایک کشتی دریا کے اندر غرق ہونی شروع ہوئی - اور اُس کشتی میں سات آدمی تھے - حبشی یہ دیکھکر فوراً دریا میں کود پڑا - اور چھ آدمیوں کو نکال لایا - اور پھر مجھے مخاطب کرکے کہا "اے حسن! چھ آدمیوں کو میں نے نکالا ہے - اگر تو مجھ سے بہتر ہے - تو اُس ایک کو تو نکال - قطعہ

نخشبی ہیچ نیست خود بینی | از دوا ہا بروں است علّت آں
(اے نخشبی خود بینی کچھ نہیں | یہ بیماری لاعلاج ہے +)
ہر کہ در خود بدید در ساعت | خورد از دستِ ہر کسے لت آں
(جس نے ایک گھڑی بھر بھی اپنی طرف دیکھا | اُس نے ہر شخص سے لات کھائی)

سلک ۱۵ - جاننا چاہیئے - کہ انسان میں ایک **نفس شہوانی** ہوتا ہے - اور اس کی سیر ملکوت الفنا میں ہوتی ہے - اور دوسرا رُوح نورانی - جس کی سیر ملکوت البقاء میں اور تیسرا قلب ربّانی جس کی سیر ملکوت اللقاء میں ہوتی ہے نفس دُنیا کا مُرید ہوتا ہے - اور اُس کی رغبت بھی اُسی کی طرف ہوتی ہے - اور رُوح آخرت کا مرید ہوتا ہے - اور اُس کی رغبت بھی اُسی کی طرف ہوتی ہے اور دِل مولا کا مرید ہوتا ہے - اور اُس کا میلان بھی اسی کی طرف ہوتا ہے +

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے چاہا کہ دُنیا چھوڑ دوں۔ اور آخرت کی مضبوط رسّی پکڑوں۔ اور خداوند تعالیٰ کی طرف لوٹ جاؤں۔ تو میں نے اپنے نفس۔ روح اور دل کو حاضر کیا۔ پہلے میں نے نفس سے پوچھا۔ کہ اے نفس! میں چاہتا ہوں کہ دُنیا اور اُس کی لذّتوں کو چھوڑ دوں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کروں۔ کیا تجھ سے ہو سکتا ہے؟ کہ اس معاملے میں تو میری مدد کرے۔ نفس نے جواب دیا "مجھ سے نہیں ہو سکتا"۔ میں نے پوچھا "کیوں۔ کس واسطے"؟ اُس نے کہا "اللہ تعالےٰ نے مجھے زمینی اجزاء سے پیدا کیا ہے۔ اِس لئے مجھے دُنیاوی لذّتیں ضروری چاہئیں۔ اور میں بغیر نعمتوں کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ میرا باقی رہنا یا فنا ہو جانا دنیاوی لذّتوں کے باقی رہنے یا فنا ہونے پر منحصر ہے"۔ جب میں نے نفس سے یہ بات سُنی۔ تو میں رُوح کی طرف مخاطب ہو کر بولا "اے روح! میں چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کروں۔ لیکن بہشت کی نعمتوں کی خواہش کے لئے نہیں۔ بلکہ محض اللہ تعالےٰ کے لئے۔ کیا تو اِس کام میں میری یار ہو سکتی ہے"؟ اُس نے کہا "نہیں مجھ سے نہیں ہو سکتا"۔ میں نے پوچھا "آخر اِس کا سبب"؟ اُس نے کہا "اللہ تعالےٰ نے مجھے آخرت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے مَیں اُس جہان کی لذّتوں سے مجبور ہوں۔ اور میں بہشتی نعمتوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی"۔ جب مجھے معلوم ہو گیا کہ نفس اور روح دونو عوض اور غرض سے آلودہ ہیں۔ تو پھر میں نے دِل کو مخاطب کیا اور کہا "اے دل! تو ہی بدنوں کا بادشاہ ہے۔ اور یقین اور ایمان کا مقام بھی تو ہی ہے۔ کیونکہ اگر تو درست ہو تو سب اعضاء درست رہتے ہیں۔ اور اگر تو بگڑ جائے۔ تو سب اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ نفس میری فرمانبرداری صرف دُنیاوی لذّتوں کے لئے کرتا ہے۔ اور رُوح آخرت کی نعمتوں کی

کے لئے - اور میں چاہتا ہوں - کہ میں للہ پرستش کروں - نہ کہ دُنیاوی لذتوں کے لئے - یا آخر کی نعمتوں کے لئے - کیا تو اس معاملے میں مجھ سے موافقت کر سکتا ہے "اُس نے کہا "بسر وچشم - اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسی واسطے پیدا کیا ہے - اور اسی بات کا حُکم دیا ہے " وہ بزرگ فرماتے ہیں - کہ جب دل نے مجھے تسلی دی - تو اُس کی موافقت اور رفاقت سے مجھے دونو جہان مل گئے +

اے عزیز! معرفت کا نورِ دل کی شعل میں رکھا ہے - اگر دل کی روشنی نہ ہو - تو رُوح اور نفس اندھوں کی طرح بے فائدہ رہیں - اور دن میں ہزار مرتبہ رسوائی کے کنوئیں میں گر پڑیں - اور باہر نکلنے کا رستہ نہ پا سکیں + قطعہ

نخشبی نورِ دل قوی نورے است — شود از دل خراب آبادی +

(اے نخشبی دِل کا نور ایک طاقتور نور ہے — دل سے آباد بھی خراب ہو جاتا ہے)

تن وجان ماندے بہ تاریکی — شمع دل نور گر نمی دادے

(اگر دل کی شمع روشنی نہ پہنچاتی تو — جان اور بدن دونو اندھیرے میں رہتے)

سلک ۱۶ - اہل جہان کو معلوم اور آدمیوں کو مفہوم ہو - کہ آدمی کے لئے ناز و نعمت میں شکر سے بڑھ کر کوئی جائے قرار نہیں - اور نیاز اور تنگی میں دُعا سے بڑھ کر کوئی جائے قرار نہیں - دُعا کو وہ درجہ حاصل ہے - جو کسی عبادت کو حاصل نہیں - اِس واسطے کہ عبادتوں میں سے بعض دن کا وظیفہ ہیں - جیسے نماز فریضہ اور بعض رات کا وظیفہ ہیں - اور بعض کے نزدیک ہفتے کا جیسے جمعہ نماز - اور بعض وظیفے مہینوں کے ہیں - جیسے ماہ رمضان کے روزے اور بعض وظیفے سال کے ہیں - جیسے زکوٰۃ - قُربانی - اور بعض وظیفے عمر کے ہیں - جیسے حج - لیکن دُعا ایک ایسی چیز ہے - پاک اور ناپاک اور پرہیزگار اور بے ڈر - اور آقا اور غلام سے صبح اور شام جائز ہے - بزرگوں کا قول ہے

کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو جس نام سے بڑی عجز و نیاز کے ساتھ بلائے۔ وہ اُسے قبول کرتا ہے +

سُنو! سُنو!! - ایک دفعہ کوئی شخص سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہؤا - اور عرض کی - کہ اے خواجہ! اللہ تعالیٰ کا بڑا نام کونسا ہے - آپ نے فرمایا - اللہ تعالےٰ کے سب نام بزرگ ہیں - خورد کونسا ہے - سبھی نام بزرگ ہیں - لیکن دُعا کا راستہ پاک ہونا چاہئے - یعنے دل "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقبَلُ الدُّعَآءَ مِن قَلبٍ غَافِلٍ" (بیشک اللہ تعالےٰ غافل دل کی دُعاء کو قبول نہیں کرتا) اور یہ بھی کہتے ہیں "کہ الدُّعَآءُ بِلَا عَمَلٍ کَالقَوسِ بِلَا وَتَرٍ" (بغیر عمل کے دُعا ایسی ہے جیسے بے تانت کی کمان) - تین دعائیں ہیں - جو کبھی رد نہیں ہوتیں - والدین کی دُعا - مسافر کی دُعاء - اور مظلوم کی دُعاء - اور ہر آدھی رات کو یہ ندا آسمان سے آتی ہے -

"هَل مِن دَاعٍ فَیُستَجَابُ لَهٗ وَهَل مِن مُستَغفِرٍ فَیُغفَرُ لَهٗ وَهَل مِن سَائِلٍ فَیُعطٰی مَسئَلَتَهٗ حَتّٰی تَطلَعَ الشَّمسُ" (کیا کوئی دُعا کرنے والا ہے - کہ اُس کی دُعاء قبول کی جائے - اور کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے - کہ اُسے بخشا جائے - اور کیا کوئی سوالی ہے کہ اُس کا سوال پورا کیا جائے) اور یہ آواز دن نکلنے تک برابر آتی رہتی ہے +

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مغلوں کی مصیبت نیشاپور پر پڑی - بادشاہ نے کسی کو ایک درویش کے پاس بھیجا کہ دعا کرو - درویش نے کہا بلا نازل ہو چکی ہے اب دُعا کا وقت نہیں - اب رضاء کا وقت ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِن عِلمٍ لَا یَنفَعُ وَقَلبٍ لَا یَخشَعُ وَبَطنٍ لَا تَشبَعُ وَدُعَآءٍ لَا تُسمَعُ" (اے بار خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم کی نسبت جو نفع نہ دے - اور

ایسے دِل کی نسبت جس میں خشوع نہ ہو۔ اور ایسے پیٹ کی نسبت جو کبھی سیر نہ ہو۔
اور ایسی دُعاء کی نسبت جو سُنی نہ جائے۔ یعنی قبول نہ ہو) + قطعہ

نخشبی دردُعاء مکن اہمال ۔۔۔ از دُعا التماس دادہ شود +
(اے نخشبی دُعا میں کوتاہی نہ کر ۔۔۔ کیونکہ دُعا ہی سے خواہش پوری ہوتی ہے)
ہر درے را کہ آسمان بندد ۔۔۔ بکلیدِ دُعا کشادہ شود +
(جو دروازہ کہ آسمان بند کردے ۔۔۔ وہ دعاء کی چابی سے کھُل جاتا ہے)

سلک ۱۷ - اہل بصیرت باطن کی آنکھ سے وہ چیز دیکھ سکتے ہیں۔ کہ اہل بصر ظاہری آنکھ سے وہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ کہتے ہیں۔ اگر مرید یا شاگرد اپنے پیر یا اُستاد سے جب کوئی بات سُنے اور اُس کا باطن اس معمّا کو حل نہ کر سکے۔ تو اُسے چاہیئے کہ اعتراض نہ کرے۔ اور یہ نہ کہے کہ میرا اِس پر یقین نہیں یا میں اسے نہیں مانتا۔ ممکن ہے۔ کہ اُس کی دینی اور دُنیاوی بہتری اسی بات میں ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ" (ہو سکتا ہے۔ کہ تم ایک چیز سے کراہت کرو اور وہی تمہارے حق میں نیک ہو) +
سُنو! سُنو!! عرب کے ایک قبیلہ میں ایک زاہد تھا۔ کہ لوگ حادثوں اور واقعات کے وقت اُس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی خاموشی اور سکوت اُس کی پند و نصائح کے موافق دیکھتے۔ اتفاقاً ایک رات اس قبیلے کے سارے کُتّے مر گئے۔ صبح کے وقت اہل قبیلہ اُس زاہد کے پاس گئے۔ اور اپنا حال کہہ سُنایا۔ زاہد نے کہا۔ کہ ممکن ہے کہ اِن کے مرنے ہی میں تمہاری بہتری ہو۔ دوسری رات اُس قبیلے کے سارے مُرغ مر گئے۔ پھر زاہد کے پاس گئے اور حال بیان۔ اُس نے کہا شائد ان کے مرنے میں ہی تمہاری بہتری ہو۔ اہل قبیلہ نے کہا۔ کہ کُتّے ہمارے چوکیدار تھے۔ اور مرغ بانگ دیا کرتے تھے۔

اُن کے مرنے میں ہماری کیا بہتری ہے - زاہد نے کہا کہ ظاہر اور پوشیدہ کے جاننے والے نے اِس میں کوئی پوشیدہ بھید رکھا ہوگا - جس کو ہماری عقلیں معلوم نہیں کر سکتیں - اس سے اگلی رات اُنہوں نے بہتیری کوشش کی - لیکن آگ میں سے شعلہ نہ نکلا - اِسی اندیشہ میں وہ واویلا مچانے لگے - کہ یہ کیا مصیبتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں - دوسرے دن یہ ہؤا کہ اسی رات دشمن کا لشکر اُس قبیلے کے گرد و نواح لوٹ مار کرتا ہؤا - جب اُس قبیلے پر پہنچا - تو نہ روشنی دیکھی اور نہ کُتّے اور نہ مُرغ کی آواز سُنی - اُنہوں نے خیال کیا کہ یہ قبیلہ بے آباد ہے - اس لئے وہ لوگ بچ گئے - اور زاہد کی یہ بات کہ شاید اس میں تمہاری بہتری ہو درست نکلی +

قطعہ - نخشبی گفتۂ ہر کسے بشنو ہر چہ درویش گفت حکم ہمان است

(اے نخشبی ہر شخص کا کہنا سُن لے کیونکہ جو کچھ درویش نے کہا حُکم وہی ہے)

راستی را اگر ہمی خواہی - بتمامی زبانِ اہل دلان است

(اگر تجھے راستی مطلوب ہے تو وہ اہل دل کی زبان میں ہے)

سِلکؔ ۱۸ - جاننا چاہیئے - کہ لوگوں کی چار قسمیں ہیں - ایک وہ جو دُنیا اور عاقبت دونوں میں فراخ روزی ہیں - اور وہ صالح غنی ہیں - دوسرے وہ جو دُنیا اور عاقبت میں تنگ روزی ہیں - وہ محتاج کافر ہیں - تیسرے وہ جو دُنیا میں فراخ روزی ہیں - وہ کافر غنی ہیں - چوتھے جو دُنیا میں تو تنگ روزی ہیں - لیکن آخرت میں فراخ روزی ہیں - وہ محتاج مومن ہیں +

اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک ظاہر اور حقیقت میں دُنیا ہے - وہ کیا ہے؟ زیادہ آمدنی - دوسرا ظاہر اور حقیقت میں دُنیا نہیں - وہ وہ طاعت ہے جو اخلاص سے کی جائے - اور اُس میں دکھلاوے کی بو تک نہ ہو - تیسرے جو ظاہر میں تو دُنیا نہیں لیکن حقیقت میں دُنیا ہے - وہ وہ بندگی ہے - جو دکھلاوے -

اور نمائش کے لئے کی جاوے - چوتھے - جو ظاہر میں تو دُنیا ہو لیکن حقیقت میں دُنیا نہ ہو - وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرنا ہے - جب یہ باتیں معلوم ہو چکیں - تو اب جاننا چاہئے - کہ چار خصلتوں کے آدمی ہوتے ہیں - اوّل وہ جن کا ظاہر آراستہ ہو لیکن باطن خراب ہو - ایسے لوگ دُنیاوی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں - دوسرے جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہو - وہ مجنون ہیں - تیسرے جن کا ظاہر و باطن دونو خراب ہوں - وہ عام لوگ ہیں - چوتھے جن کا ظاہر اور باطن دونو درست ہیں - وہ مشائخ ہیں - اور یہ لوگ جن کا ظاہر و باطن معمور ہے - اُن کے نزدیک عالم ظاہر و عالم باطن یکسان ہے - یعنی میں سے ایک کو اگر تو زمین کے ساتویں پردے میں رکھیگا - تو وہ آسمان کے ساتویں پردے کی باتیں بیان کریگا - اور اگر آسمان کے ساتویں پردے کے اوپر لیجائیگا - تو وہ زمین کے ساتویں پردے کی خبر دیگا +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ہارون الرشید نے ایک درویش کو حجرہ میں قید کرکے اُس حجرے کا دروازہ چنوا دیا - کچھ مُدّت کے بعد لوگوں نے کہا کہ وہ درویش فلان باغ میں ٹہل رہا تھا - اُس کو ہارون رشید کے پاس لائے - تو ہارون رشید نے پوچھا - تجھے باغ میں کس نے داخل کیا؟ اُس نے کہا جس نے مجھے تیری قید سے رہائی دی - پھر ہارون رشید نے پوچھا - تجھے کس نے میری قید سے نکالا - اُس نے کہا - جس نے مجھے باغ میں داخل کیا + قطعہ

نخشبی چشمِ دل عجب چشمے است　　کیست کز بہر آں نکوشید است
(اے نخشبی دل کی آنکھ بڑی عجب آنکھ ہے　　وہ کون ہے جس نے اس کے لئے کوشش نہیں کی)
حال خود را مپوش ز اہلِ ضمیر　　وہ بریں طائفہ چہ پوشیدہ است
(اہلِ ضمیر سے تو اپنا حال نہ چھپا -　　خوب! اِس گروہ سے کونسی بات پوشیدہ ہے)

سلک ۱۹۔ جاننا چاہئے۔ کہ بعض لوگ اللہ تعالےٰ سے دُنیا چاہتے ہیں۔ اور بعض آخرت اور بعض اُس سے اُسی کو چاہتے ہیں۔ وہ نہ دُنیا چاہتے ہیں۔ نہ آخرت۔ اللہ تعالےٰ جل شانہ اِن تینوں کی صفت قرآن شریف میں خود ہی بیان فرماتا ہے۔ کہ ”وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ“ (نہ خشک اور نہ تر ہے۔ جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو)۔ اِس طرح فرماتا ہے۔ ”فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ“ (پس ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض ان میں سے درمیانہ چال والے ہیں۔ اور بعض نیکی سے بڑھ چلنے والے ہیں) یعنی ”فَمِنْھُمْ مَنْ رَجَعَ مِنِّیْ بِالدُّنْیَا وَمِنْھُمْ مَنْ رَجَعَ بِالْعُقْبٰی وَمِنْھُمْ مَنْ لَّا یَرْجِعُ مِنِّیْ بِالدَّارَیْنِ وَبِکُلِّ مَا فِیْھَا“ (یعنے اِن میں سے بعض ایسے ہیں جو مجھ سے دُنیا کی طرف لوٹے اور بعض عُقبےٰ کی طرف اور بعض ایسے ہیں کہ دونوجہان اور اس کی موجودہ چیزوں کی طرف مجھے چھوڑ کر رجوع نہیں کرتے) +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ داؤد علیہ السّلام پر وحی نازل ہوئی۔ کہ ”یَا دَاوٗدُ مَنْ اِکْتَفٰی بِنَا عَمَّا لَنَا کُنَّا لَہٗ وَمَا لَنَا وَمَنْ لَّمْ یَکْتَفِ بِنَا عَمَّا لَنَا فَلَسْنَا لَہٗ وَمَا لَنَا“ (یعنے اے داؤد! جس شخص نے ہم پر کفایت کی اُس چیز سے جو ہماری ہے۔ ہم اُس کے لئے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ چیز بھی اسی کی ہو جاتی ہے۔ جو ہماری ہے۔ اور جو شخص ہم پر کفایت نہیں کرتا اُس چیز سے جو ہماری ملکیت ہے۔ تو ہم اور ہماری ملکیت دونو ہی اُس کے لئے نہیں ہوتے) +

اے عزیز! یہ بڑے عیب کی بات ہے۔ کہ عاشق معشوق سے معشوق کے سوا اور کوئی چیز طلب کرے۔ اور یہ بڑا بھاری وصف ہے۔ کہ محبوب اپنے چاہنے والے کی مدد کرے۔ کہ تو مجھ سے کچھ مانگ۔ موسےٰ علیہ السّلام کی طرح

ملک حافظ محمد شریف چشتی
... نوابان بہاولپور

عالی ہمت ہونا چاہیئے۔ کہ اس بساط پر قدم رکھ سکے۔ یہ کیا ہے۔ جو اُس نے کہا۔ کہ اے پروردگار میں تیری طرف دیکھتا ہوں +

سُنو! سُنو!! کہتے ہیں۔ کہ ایک روز بہلول مجنونؒ بیت الحرام میں گئے۔ تو وہاں چپ چاپ ہل رہے تھے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا۔ کہ اپنی حاجت خدا سے مانگ۔ کیونکہ تو اس وقت خدا کے گھر میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ انسان کی مروّت سے دُور ہے۔ کہ اللہ کے گھر میں اللہ کے سوا کسی اَور چیز کا طلبگار ہو۔ **قطعہ**

نخشبی از خدائے خدا بخواہ	ویں سعادت بروزگار کراست
(اے نخشبی خدا سے تو خدا ہی طلب کر	یہ سعادت زمانے میں کس کو حاصل ہے)
صادقانِ جہان ہمیں گویند	از خدا جز خدا نباید خواست
(جہان کے صادق بھی یہی کہتے ہیں	کہ خدا سے خدا کے سوا اور کچھ نہیں مانگنا چاہیئے

سلک ۲۰۔ جاننا چاہیئے۔ کہ دُنیا میں جو کچھ تجھے دیا گیا ہے۔ وہ دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جو تجھ سے پہلے چلا جائیگا۔ اور دوسرا وہ کہ تو اُس سے پہلے چلا جائیگا اگر تو غور سے دیکھے تو دونو ہی ہمنشینی کے لائق نہیں ہیں۔ بندہ نخشبی عرض کرتا ہے۔ کہ دُنیا کا تھوڑا سا ترک کرنا بھی نہایت دشوار ہے۔ اور آخرت حاصل کرنا اس سے بڑھ کر دشوار ہے۔ آدم زاد کی عجیب حالت ہے۔ کہ دوزخ کو بڑی قیمت دیکر خریدتا ہے۔ اور بہشت کو تھوڑی سی قیمت پر بھی نہیں خریدتا۔ یعنی بدکار بدکاری کی مہمانی میں دو سو دینار سے بڑھکر خرچ کر دیتا ہے۔ پس وہ دوزخ ہے۔ جو اُس نے دو سو دینار سے خریدا۔ اور غیر فاسق شوربے کے ایک پیالے یا کھجوروں کے ایک تھال سے بہشت کو خرید سکتا ہے لیکن اس کے خریدنے میں سُستی کرتا ہے۔ ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے

تھے۔ کہ بہشت حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر اُس چیز کے ترک کرنے سے جو دُنیا میں سب سے بڑھکر عزیز ہو۔ اور دوزخ سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔ مگر ایسی چیز کے برداشت کرنے سے جو دُنیا میں سب سے زیادہ سخت ہے +

سُنو! سُنو!! ایک دن عمر بن عبدالعزیز کہ جس سے زیادہ نیک عقیدے والا کوئی خلیفہ تختِ خلافت پر نہیں بیٹھا۔ کا ایک دوست اسے کہتا تھا۔ کہ اِس سے پیشتر کہ خلافت کا تخت تجھ سے زینت حاصل کرے۔ تو ایسا کپڑا پہنا کرتا تھا۔ جو دسؔ دینار کا ایک گز ملے۔ اور اب جبکہ تو خلیفہ ہو گیا ہے۔ تو ایسا کپڑا پہنتا ہے۔ جو ایک دینار کا دسؔ گز آتا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُس نے کہا۔ میں اُن دنوں خلافت کا طالب تھا۔ خلافت ہاتھ نہیں لگتی مگر اِس قسم کے کپڑے سے۔ اور آج میں بہشت کا طالب ہوں۔ اور بہشت ہاتھ نہیں آتا مگر ان کپڑوں سے۔ **قطعہ**

نخشبی آخرت طلب ز خدا	رنج دُنیا درونہ تو رنجست
(اے نخشبی خدا سے آخرت مانگ کہ	اس میں نہ دُنیا کی تکلیف ہے اور نہ تجھے تکلیف ہے)
طلبِ آخرت ہمہ سختی است	آخرت رائگان نیاید دست
(آخرت کے طلب کرنے میں سختی برداشت کرنی پڑتی ہے	آخرت مُفت ہاتھ نہیں آجاتی۔)

سلکٌ (۲۱) ۔ دین کے مرد اور یقین کے جوانمرد بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ آنکھ جس نے رونے کی لذت پائی۔ وہ ہرگز ہنسی کی طرف نہیں دیکھتی۔ زار زار رونا آنکھوں کے شیشے کے لئے بمنزلہ جلا کے ہے۔ جو غم کی سلائی سے ہوتا ہے۔ اور وہ دِل جس نے غم کا مزہ چکھا وہ ہرگز خوشی کی طرف رغبت نہیں کرتا بیشک اللہ تعالےٰ ہر غمگین دِل کو محبّت کرتا ہے۔ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ نے جب سے بادشاہی بالا پوش گوگودڑی سے بدلا۔ تب سے جس شخص نے انہیں دیکھا

یہی خیال کیا کہ عین اسی وقت ان کو کوئی تازہ مصیبت پہنچی ہے +

اے عزیز! اللہ کی راہ ایک بڑی عجیب راہ ہے - اس میں محنت نقد اور آرام ادھار ہے - یعنی تکلیف ہر وقت اور آرام کا نام نہیں +

کہتے ہیں - کہ ایک دفعہ کوئی عیالدار شام کی نماز کے وقت خالی ہاتھ لاکھوں غم کے ساتھ اپنے بال بچوں کی طرف جا رہا تھا - اُس نے ایک درویش کو دیکھا - جو بڑی فراغت سے بیٹھا ہؤا تھا - اُس نے کہا - اے فلانے! کیا یہ انصاف ہے - کہ میں ایسے غم اور اندوہ میں ہوں - اور تو اِس طرح فراغت میں - درویش نے کہا - کہ جو نیک عمل میں نے اِس فراغت میں کیا ہے - مع اس فراغت کے تجھے دیتا ہوں - اور وہ غم جو تجھے دیا گیا ہے وہ مجھے دیدے - اے درویش تو غم کی قدر ہی کیا جانے اور محنت کا مرتبہ ہی کیا پہچانے - شاید تو نے وہ بات نہیں سُنی - کہ ایک دفعہ کوئی درویش ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا - اور اپنی درویشی کا گلہ کیا - ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا - جا - تو دولتمند ہو جائیگا - کچھ مُدّت کے بعد درویش کو دیکھا - وہ دولتمند ہو گیا تھا - درویش نے کہا - اے خواجہ میں آپکی دُعا کی بدولت دولتمند تو ہو گیا - لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ مَیں غنی ہو جاؤنگا - آپ نے فرمایا - کہ جونہی تو نے درویشی کا گلہ کیا تھا - مَیں تاڑ گیا تھا - کہ تجھ سے یہ دولت لے لی جائیگی - اِس واسطے کہ اللہ تعالےٰ اپنی درویشی اُس شخص کو نہیں دیتا - جو درویشی کا گلہ کرے - قطعہ

نخشبی شکرِ فقرِ خود بگذار	ہر کہ مقبول شد ز ردّ ترسد
(اے نخشبی تو اپنے فقر کا شکریہ ادا کر	کیونکہ جو شخص مقبول ہو گیا وہ ردّ ہو نیسے ڈر تا ہے)
ہر کہ بر فقرِ خود چناں لرزد	کہ کسے از عدوئے خود ترسد

(جو شخص اپنے فقر سے ایسا کانپتا ہے جیسا کہ اپنے دشمن سے تو وہ ردّ ہو جاتا ہے)

سلک ۲۲ - پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا" (میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اُس کا دروازہ ہیں) اور نیز آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے "عَلَیْکُمْ بِالْعِلْمِ فَاِنَّ قَلِیْلَ الْعَمَلِ مَعَ الْعِلْمِ کَثِیْرٌ وَّکَثِیْرَ الْعَمَلِ مَعَ الْجَہْلِ قَلِیْلٌ" (تمہیں علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ بہت سے علم کے ساتھ تھوڑا عمل جہالت کے ساتھ بہت سے علم سے بہتر ہے)+

جاننا چاہیئے۔ کہ تمام لوگ مردے ہیں۔ لیکن عالم۔ اور تمام عالم مست ہیں مگر عامل۔ اور تمام عامل مغرور ہیں مگر مخلص۔ اور تمام مخلص خطر عظیم پر ہیں۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ تمام خلقت سے زیادہ عالم کون ہے اور کیا ہے۔ اُس نے کہا وہ شخص سب سے بڑھ کر عالم ہے۔ جو اپنے نفس کا حاکم اور کوتوال ہو+ ایک مرتبہ ایک عالم نے کسی شخص کی طرف لکھا۔ کہ جس شخص نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا وہ نفع میں رہا۔ اور جس نے اُس سے غفلت کی اُس نے نقصان اُٹھایا۔ اور جس نے رحم کیا وہ رحم کیا گیا۔ جس نے عبرت پکڑی اُس نے دیکھ لیا۔ اور جس نے دیکھ لیا۔ اُس نے سمجھ لیا۔ اور جس نے جان لیا اُس نے عمل کیا۔ اور جس نے عمل کیا۔ وہ دونو جہان میں سلامت رہا۔

اے درویش اپنے تئیں خلقت کی نظروں سے گرانا بہت آسان ہے لیکن بہادری تو یہ ہے۔ کہ تو اپنے تئیں اپنی نظر سے گرائے۔ اور اپنے آپ میں زیادہ خیال نہ کرے۔ کیونکہ جس نے اپنے تئیں دیکھا۔ اُس کو کسی نے نہ دیکھا۔ تو اپنی طرف نہ دیکھ تاکہ سب تیری دیکھیں۔ اے بھائی جو کوئی ہے۔ اپنی طرف دیکھ سکتا ہے۔ لیکن کام ایسا کرنا چاہیئے۔ کہ اُس کی برکت سے دوسروں کے کام بنیں۔ البتہ جس نے کچھ حاصل کیا ہے۔ کسی چیز کی

برکت سے حاصل کیا ہے۔ سمنون سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ مرتبہ تجھے کس طرح حاصل ہوا۔ اُس نے کہا۔ ایسی چیز کو محبّت کرنے کے سبب جس کو تم محبّت نہیں کرتے۔ اور ایسی چیز سے نفرت کرنے کے سبب جس سے تم نفرت نہیں کرتے۔ یعنی مردہ (دل) کو زندہ کرنے اور زندہ (نفس) کو مردہ کرنے کے سبب یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ **قطعہ**

نخشبی نفسِ خود بکش ہم خود مردنِ نفس زندگی دانی +

(اے نخشبی تو اپنے نفس کو آپ مار ڈال اور نفس کے مرنے کو اپنی زندگی خیال کر)

بحیاتِ ابد گہے نرسی تا تو ایں زندہ را نمی رانی +

(تو کبھی حیاتِ ابدی حاصل نہیں کر سکیگا جب تک کہ تو اس زندہ (نفس) کو نہ مار ڈالیگا)

سلک ۲۳ - پہلے لوگ جو کبھی سیدھی راہ کے سوا قدم نہیں رکھتے تھے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ اس راہ کے مرد پر واجب ہے۔ کہ جس قدم پر ہووے۔ اُس کی داد دیوے جو اس قدم کی داد دیتا ہے۔ وہ قدم بھی اُس کی داد دیتا ہے۔ پس اس معاملہ میں سالک کو لازم ہے۔ کہ اپنے لباس کے مطابق کام کرے۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "وَیْلٌ لِمَنْ لَبِسَ الصُّوفَ فَخَالَفَ قَوْلُہٗ فِعْلَہٗ" (افسوس ہے اُس شخص پر جو صوف پہنے اور اُس کے قول اور فعل میں اختلاف ہو)۔ البتہ اگر کوئی قبا پہنکر گودڑی کا کام کرے۔ تو وہ آفرین کا مستحق ہے۔ اور اگر گودڑی پہنکر قبا کے کام کرے تو وہ ملامت کا مستحق ہے سُنو! سُنو!! اصمعی کہتا ہے۔ کہ کعبے جاتے ہوئے مجھ سے ایک شخص کو کچھ تکلیف پُہنچی۔ جب میں وہاں پُہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی شخص کعبے کے حلقہ کو پکڑ کر یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اے پروردگار تو اصمعی کو بخش دے۔ میں نے کہا کہ مَیں نے تو تجھے ناراض کیا تھا۔ تو میرے حق میں دعائے نیک کرتا ہے۔

اے خواجہ میں اپنے نام کے موافق کام کرتا ہوں + قطعہ

نخشبی ہم بنام غرہ مشو۔ مگس نوش کارِ نیش کند

(اے نخشبی تو نام پر دھوکا نہ کھانا کیونکہ شہد کی مکھی ڈنگ کا کام کرتی ہے)

مرد کامل کسے بود کہ دھر کار در خوردِ نام خویش کند

(کامل مرد وہی ہوتا ہے جو دُنیا میں اپنے نام کے لائق کام کرے +)

سلک ۲۴ - اے کہ تو نے راہ میں قدم مردوں کی طرح رکھا ہے۔ اگر اُن شخصوں کا حال تو سُن لے جنہوں نے اس راہ میں مردانہ قدم رکھا ہے۔ تو شرمندگی کی اوڑھنی اوڑھ لے +

کہتے ہیں۔ کہ محمد سیرین کی ایک بہن پندرہ سالہ تھی۔ وہ مصلّے پر سے سوائے وضو کرنے کے لئے نہیں اُٹھتی تھی۔ اور یہ کہا کرتی تھی۔ کہ اگر میں خواب میں بھی نامحرم کا چہرہ دیکھ پاؤں۔ تو میں اُس سے مُنہ پھیر لوں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ نے یہ سُنکر کہا "کاش۔ میں تو بیداری کی حالت میں ایسا کرتا تھا۔ وہ خواب کی حالت میں ایسا کرتی ہے" یعنی وہ مجھ سے بڑھکر ہے۔ اے عزیز! اس راہ میں مرد عورت پر کچھ منحصر نہیں۔ اس میں تو کام کا کرنا ہے۔ خواہ کوئی کرے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز کسی شخص نے ایک لونڈی خریدی۔ جب رات کا وقت ہؤا۔ تو آقا نے کہا۔ اے لونڈی میرے سونے کے کپڑے ٹھیک ٹھاک کر۔ تاکہ میں سو جاؤں۔ لونڈی نے کہا۔ اے میرے آقا کیا تیرا بھی کوئی آقا ہے۔ اُس نے کہا ہاں ہے۔ لونڈی نے کہا۔ کیا تو بھی کبھی اپنے آقا کے ساتھ سویا ہے۔ اُس نے کہا۔ نہیں۔ لونڈی نے کہا۔ کیا تجھے حیا نہیں آتی۔ کہ تو فائدہ اُٹھائے اور تیرا آقا نقصان برداشت کرے۔ سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک نیک عورت نے ایک بدکار مرد سے پوچھا

کہ عقل مرد اور عورت میں کس طرح تقسیم کی گئی ہے۔ مرد نے کہا۔ عقل کے دس حصّے کر کے ایک حصّہ عورت کو دیا گیا ہے اور نو مرد کو۔ اور اسی طرح شہوت کے دس حصّے کر کے ایک مرد کو دیا گیا ہے اور نو عورت کو۔ عورت نے کہا۔ اے بدکار ہماری عقل کا ایک حصّہ ہماری شہوت کے نو حصّوں پر غالب آتا ہے۔ لیکن تمہاری عقل کے نو حصّے تمہاری شہوت کے ایک حصّے پر غالب نہیں آسکتے ÷ قطعہ

نخشبی عقل باش نے شہوت — اہل شہوت ز عقل بے خبر اند
(اے نخشبی تو مجسم عقل بن نہ کہ شہوت — اس واسطے کہ اہل شہوت عقل سے بیخبر ہوتے ہیں)
عاقلِ محض شہوتی نبود — عقل و شہوت نقیض یکدگر اند
(جو محض دانا ہے وہ شہوت پرست نہیں ہوتا — کیونکہ عقل اور شہوت ایکدوسرے کا نقیض ہیں)

نقیض۔ اُن دو چیزوں کو ایک دوسرے کا نقیض کہتے ہیں۔ کہ جب ایک ہو تو دوسری اُسی وقت موجود نہ ہو۔ جیسے سیاہی اور سفیدی ÷

سلک ۲۵۔ اے عشق کے شراب خانہ کے مست! پہلی اُمّتوں کے لئے شراب حلال تھی۔ اور اِس اُمّت کے لئے حرام ہوگئی۔ یہ کیوں۔ اِس واسطے کہ پہلی اُمّتوں کے حلق میں عشق کی صراحی سے ایک گھونٹ ڈالا تھا۔ شراب چونکہ خوشی کا سرمایہ ہے۔ اِس لئے اُس کا ایک گھونٹ پیکر اُن کے باطن کو سرور حاصل ہو جاتا تھا۔ اب جبکہ یہ اُمّت عشق کی شراب سے مست اور اُن کی دو آتشہ شراب سے مست ہے۔ اِس کو شراب کی کیا حاجت ہے۔ جیسا کہ مچھلی کے جگر میں آگ رکھی ہوئی ہے۔ اگر سارے دریاؤں کا پانی بھی اُس کے حلق میں گرادیں۔ تو بھی اُس کے جگر کی حرارت کم نہ ہوگی۔ علمائے ظاہر کہتے ہیں۔ کہ "یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ"۔ (اے آگ تو ابراہیمؑ کے

لئے سرد بن جا) میں ابراہیم علیہ السّلام کی ظاہری آگ مراد ہے۔لیکن علمائے باطن کا قول ہے۔کہ یہ خطاب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی باطنی آگ کی طرف تھا۔کہ اے نمرود! تو ابراہیمؑ کے لئے کیا آگ جلاتا ہے۔کیونکہ جو آگ قضاء وقدر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سینے کی بھٹی میں رکھی ہے۔اگر اُس کی ایک چنگاری ظاہر ہوجاوے۔تو نمرود بھی خاکستر ہوجائے۔اور اُس کی آگ بھی۔اے بھائی محبّت ابدی کی آگ کے جلے ہوئے۔اور ہمیشہ کی دوستی کی شراب کے مست اَور ہی ہیں +

سُنو! سُنو!! معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کہ کرخ میں اُن سے بڑھکر کوئی مشہور نہ تھا۔جب قیامت کے میدان میں آئینگے۔تو ایسا معلوم ہوگا۔کہ آپ مست ہیں۔لوگ پوچھینگے کہ یہ کون ہے؟ آواز آئیگی۔کہ یہ ہماری محبّت کا مَست ہے۔اِس کے بعد آپ کے لئے حکم ہوگا۔کہ اِسے بہشت میں لے جاؤ۔آپ فرمائینگے۔کہ مجھے بہشت سے کیا واسطہ۔میں نے تو اللہ تعالےٰ کی پرستش محض اُسی کی خاطر کی ہے۔پھر فرشتے آپ کو نور کی زنجیریں ڈالکر کھینچتے ہوئے بہشت کی طرف لے جائینگے۔اور آپ مستوں کی طرح فریاد کرینگے۔اور کہینگے کہ میں نہیں جاتا۔میں نہیں جاتا +

قطعہ

نخشبی مست بادۂ عشق است نیستی ہست شد ز ہستئ عشق

(نخشبی عشق کی شراب کا مست ہے عشق کی ہستی سے نیستی ہست ہوگئی ہے)

گرچہ مستی چار نوع بود نرسد مستئ بہ مستئ عشق +

(اگرچہ مستی چار قسم کی ہوتی ہے لیکن عشق کی مستی کی برابری کوئی مستی نہیں کرسکتی)

سِلک ۲۶ ۔جاننا چاہئے۔کہ عقل اور عشق ایک دوسرے کی ضد ہیں۔عالم اہل عقل ہیں۔اور فقیر اہل عشق۔عالموں کی عقل فقیروں کے عشق پر غالب ہے

اور فقیروں کا عشق عالموں کی عقل پر غالب ہے۔ اور پیغمبروں کو یہ دونو باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ عاشق جو اپنے معشوق کی بندگی میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ اِس طرح فرماتے ہیں کہ "اِنَّمَا یَکُوْنُ الْبَدَنُ حَیْثُ یَکُوْنُ الْقَلْبُ فَاِذَا کَانَ الْقَلْبُ مَعَ اللّٰہِ فَالْبَدَنُ ھُنَاکَ وَلَدَی الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ" (سوائے اس کے نہیں کہ جہاں بدن ہوتا ہے وہیں دِل ہوتا ہے۔ پس جب دِل اللہ کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ تو بدن اُسی جگہ ہوتا ہے۔ اور مرد اُس کے ہمراہ ہوتا جس سے وہ محبت کرتا ہے)۔ جو جس کو ہمہ تن عزیز رکھتا ہے۔ وہ اسی سے لپٹتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ طاؤس رحمتہ اللہ علیہ نے جو طریقت کے پہاڑ کے طاؤس تھے ایک دفعہ بہ سبب زیادتی محبت کعبے کی طرف دیکھا۔ آپ پر عشق الٰہی کے آفتاب نے پرتو ڈالا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ سائے میں کیوں نہیں آتے۔ اُنہوں نے کہا "دَعُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ اَلنَّظْرُ اِلٰی ھٰذَا الْبَیْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الصَّائِمِ لِلْقَائِمِ الْمُجَاھِدِ" (اُنہوں نے مجھے بُلایا۔ پس قسم ہے خدا کی کہ اُس گھر کی طرف دیکھنا روزہ دار اور قیام کرنے والے اور مجاہدہ کرنے والے کی عبادت سے بڑھکر ہے)+

اے کہ تو نے دوست کی محبّت کا دعوت کیا ہے۔ اور آنکھ دوست کے غیر کی طرف لگائے ہوئے ہے۔ سچّا عاشق وہی ہے۔ کہ جس کی طرف دیکھے سوائے معشوق کے اُسے کچھ دکھائی نہ دے۔۔

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست ہر چہ بینی بدانکہ مظہرِ اوست

(دل کی آنکھوں سے دوست کے سوا کسی کو نہ دیکھ جو کچھ تو دیکھے اُسے یہی خیال کر کہ یہ اُسی کا مظہر ہے)

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ادریس علیہ السّلام نے جو کہ مدرسہ بالا کے مدرّس تھے۔ چاند کے سایہ کو پوچھا۔ کہ تیری دوستی جو آفتاب کے ساتھ ہے۔ کس حد تک ہے۔

اُس نے کہا میں اصل میں تاریک ہوں اور بذات خود روشن نہیں۔ میرے سر اور پاؤں کو آفتاب نے روشن کیا ہے۔ چونکہ جو کچھ میرے پاس ہے سب اُسی کا دیا ہؤا ہے۔ اِس واسطے جب میں اپنے تئیں دیکھتا ہوں۔ تو گویا اُسے ہی دیکھتا ہوں۔ قطعہ

ہر کہ در نعمتے نکو بیند ‌‌‌‌‌‌ نخشبی ہم بخود طلب مطلوب
(اے نخشبی تو خود مطلوب کو طلب کر ‌‌‌‌‌‌ کیونکہ جو شخص نعمت کو اچھی طرح دیکھتا ہے
منعم خویش را در و بیند ‌‌‌‌‌‌ نعمت خود بہانۂ داند
(اپنی نعمت کو ایک بہانہ خیال کرتا ہے ‌‌‌‌‌‌ ورنہ دراصل وہ اپنے نعمت دینے والے کو اس میں دیکھتا ہے)

سلک ۱۷۔ اے معرفت الٰہی کے حرم کے واقف کار بعض لوگ کعبہ کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ اور بعض کعبے کے پروردگار کے لئے۔ جو شخص خانہ کعبہ کے مالک (خدا) کے لئے احرام باندھتا ہے۔ خانۂ خدا اُس کا استقبال کرتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے "اَلْکَعْبَۃُ اِذَا رُفِعَتْ لِزِیَارَۃِ اَرْبَابِ فَصَلٰوۃُ الْمُتَوَجِّھِیْنَ اِلَیْھَا جَائِزَۃٌ"۔ (جب کعبہ ارباب کی زیارت کے لئے بنایا گیا ہے پس اس طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرنے والوں کی نماز جائز ہے)+

رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے کہ بصرہ بھر میں ان جیسی مردانہ عورت نہ تھی۔ جب پہلے پہل کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ تو کعبہ نے اس کا استقبال کیا۔ ایک صاحب نظر درویش نے جو کہ اس وقت خانۂ خدا میں موجود تھا۔ دیکھا کہ کعبہ اپنے اصلی مقام پر نہیں۔ تو حیران ہؤا کہ کعبے کو کیا ہؤا۔ غیب سے اُسے الہام ہؤا۔ کہ ایک بڑھیا نے دور سے اس گھر کی زیارت کا قصد کیا ہے۔ سو ہم نے اپنے گھر کو اُس کے استقبال کے لئے بھیجا ہے +

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک اہل معرفت جب حج کے کاموں سے فارغ

ہؤا- توفی الفور دوبارہ احرام باندھا- لوگوں نے اُس سے کہا کہ حج کے دن تو گذر گئے- اب یہ احرام کس لئے باندھا ہے- اس نے کہا" وطن سے میں نے بیت اللہ شریف کے لئے احرام باندھا تھا- اور اب خانۂ خدا سے خدا کے لئے باندھتا ہوں"- اے کعبہ کے حاجی اگر کوئی شخص چاہے کہ معرفت کا قدم اس راہ میں رکھے- تو اُسے اِس طرح رکھنا چاہیئے- جیسا کہ ان جوانمردوں نے رکھا ہے- جنہوں نے اونٹ بکری کو چھوڑ کر اونٹ بکری کی طرح اپنے تئیں قربان کر ڈالا ہے +

سُنو! سُنو!! ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں- کہ قربانی کے دن خلقِ خدا قربانی میں مشغول تھی- سب آپس میں مشغول ہو گئے- لیکن ایک جوان جو میرے پاس ہی کھڑا تھا- اُس نے کچھ نہ کیا- جب کچھ وقت گذر گیا- تو اُس نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا" اِنَّ هٰؤُلَاءِ تَقَرَّبُوْا اِلَيْكَ بِقُرْبَانِهِمْ وَاَنَا لَا اَجِدُ هٰذَا یَا سَوِی نَفْسِیْ اَنَا تَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِذَبْحِهَا" (تحقیق یہ سب لوگ تیرا قرب اپنی قربانیوں کے وسیلے ڈھونڈتے ہیں- اور میرے پاس سوائے میری جان کے کوئی ہدیہ نہیں- اِس لئے میں اِسے ہی ذبح کر کے تیرا قرب حاصل کرتا ہوں) اتنا کہکر اُس نے اپنی انگلی حلق پر پھیری- وہ اُنگلی اُس کے حلق میں چھُری کا کام کر گئی- پس وہ مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا +

قطعہ- نخشبی جاں بباز در رہِ عشق | عشق در چشمِ عقل خارے داں
(اے نخشبی عشق کی راہ میں جان پر کھیل جا | اور عشق کو عقل کی آنکھ کا کانٹا جان)

در رہِ عشقِ دوست جانبازی | عاشقاں را کمینہ کارے داں
(دوست کے عشق کی راہ میں جان پر کھیل جانیکو | عاشقوں کا ایک ادنےٰ سا کام خیال کر)

سلک ۲۸- اہلِ تحقیق کا قول ہے- کہ لوگ دُنیا میں دو چیزیں چاہتے ہیں- اور وہ

دو تو ہی بہشت میں ہیں۔ وہ پہلے کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ سلامتی اور آرام ہیں۔ خواجہ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے کہ صبح صادق سے بھی بڑھکر صادق تھے۔ ایک صبح اپنے ایک مرید سے پوچھا کہ تو نے صبح کیسے کی۔ اُس نے عرض کی سلامتی اور آرام سے۔ خواجہ صاحبؒ نے اُسے ڈانٹا اور فرمایا۔ اے بے خبر اہلِ بہشت کی بات اہلِ دُنیا کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ جس شخص کا ایک پاؤں بہشت میں ہو اور دوسرا باہر اُس کے لئے بھی یہ بات کہنی حرام ہے۔ تو یہ بات کس طرح کہہ سکتا ہے۔ جس کے لئے دُنیا کی پستی سے لیکر بہشت کی بلندی تک ہزار در ہزار دشوار گزار گھاٹیاں ہیں +

اے عزیز! تو نے ایک مرید کی سرگذشت تو سُن لی۔ اب دوسرے کی بھی سُن کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ خواجہ ابو بکر وراق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ آج خلقت چار چیزیں طلب کرتی ہے۔ لیکن وہ مِل نہیں سکتیں۔ مرید نے پوچھا کہ وہ چار چیزیں کونسی ہیں۔ ابو بکر وراقؒ نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں۔ حلال نعمت۔ موافق دوست بے ریا بندگی۔ بے طمع عالم۔ مرید نے کہا۔ کہ یہ چاروں چیزیں مجھے مِل گئی ہیں۔ ابو بکرؒ نے پوچھا کس طرح؟ اُس نے کہا۔ آج کل حلال لُقمہ غصہ ہے۔ نیک وہ ہے جو اُسے کھائے۔ اور موافق یار قرآن ہے۔ اور بے ریا عبادت تفکر (سوچنا) ہے۔ اور بے طمع عالم اللہ تعالےٰ عالم الغیوب ہے۔ ابو بکرؒ نے فرمایا۔ اے فرزند جب تم نے وہ لقمہ کھالیا۔ اور وہ یار حاصل کرلیا۔ اور وہ عبادت بجالائی۔ اور اِس عالم کا آشنا بن گیا۔ تو تجھے کسی کی احتیاج نہیں۔ قطعہ

نخشبی نقدِ دین ز دست مدہ خلق و فضل و کریم بر ہمہ تافت

(اے نخشبی دین کی نقدی ہاتھ سے نہ دے اللہ تعالےٰ کا فضل اور مہربانی سب پر ہوئی)

فقر را پائے بر سر گنج است نقدِ دین ہر کہ یافت ہر ہمہ یافت

(فقر کا پاؤں خزانے کے سر پر ہے۔ جس نے دین کی نقدی حاصل کی اُس نے سب کچھ حاصل کر لیا)

سلک ۲۹ - حقائق کے آسمان کے راستہ دان اور باریک باتوں کے افکار کے سوچنے والے یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عالم حقیقت سے گذر کر اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچے۔ تو درگاہ الٰہی سے خطاب ہوا۔ "اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ" (کیا نہیں دیکھتا تو کہ میں تیرا پروردگار ہوں اور سائے کو کیسا دراز کیا ہے)۔ وہاں تک پہنچنے سے پاؤں تھم گئے۔ جب اس سے پھر تبلیغ رسالت اور عالم حقیقت پر واپس آئے۔ تو آپ حیران ہوئے۔ اور فرمایا "اَلَمْ تَرَ" کا خطاب اُس شخص کو کرتے ہیں۔ جو بقار کی صفت سے موصوف ہو۔ جب میری ہستی ہی مجھ میں بسبب انوار تجلی کے محو تھی۔ وہ خطاب کا مقام کون تھا۔ یہ ایک بھید ہے۔ جس کو عقلیں معلوم نہیں کر سکتیں۔

اے درویش اگر تو بھی آج اپنی ہستی کو نیستی میں تبدیل کر دے۔ تو ایسا مست ہو جائے۔ کہ ہرگز نیستی کی گرد تیری ہستی کے نزدیک نہ پھٹکے۔ لیکن یہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ تو آج کس چیز میں مشغول ہے۔ کہتے ہیں کہ کامل عقلمند کے لئے یہ بات مناسب نہیں۔ کہ آج ایسی چیز میں مشغول ہو۔ جس پر قیامت کے دن مواخذہ ہو سکے *

اے عزیز آج وقت ہے۔ لیکن ایسا کام کرنا جو کل تیرے کام آئے۔ جب اللہ تعالےٰ کسی سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس پر عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور سُستی کی کھڑکی بند کر دیتا ہے۔ اُس مقبولِ خدا کی ایک علامت یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی کو ایسے کام میں لگا دیتا ہے۔ کہ وہ کام اُس کے کسی کام نہیں آتا۔ بیچارے آدمی کے پاس عمر تھوڑی ہے اور حرص زیادہ۔ وہ تھوڑی (عمر) ہر لحظہ تھوڑی ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ زیادہ (حرص) دم بدم زیادہ ہوتی جاتی

ہے۔ آدمی سے قیامت کا کام کب بن آتا ہے +

سُنو! سُنو!! ابراہیم موصلی کا ایک غلام تھا۔ جو معرفت سے پورے طور پر واقف تھا۔ لیکن آقا کو اُس کی خواجگی کی بابت کچھ علم نہ تھا۔ اِس لئے اُسے سقّے کا کام دیا۔ ایک دن اُس سے پوچھا۔ اے غلام! تیری کیا حالت ہے۔ غلام نے کہا۔ بہت بُری۔ خواجہ نے کہا کیوں کیا سبب؟ اُس نے کہا سبب پوچھتے ہو۔ اِس سے زیادہ اور کیا سبب ہو سکتا ہے۔ کہ مجھے ایسا کام دیا گیا ہے۔ کہ میں اس سے کبھی خلاصی نہیں پا سکتا۔ مجھے سقّے کا کام دیا گیا ہے۔ کہ نہ خلقت سیر ہوگی اور نہ دجلہ کا پانی کم ہوگا۔ میں قیامت کا کام کب کر سکونگا + **قطعہ**

نخشبی نیک مفلسی ز عمل　　　فاعلان اندایں نمونہ روند

(اے نخشبی تو عمل سے بہت مفلس ہے　　　عامل لوگ اِس نمائش میں نہیں جاتے)

بندگان پیشِ بادشاہِ قدیر　　　با دو دستِ تہی چگونہ روند

(غلام قدرت والے بادشاہ کے پاس　　　دونو ہاتھ خالی لے کر کب جاتے ہیں)

سِلکت۔ جاننا چاہئے۔ کہ کوئی مخلوق انسان سے زیادہ ضعیف نہیں "خلق الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" اور خدائے قوی اور قاہر کا نافرمان اور کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن یہی انسان۔ "قِیْلَ لِاَبُوْزَرْجَمْھَرْ اَیُّ الدَّوَابِ اَجْرَءُ قَالَ الْاِنْسَانُ وَضَعَ بَیْنَ یَدَیْہِ مِضْمَارُ الْمَوْتِ وَالْفَقْرُ وَالنَّارُ وَاللہِ رَائِقَۃٌ وَالْاَنْبِیَاءُ سَابِقَۃٌ وَالْکُتُبُ قَائِدَۃٌ وَھُوَ جَمُوْعٌ لَمْ یَکُنْ" (بزرجمہر سے پوچھا گیا کہ کونسا حیوان سب سے زیادہ سرکش ہے اُس نے کہا انسان۔ اسواسطے کہ اس کے سامنے موت۔ فقر۔ اور آگ رکھی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُسکو آگے سے چلاتا ہے۔ اور انبیاء اُسے آگے سے کھینچتے ہیں اور کتابیں اُسے پیچھے سے ہانکتی ہیں لیکن وہ نہیں نرم ہوتا)

ایک بزرگ جو ہمیشہ حکم شدہ مراقبہ میں رہتا تھا۔ اور جو باتیں نہ کرنے کا حکم تھا۔ اُن سے الگ رہا کرتا تھا۔ یوں کہا کرتا تھا۔ کہ بیچارہ آدمی جو ساری عمر امر و نواہی

میں مجبور رہے - اور امر کی توفیق اور نہی سے بچنا دوسرے کے قبضۂ اقتدار میں ہو - امر اسے ایک طرف کھینچے اور نہی دوسری طرف - اور اسے یہ قدرت نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے ارادے بغیر ایک دم امر کی طرف مائل ہو - یا نہی کی طرف قدم رکھ سکے - اور اس پر طرفہ یہ کہ اسے باوجود اتنی گھبراہٹ کے فاعل مختار کہتے ہیں جس کو اپنے تئیں ہَیں اور ہم کہکر کلام کرنے کی اجازت نہیں - وہ اپنے آپ کو فاعل مختار کس طرح کہہ سکتا ہے - اور اس طاعت کا دعوےٰ جس کی طاقت پاک فرشتوں کو بھی نہیں - کس طرح کر سکتا ہے - اور اپنے تئیں فاعل مختار اور صالح کس طرح خیال کر سکتا ہے ✢

سُنو سُنو! ایک دفعہ موسےٰ علیہ السّلام کو حکم ہؤا - کہ تیری قوم میں جو نیک لوگ ہیں - اُن کو دوسروں سے جُدا کر - موسیٰؑ نے جب خلقت کو کہا - تو بہت سے لوگ باہر نکل آئے - پھر حکم ہؤا - کہ جو ان میں سے زیادہ نیک ہیں - اُن کو الگ کرو - موسیٰ علیہ السّلام نے ستّر آدمیوں کو چُنا - جن میں سے صرف تین آدمی منتخب کئے گئے - پھر اللہ تعالےٰ کا فرمان پُہنچا " یَا مُوسیٰ ھٰذِہِ الثَّلَاثَۃُ اَبْغَضُ خَلْقٍ اِلَیَّ لِاَنَّھُمْ لِمَا سَمُّوْ اَلْھُمُ الصَّالِحِیْنَ عَدُّوْا اَنْفُسَھُمْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ " (اے موسےٰ یہ تین آدمی خلقت سے زیادہ بغض رکھنے والے ہیں میری طرف - اس واسطے کہ جب انہیں نیک مردوں کے لئے کہا گیا - تو اُنھوں نے اپنے تئیں نیک مرد خیال کیا) ✢

اے عزیز! یہ ایسی راہ ہے - کہ اس میں طاعت کا دعوےٰ کرنے سے طاعت کا نہ کرنا بہتر ہے - شریعت کی ولایت میں مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں - لیکن عالم طریقت میں مدعی کو قید خانہ میں بھیجتے ہیں - قطعہ

نخشبی تا نظر بخود نکنی ‌ ‌ ‌ مثل ایں کار مرد رہ نکند ✢

(اے نخشبی تو ہرگز اپنی طرف غرور کی نظر سے دیکھنا۔ کیونکہ ایسا کام اِس راہ کا مرد نہیں کرتا)

ہر کرا سوئے خود نظر باشد ہیچ کس سوئے او نظر نکند

(جو شخص اپنی طرف دیکھتا ہے - تو کوئی شخص بھی اُس کی طرف نہیں دیکھتا

سلک ۳۱ - جاننا چاہیئے - کہ ایسی بُری صحبت کی نسبت جو سالک کو مشغولیٔ حق سے باز رکھے - مُردوں کی صحبت بہتر ہے - واسطی جو کہ طریقت کے قلادہ کا وسیلہ تھے - یوں فرماتے ہیں - کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اکثر قبرستان میں جایا کرتے تھے - جب لوگوں نے آپ سے پوچھا - اے زندہ باطن یہ کیا سبب ہے - کہ آپ نے مُردوں کی صحبت اختیار کی ہے - آپ نے جواب دیا کہ یہ ہمنشینی میں نے اِس واسطے اختیار کی ہے - کہ اگر میں اِن کے ہاں جاتا ہوں - تو وہ مجھ سے ہنسی مخول نہیں کرتے - اور جب میں چلا آتا ہوں - تو میری غیبت نہیں کرتے - اور اُن سے کوئی ایسا فعل یا قول سرزد نہیں ہوتا - جو میری ناراضگی اور رنجش کا باعث ہو ؎

ایک رات حسب عادت قبرستان میں گئے - اور کہا "السلام علیکم اے میرے بھائیو" کسی نے جواب نہ دیا - آپ نے کہا - تمہیں کیا ہو گیا ہے - کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیتے - آواز آئی - آپکو طاعتوں کی طرف سے سلام ہو - ہم پر طاعتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں" جب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں - کہ جب مَیں نے یہ سُنا تو کہا "اے مردوں کے گروہ تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں - اور تمہارے گھر ویران ہو چکے ہیں - اور تمہاری عورتوں نے اور نکاح کر لئے ہیں - اور تمہارے شریک مطیع ہو چکے ہیں - یہ ہمنے تجھے خبر دی - اب تم اپنی کہو" تو ایک قبر سے آواز آئی "اے امیر المومنیں جو کچھ ہم نے آگے بھیجا سو پا لیا - اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے - ہمیں

اُس کی اطلاع مل گئی"

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی
نظامی محلہ لوہاراں بہاولپور

اے عزیز! سفر کی دو قسمیں ہیں - ایک دُنیاوی دوسرا اُخروی - دُنیا کے سفر میں اپنا توشہ اپنے پاس سے اپنے ساتھ لے جانا چاہیئے - لیکن آخرت کے سفر میں اپنا توشہ جانے سے پیشتر بھیج دینا چاہیئے + قطعہ

نخشبی توشہ در سفر شرط است	راہ بے توشہ طے چساں باشد
(اے نخشبی سفر میں توشے کا ہونا ضروری ہے	بے توشہ راہ کس طرح طے ہو سکتا ہے)
ہر کسے پیشتر فرستادہ است	توشۂ راہ ہماں باشد
(جس نے پہلے بھیج دیا ہے -	وہی راہ کا توشہ ہو سکتا ہے)

سلک ۳۲ - اہل تحقیق جو خلقت میں سے افضل شمار کئے جاتے ہیں - یوں بیان کرتے ہیں - کہ خلقت تین طرح کی ہے - اول وہ جن کا باطن ان کے ظاہر کی نسبت زیادہ آراستہ ہو - اور وہ اولیاء ہیں - دوسرے وہ جن کا ظاہر باطن کی نسبت زیادہ آراستہ ہو - وہ جاہل ہیں - تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن یکساں ہو - اور وہ علماء ہیں - عالموں کا قول ہے - کہ علم بکثرت ہے - کوئی شخص سارے علم کو حاصل نہیں کر سکتا - اِس لئے صرف اس میں سے جو اچھا اور ضروری ہو - اسے حاصل کرو - اے عزیز! علم بہت ہے - اور عمر تھوڑی اور علم کا طالب حریص ہے - جو اس تھوڑی سی عمر میں جو اسے دی گئی ہے - تمام علوم کا حاصل کرنا ناممکن ہے - اس لئے سالک کو چاہیئے کہ وہ علم جو سب سے زیادہ ضروری ہے - اس میں مشغول ہو - اور اگر اسے فرصت ملے تو دوسرے علوم میں مشغول ہو جائے - اور اگر عمر خالی جائیگی - تو جو عمل اُس نے کیا ہوگا - وہ علم سے خالی نہ ہوگا - اے بھائی علم تو وہی علم ہے جو گذشتہ لوگوں کو حاصل تھا - لیکن فرق صرف اتنا ہے - کہ آج کل کے عالم ویسے

عالم نہیں۔ اِس سے پہلے سارے عالم صاحب عمل ہوتے تھے۔ اور آجکل سب صاحب گفتار (صرف قول ہی قول ہے فعل نہیں)۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قارورہ تشخیص کے لئے ایک یہودی طبیب کے پاس لے گئے۔ تو اُس نے اس کی تشخیص کے بارے میں کہنا شروع کیا۔ "مَا عَلِمْتُ اَنَّ فِی اللّٰہِ بِحَقِیْقَتِہٖ مِثْلَ ھٰذَا الرَّجُلِ"۔ (مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی حقیقت میں ایسے آدمی بھی ہیں) یہ کہکر فوراً مسلمان ہو گیا +

اے عزیز! بعض لوگ وہ تھے۔ جن کا قارورہ دیکھکر ستّر سالہ کافر مسلمان ہوُا۔ اور بعض وہ بھی ہیں کہ اُن کی بات سُنکر اسّی سالہ مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ قطعہ

نخشبی شرمِ خلق بد باشد لقمۂ زشت حلق مے گیرد

(اے نخشبی خلق کی شرمندگی بہت بُری ہوتی ہے۔ بُرا لقمہ حلق پکڑ لیتا ہے۔)

خوب پہلوئے زشت زشت شود خلق را شرمِ خلق مے گیرد

(بُرے کے پاس ہونیسے اچھا بھی بُرا ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو خلقت کی شرم روک رکھتی ہے)

سلک ۳۲۔ جاننا چاہئے۔ کہ جو محبوب کی یاد میں محو ہے۔ وہ زندہ ہے۔ اگرچہ وہ مُردہ ہو۔ اور جو محبوب کی یاد سے غائب ہے۔ وہ مردہ ہے گو وہ زندہ ہی ہو۔ عبداللہ مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں ایک مُردے کو نہلانے لگا۔ جب مَیں نے اس کی جائے براز کو صاف کرنا چاہا۔ تو اُس نے میرے دونو ہاتھ پکڑ لئے اور صاف نہ کرنے دی۔ مَیں نے اُس سے پوچھا۔ کیا تو مرنے کے بعد بھی زندہ ہی ہے۔ گھر کے ایک کونے سے آواز آئی "کیا تجھے اِس بات کا علم نہیں کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا وہ مُردہ نہیں +

اے عزیز! جو زندہ ہیں وہ کبھی نہیں مرتے۔ نہ ہر زندے کو زندہ کہہ سکتے

ہیں۔ اور نہ ہر مُردے کو مُردہ۔ ان کے نزدیک مرنا جینا معاملے سے تعلّق رکھتا ہے۔ ایک دفعہ جنید قدس اللہ سرہٗ نے جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ مُردے پر چار تکبیروں سے زیادہ کا حکم نہیں۔ آپ نے پانچ کس طرح کہیں۔ آپ نے فرمایا"چار تو میں نے اِس مُردے پر کہیں۔ اور پانچویں ان زندوں کے لئے جو اِس مُردہ سے بھی بدتر ہیں ✣

اے عزیز! زندہ مردہ اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جو گناہ سے نہ ڈرے۔ پہلے زمانے میں وہ لوگ تھے۔ جن کو دوسروں کے گناہ سُنکر تپ ہو جاتا تھا۔ اور آج کل اپنے گناہوں کے سبب سے بھی باطن گرم نہیں ہوتا۔ یہ ایک پُرانی رسم ہے۔ کہ بہار کا موسم آتے ہی لوگ کھیل کود میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اِس خوف سے معروف کرخی جو کہ عالم طریقت کی بہار تھے۔ ہر سال موسم بہار کے آنے پر بیمار ہو جاتے۔ اور فرماتے۔ کہ اب پھر موسم بہار کے آنے سے خلقت کھیل کود میں مصروف ہو جائیگی ✣

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ عید کے دن سیاہ کپڑے پہنے ہوئے آہ و زاری کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آج رونے کا کونسا موقع ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ خلقت آج اس طرح عید میں مشغول ہے۔ کہ خدا کو بھی یاد نہیں کرتی۔ میں ان کی غفلت پر روتا ہوں۔ افسوس ہے اُس شخص پر جس نے غفلت کی ✣ قطعہ

نخشبی نیک غافلی از دیں	وآنکہ در تحتِ چرخ فیروز است
(اے نخشبی تو دین سے بہت غافل ہے	یہ جان لے کہ آسمان کے نیچے فیروزہ ہے)
نیست بیروں زغفلتِ آرے	غفلتے آدمی نہ امروز است

(غفلت سے کوئی خالی نہیں - آدمی کی غفلت کوئی آج ہی نہیں)

سلک ۳۴ - اے مخاطب جب تک تجھے اپنی تکلیف اور آرام کا سبب معلوم نہ ہوگا - تجھے کسی اور سبب سے مواخذہ ہوگا - جو رنج اور آرام تجھے پہنچیگا - تو خود ہی اس کا باعث ہے - جیساکہ مور کے پر اس کے وبال کا باعث ہیں - اور لومڑی کے بال اُس کے وبال کا باعث ہیں - اسی طرح عاشق کا وبال اس کی آنکھیں ہیں - پس جو گھر برباد ہؤا - وہ آنکھوں کے فعل کے باعث ہؤا - ایک دفعہ ایک عاشق کی آنکھ کی پُتلی روتے روتے سفید ہوگئی - ایک دن طبیب نے اُسے کہا - اگر تو کہے تو میں تیری آنکھ میں دوا ڈالوں - اور ایسی ہی روشن کردوں - جیسی کہ پہلے تھی - عاشق نے کہا اے خواجہ تو اپنی دوا کو کہیں اور جگہ استعمال کر - کیونکہ مجھے یہ تکلیف روشن آنکھ کے سبب پہنچی ہے - اِسی طرح کہیں ایک بچّہ رو رہا تھا - کسی نے پوچھا کہ اِس لڑکے کو کس نے رُلایا ہے - ایک نے کہا اِس کے عمل نے - شاید وہ تو نے سُنا ہوگا - کہ ایک حکیم کا لڑکا مر گیا - لوگوں نے پوچھا - کہ اس کی موت کا باعث کیا تھا - اُس نے کہا یہی اِس کی زندگی +

سُنو! سُنو!! ایک اعرابی نے ایک عورت سے نکاح کیا - جو از روئے حسب ونسب اُس کی نسبت شریف تھی - پس اُس بدو نے کہا - اے ہندہ تو بہت بزرگ اور سردار ہے - اُس نے کہا - یہ اِس واسطے ہے - کہ میرا وطن تیرے گھر میں ہے (یعنے میں تیری نسبت حسب ونسب میں اچھی ہوں نہ کہ دوسروں کی نسبت) + قطعہ

تخشبی درد کس بکس نرسد سر ایں حرف در زمانہ کراست

(اے تخشبی کسی کا درد کسی کو نہیں پہنچتا اس بات کا بھید زمانہ میں کس کو حاصل ہے

مرد از شومِ خود شود گشتہ ‌ ‌ ‌ نہ زکس ہم ز ماست آنکہ بماست

دانسان اپنی بدعملی کے سبب خود پھر اہؤا ہے ‌ ‌ ‌ جو کچھ ہمیں مصیبت ہے یہ سب اپنا کیا ہوا ہمارا ہمارے پیش آیا ہے

سلک ۳۵ - حقیقت کی سلطنت کے تاجدار اور طریقت کی بادشاہت کے بالاپوش فرماتے ہیں - کہ جب مجازی بادشاہ کسی کو اپنی درگاہ کا مقرب بنانا چاہتے ہیں - تو اُسے کلاہ اور قبا عنایت کرتے ہیں - لیکن حقیقی بادشاہ جب کسی کو اپنا قرب اور خوشی کی بساط عطا کرنی چاہتا ہے - تو کلاہ اور قبا اُس سے لے لیتا ہے - اے بھائی جس معاملے کے ساتھ خلقت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں - اُسی معاملے کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے زندگی بسر نہیں کی جا سکتی - اِس واسطے کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے - وہ اُس سے دُور بھاگتا ہے - اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ باوجود اُس کے بھاگنے کے اُس کی طرف جاتا ہے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک معشوق نے اپنے عاشق کو کہا - کہ اگرچہ میں ظاہر میں تجھ تک نہیں پہنچ سکتا - لیکن میرا دل ہمیشہ تیرے خیال میں لگا رہتا ہے - اُس نے کہا مجھے تیرے دل کی خبر نہیں - تو ظاہر میں میرے ساتھ رہو - اور دل میں خواہ کسی کا خیال رکھ +

عزیز من! یہ معاملہ خدا کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا - اِس واسطے کہ جسے اُس درگاہ کا خیال دماغ میں بیٹھتا ہے - اُسے یہ بھی لازم ہے - کہ دل سے بھی اُسی بارگاہ میں موجود رہے - اور ظاہر میں خواہ کہیں چلا جاوے - ایک رات ایک درویش کسی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا - کہ برسات شروع ہو گئی - اُس کا دل حجرے کی طرف مائل ہؤا - مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی - کہ اے درویش یہ نماز جو تو ادا کر رہا ہے - اِس کا احسان ہم پر کچھ نہیں - اِس واسطے کہ جو کچھ تجھ میں لطیف ہے (یعنی دل) وہ تو ہر گھڑی تو گھر میں بھیجتا ہے - اور جو کچھ تجھ

میں کثیف ہے۔ اُسے یہاں چھوڑتا ہے۔ **قطعہ**

نخشبی دل شگرف کالاے است — ہرچہ جز دل بود تمام گِل است
(اے نخشبی دِل بہت ہی عجب اسباب ہے — اور جو کچھ دل کے سوا ہے وہ سب مٹی ہے)

گرچہ در چشم کار بسیار است — آنچہ کاری بود بچشمِ دِل است
(اگرچہ آنکھ بہت سے کام کرسکتی ہے — لیکن جو عمدہ کام ہے وہ دل کی آنکھ سے ہو سکتا ہے کہ ظاہری آنکھ سے)

سلک ۳۶۔ وہ شیر جو جنگلی شیروں کی طرح مردانِ خدا کے سردار ہیں۔ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ طریقت کا طرہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ہر وقت خوش رہنا چاہے۔ تو جو اُسے ملے وہ کھالے۔ اور جو اُس کے پاس ہو وہ پہن لے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس سے سلوک کرے۔ اُس پر راضی رہے۔ اور یہ کنایہ "لِمَنْ صَبَرًا" کی طرف ہے ٭

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بیابان میں مَیں نے ایک بدو کو دیکھا۔ جس کی دونو آنکھیں دُکھنے آئی ہوئی تھیں۔ میں نے اُس سے پوچھا کیا تیری آنکھ درد کرتی ہے۔ اُس نے کہا کرتی تو ہے۔ لیکن طبیب نے یہ تاکید کی ہوئی ہے۔ کہ صبر کرو۔ عشق کی بیماری کے نبض شناس کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی کو کسی قسم کا درد ہو۔ تو صبر سے بڑھکر اور کوئی اِس کا علاج نہیں۔ کیونکہ صابروں کے کام کا انجام نیک ہوتا ہے ٭

سُنو! سُنو!! ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بیابان میں ایک عورت اور خاوند کو دیکھا۔ کہ عورت بڑی اعلیٰ درجہ کی حسین تھی۔ اور خاوند سخت بدصورت تھا۔ عورت نے خاوند کو کہا۔ کہ قیامت کو میں بھی بہشت میں ہونگی اور تو بھی ہوگا اُس نے کہا۔ اِس کی دلیل کیا؟ عورت نے کہا اِس کی دلیل یہ ہے۔ کہ دُنیا میں تجھے مجھ پر مبتلا کیا ہے۔ اور مجھے تیرے حوالے کیا ہے۔ تو اس کا شکر بجا لاتا ہے

اور میں تیری بدصورتی پر صبر کئے ہوئے ہوں۔ چونکہ ہم صابر اور شاکر ہیں اِس لئے ہمیں بہشت نصیب ہوگی۔ کیونکہ صابروں اور شاکروں کا مقام بہشت ہے +

قطعہ نخشبی صبر کارہا دارد ۔ وقت او خوش کہ ایں نمط بشناخت

(اے نخشبی صبر سے بہت کام نکلتے ہیں وہ شخص بہت ہی خوش وقت ہے جس نے اس طریقہ کو پہچان لیا)

ہر کہ بر دردِ خویش صبرے کرد دردِ او را خدائے دارو ساخت

(جو اپنے درد پر صبر کرتا ہے۔ اُس کے درد کی دوا خود خدا بناتا ہے)

سلک ۳۔ وہ گروہ جن کا اعتبار اس وعدہ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" (اور زمین پر کوئی ایسا چارپایہ نہیں جس کا رزق اللہ تعالٰے کے ذمے نہ ہو) پر کامل ہے۔ اس طرح فرماتا ہے۔ کہ فرمانبرداری یا نافرمانی اور دانائی یا نادانی اور طلب کرنے اور کام کرنے سے رزق نہ کم ہوتا ہے۔ نہ زیادہ۔ ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ دُنیا میں مَیں دو قسم کی چیزیں دیکھتا ہوں۔ ایک وہ جو میری قسمت میں ہیں۔ اور دوسری وہ جو اوروں کی قسمت کی ہیں۔ جو میری قسمت کی ہیں۔ اگر میں ہوا پر سوار ہو کر اُن سے گریز کروں۔ تو غالباً وہ مجھے مل ہی جائینگی۔ اور جو دوسروں کی قسمت کی ہیں۔ اگر میں ہوا پر سوار ہو کر اُن کی طلب کروں۔ تو ہرگز وہ مجھے نہیں ملینگی۔ پس جو شخص رزق کے لئے سرگردان ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے آپ کو سرگردان کرتا ہے۔ بلکہ رزق کو بھی +

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے "اَلرِّزْقُ يَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ" (رزق بندے کی ایسی ہی تلاش کرتا ہے۔ جیسے وہ رزق کی کرتا ہے) +

اے عزیز! جس طرح موت سے چارہ نہیں۔ اسی طرح رزق سے کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ رزق سب سے بڑھکر طلب کرنے والا ہے۔ ابوالقاسم حکیم کا قول ہے کہ توحید اور رزق میں شک کرنا یکساں ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بجا بصرہ میں قحط

پڑا- لوگوں نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو اُس کی اطلاع دی- آپ نے فرمایا- کہ اگر اناج کا بھاؤ اِس قدر گران ہو جائے- کہ ایک دانہ ایک مثقال کو ملے- تو بھی مَیں رزق کے لئے غمگین نہ ہونگی- اِس واسطے کہ جس طرح ہم پر اُس کے حُکم کے موافق اُس کی عبادت لازم ہے- اِسی طرح اُس (خدا) پر لازم ہے- کہ حسب وعدہ ہمیں رزق دے +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ چند دولتمندوں نے ایک درویش سے پوچھا- کہ تمہارا شام کا کھانا کس باورچیخانہ میں ہے- اُس نے جواب دیا- کہ جس باورچیخانہ میں تمہارا دوپہر کا کھانا ہے + قطعہ

نخشبی از خداست رزقِ ہمہ	مے بُرد زآفتاب عالم نور
(اے نخشبی جس طرح جہان سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے	اسی طرح سب کو اللہ تعالےٰ سے رزق پہنچتا ہے)
ہست اندر جہانِ کون و فساد	نانِ شاہ و گدا زیک تنور
(اسی دُنیا میں بادشاہ اور فقیر کی روٹی	ایک ہی تنور سے نکلتی ہے)

سِلک ۳۸- اہل انصاف کہتے ہیں- کہ کسی پر ظلم جائز نہیں- لیکن اپنے نفس پر جائز ہے- ایک جہان کے گھر کو تباہ کئے ہوئے خالی ہاتھ ویرانہ میں بیٹھا ہُوا تھا- اور کہہ رہا تھا- کہ جو کسی پر ظلم کرتا ہے- اُس کا گھر ویران ہو جاتا ہے- جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا" (پس یہ اُن کے گھر ہیں جو بوجہ اُن کے ظلم کے خالی ہیں) کسی نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کیا ظلم کیا ہے- کہ تیرا گھر ویران ہو گیا ہے- اُس نے کہا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا کہ نفس کو ہمیشہ مجھ سے تکلیف ہی نصیب ہوئی ہے- میں نے کبھی اُس کی آرزو کو پورا نہیں کیا +

سُنو! سُنو!! سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا ایک ہمسایہ یہودی تھا-

ایک دن ایک شخص نے اُسے کہا کہ بایزیدؒ کا ہمسایہ ہوکر یہودی کس طرح رہ سکتا ہے - اُس نے کہا - اے خواجہ ! اگر اسلام وہ ہے - جو بایزید کو حاصل ہے - تو مجھے اور مجھ جیسے سو کو بھی اُس کی طاقت نہیں - اور اگر اسلام یہ ہے - جو تجھے حاصل ہے - تو ایسے اسلام کا نہ قبول کرنا ہی بہتر ہے - یہ بات اُس شخص کو بہت ناگوار گذری - اور خواجہ ابویزید کی خدمت میں گیا - اور عرض کی - کہ اے خواجہ جو مجاہدہ آپ کو دین کی راہ میں حاصل ہے - اور معلوم ہے - مناسب ہے کہ کچھ تھوڑا سا اس کا حال مجھ سے بیان فرماویں - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ اگر میں مجاہدہ اکبر کی نسبت بیان کروں تو تیرا باطن اسے قبول نہ کریگا - لیکن کچھ تھوڑا سا چھوٹا مجاہدہ میں بیان کرتا ہوں - اور وہ یہ ہے - کہ ایک دفعہ میرے نفس نے کسی دینی امر کے بجالانے میں سستی کی تھی - یعنے جو کام اول وقت میں کرنا چاہئے تھا - وہ آخر وقت میں کیا - اس پر میں نے ایک سال تک اسے پانی نہیں دیا تھا + قطعہ

نخشبی نفس در ریاضت بہ	مرد با نفس خویش پنجہ کند
(اے نخشبی نفس کو ریاضت میں لگائے رکھنا بہتر ہے	مردِ خدا اپنے نفس کا مقابلہ کرتا ہے)
صد شکنجہ شمر ریاضتِ نفس	نفسِ خود را کہ در شکنجہ کند
(نفس کی ریاضت کو تو سو شکنجے کے برابر خیال کر +	کون شخص اپنے نفس کو شکنجہ میں ڈالتا ہے)

سلک ۳۹ - بارگاہ الٰہی کے خاص بندے جنہوں نے اُس درگاہ کی بندگی سے دونو جہان کی آقائی حاصل کی ہے - یوں بیان کرتے ہیں - کہ تین چیزیں عبودیت ہیں اوّل نفس کو اُس کی خواہشوں سے منع کرنا - اور دوسرے جسے نفس چاہے اُس کی نسبت اُسے جھڑکنا - تیسرے اپنے مولا کے حکم کی تابعداری کرنا - جس نے یہ تینوں باتیں کرلیں - پس اُس کے لئے منادی کرنے والا سارا دن اور ساری

رات یہ منادی کرتا ہے۔ کہ تو دو نو جہان میں نیک ہے +

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ اُس نے کہا۔ بندگی اس بات کا نام ہے۔ کہ تو اُسے اپنا مالک جانے اور اپنے تئیں اُس کا بندہ کہے اور عبودیت کی بساط پر عیسےٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کسی نے قدم نہیں رکھا۔ وہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اے بھائی بندہ ہونا اور بات ہے۔ اور بندگی کرنی اور چیز ہے۔ اگر بندہ ہونا اور بندگی کرنا ایک ہی بات ہوتی۔ تو شیطان کا مُنہ کالا نہ ہوتا۔ اور "اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ الخ" (بیشک میری لعنت ہے تجھ پر الخ) کی خنجر سے زخمی نہ ہوتا +

سُنو! سُنو!! شام کی نماز کا وقت قریب تھا۔ کہ عزرائیلؑ خیر نساجؒ کی رُوح قبض کرنے کے لئے آیا۔ خیر نساجؒ نے کہا۔ اے روح کے قبض کرنے والے اور اے جسموں کے گھٹانے والے تو بھی خدا کا بندہ ہے۔ اور میں بھی۔ خدا نے تجھے میری رُوح قبض کرنے کے لئے حکم دیا ہے۔ اَور مجھے نماز ادا کرنے کے لئے۔ جو کچھ تجھے حُکم ملا ہے۔ وہ قضاء نہیں ہوگا۔ لیکن جو کچھ مجھے حُکم ملا ہے۔ وہ قبض ہو جائیگا۔ ایک دم ٹھیر تاکہ میں شام کی نماز ادا کر لوں۔ عزرائیل علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی سے حُکم ہؤا۔ کہ اسی طرح کر جس طرح خیر نساج کہتا ہے۔ خیر نساج نے پانی منگا کر بنیا آبدست کیا اور وضو کر کے شام کی نماز ادا کی۔ اَور جان اُس کے حوالے کی۔ یہ اِس لئے ہے۔ کہ اہلِ جہان کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ جو شخص اُس بارگاہ کی بندگی میں چست ہوتا ہے۔ عزرائیلؑ کو بھی اُس کا فرمانروا بنا دیتے ہیں۔ قطعہ

نخشبی بندگی نکو چیزیست۔ نافہ را خون شمر چو بو نبود

(اے نخشبی بندگی بڑی اچھی چیز ہے جب کستوری میں بو نہ آئے تو اُسے خون خیال کرو)

ہر کہ در بندگی نکو باشد　　جز نیکوئی نصیب او نبود

(جو شخص بندگی میں ہوشیار رہتا ہے　　اُسے نیکی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا)

سلک ۴۰ - جاننا چاہئے - کہ دین کے مرد اور یقین کے جوانمرد کہتے ہیں - کہ جو مرد دین کی راہ میں ناقص ہیں - اُن پر عورتوں کو بھی شرف حاصل ہے - ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جو طریقت کے مصر کے عزیز و بادشاہ تھے - یوں فرماتے ہیں - کہ ایک دفعہ میں نے بحیرۂ شام کے کنارے ایک مردانہ عورت دیکھی - میں نے اُس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتی ہے - اُس نے کہا - میں اُس قوم کے پاس سے آئی ہوں - جن کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں - اور وہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں - (لَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ) - میں نے پوچھا - کہاں جائیگی - اُس نے کہا - میں اُن لوگوں کے پاس جا رہی ہوں جن کو تجارت اور خرید و فروخت یاد الٰہی سے باز نہیں رکھتی - (رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ) +

عزیز من! جب قیامت کو مردانِ دین کے میدان میں آواز آئیگی - کہ کون ہے مردِ میدان - تو اُس وقت سب سے پہلے اُس میدان میں مریم قدم رکھیگی +

سُنو! سُنو!! کہتے ہیں - کہ ایک شہر میں ایک عورت نہایت حسین تھی - جس نے اپنے حُسن کے باعث کئی داناؤں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا - جو شخص اُسے دیکھتا وہ اُس پر فریفتہ ہو جاتا - اور جب تک وہ اُس سے دس ۱۰ دینار نہ لے لیتی - اُسے قبول نہ کرتی - ایک روز ایک زاہد اُسے دیکھکر اُس پر مبتلا ہو گیا - اُس نے بہتیرا چاہا کہ میں اُس سے الگ رہوں - لیکن عشق کے کوتوال نے بے دھڑک اس کا گریبان پکڑ ہی لیا - آخر کار وہ اپنی کُٹیا

میں آیا - اور تسبیح اور مُصلّٰے اور جو کچھ اُس کے پاس تھا - سب بیچ باچ کر دس دینار حاصل کئے - اور اُس کے گھر گیا - جب اُس عورت سے ہم بستر ہونے لگا - تو عنایتِ ازلی کے نقیبوں نے اُسے ڈانٹا کہ اے زاہد تو اتنے سالوں کا مردی کا دعوےٰ عورت کے حق میں کر دیگا - اُس کے دل میں خفقان سا پیدا ہوُا - اور اس کا اثر اُس کے چہرے پر ظاہر ہوُا - عورت نے کہا - کہ تجھے کیا ہو گیا - اُس نے کہا - مجھ پر خوف الٰہی نے اثر کیا ہے - مَیں یہ کام نہیں کرونگا - زاہد یہ کہکر گھر سے باہر ہو گیا - اور دوڑ کر اپنے ایمان کو بچا لے گیا - جب عورت نے یہ حال دیکھا - تو اُس کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی - اور کہنے لگی - کہ جس خدا سے وہ ڈرتا ہے - وہی میرا خدا ہے - وہ گناہ کئے بغیر ہی ڈرتا ہے - تو میں کیوں نہ ڈروں - جس نے اِس قدر گناہ کئے ہیں - فوراً توبہ کی اور خدا رسیدہ ہو گئی - **قطعہ**

نخشبی چست باش در رہِ عشق ۔ قیمتی شد بدھر نافہ زبو +
(اے نخشبی تو عشق کی راہ میں ہوشیار رہو ۔ کیونکہ نافہ کی قیمت زمانہ میں اُسکی خوشبو کے سبب سے ہوتی ہے)

مرد کو چست نیست در رہِ دیں ۔ نزدِ من مردِ راہ زن بہ ازو +
(جو مرد دین کی راہ میں چست نہیں - میرے نزدیک اُس مرد سے وہ عورت اچھی ہے جو مردِ راہ ہو)

سلک ۱۸۱ - وہ صاحب یقین جن کا یقین پُختہ اور عقیدہ درست ہے - کہتے ہیں - کہ ایمان کے نور سے آنکھوں کے دیکھنے کا نام یقین ہے - اور بعض کہتے ہیں کہ کشف قلوب سے اپنے عیبوں کے مشاہدہ اور افکار کے مخاطبہ سے اسرار کے ملاحظے کا نام یقین ہے - جُنَید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - کہ جس کا علم یقین سے اور یقین خوف سے اور خوف عمل سے اور عمل عبادت سے اور عبادت اخلاص سے اور اخلاص مشاہدہ میں مبدل نہیں ہوُا - وہ ہلاک ہونیوالا ہے

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے زیادہ خوف اس اُمت کے یقین کی کمزوری کا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ پختہ یقین سے بڑھکر کوئی دولت نہیں۔ ہم کیسے بے ہمت لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اُس وعدہ کا خیال ہی نہیں کرتے۔ وہ خود ہمارے رزق کا ضامن ہے۔ اور ہم رزق کے لئے کڑھتے ہیں۔ لیکن یہ ساری ذلت اپنی ہی بدعملی کے باعث ہے۔ ایک عیالدار درویش کو چند روز تک کچھ نہ ملا۔ آخر تنگ آکر اپنی کٹیا سے باہر نکلا۔ اور ایک شخص سے کچھ مانگا۔ فوراً اُسے چوری کی تہمت لگاکر گرفتار کرلیا۔ اور اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ درویش نے اپنا کٹا ہؤا ہاتھ لاکر اپنی بیوی کو دکھایا۔ اور کہا۔ کہ یہ ہاتھ میں نے خلقت کی طرف پھیلایا تھا۔ اِس لئے اِس کے کاٹے جانے کا عذاب مجھے ملا۔ اگر میں اپنا دِل دُنیا کی طرف لگاتا۔ تو شاید مجھے یہ عذاب ہوتا کہ پروردگار سے دل منقطع ہوجاتا۔ نعوذباللہ منہا +

سُنو! سُنو!! مروق رہ فرماتے ہیں۔ کہ رزّاق مطلق پر میرا نیک گمان اُس وقت پختہ ہوتا ہے۔ جبکہ غلام گھر سے آکر مجھے اِس بات کی اطلاع دیتا ہے۔ کہ آج ہمارے باورچیخانہ میں تمہارا دن کا کھانا نہیں۔ اُس وقت مَیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ بہت اچھا روزی پُہنچانے والا ہے۔ وہ ضرور کسی کو اسی وقت بغیر کسی کے احسان اور مدد کے مجھے روزی پُہنچائیگا + قطعہ

نخشبی شک از یقیں بردار
رسم آزادگان ہمیں باشد
(اے نخشبی تو یقین سے شک ہٹالے (یقین واثق رکھ)
یہی آزاد مردوں کا طریقہ ہے۔)

پائے بر آسماں نہد بے شک
ہر کرا در یقین یقین باشد
(وہ شخص جسے یقین پر یقین ہے۔
وہ بیشک آسمان پر پاؤں رکھتا ہے)

سلک ۴۲۔ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کہ اُن کے مناقب کی آواز سے آسمان کے کان

بھی بہرے ہو رہے تھے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ یقین آسمان کی راہ کو پہچانتا ہے۔ اجمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بیابان میں مَیں نے ایک لٹیرے بدو کو دیکھا۔ جب اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ تو اُس نے تلوار سوت لی۔ اور مجھے کہا۔ کہ اپنے کپڑے اُتار ڈال۔ مَیں نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ اُس نے کہا۔ لٹیرے کسی کو نہیں جانتے۔ مَیں نے کہا۔ کیا تجھے اس بات کا علم نہیں۔ کہ جو کچھ تو کر رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اِس کا مطالبہ تجھ سے کریگا۔ اُس نے کہا یہ ضروری ہے۔ کہ میں اپنی روزی اپنے کام کے ذریعہ حاصل کروں۔ میں نے کہا۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تو زمین رزق کو ڈھونڈتا ہے۔ اُس نے کہا۔ اگر ایسا نہیں تو میں کہاں سے طلب کروں۔ مَیں نے کہا" وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ" (اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے)۔ بدّو نے جب یہ بات سُنی۔ تو تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور کہنے لگا۔ استغفر اللہ میرا رزق آسمان میں ہے۔ اور مَیں زمین پر ڈھونڈتا ہوں۔ ابھی یہی گفتگو کر رہا تھا۔ کہ دو گرم روٹیاں اور ایک پیالہ شوربے کا اُوپر سے اُسے مِل گیا۔ جب اُس نے یہ دیکھا۔ تو عذر معذرت کرنے لگا۔ اور کہا۔ خدا آپ کو ہدایت دے جیسا کہ آپ نے مجھے رزق کی ہدایت کی +

عزیز من! سبب سے بالکل قطع نظر کرنی چاہیئے۔ اور دل مسبب (خدا) کی طرف لگانا چاہیئے +

سُنو! سُنو!! کہتے ہیں۔ کہ موسےٰ علیہ السّلام کے وقت میں بارش کی قلت ہو گئی۔ تو آپ غمگین ہوئے۔ جناب الٰہی سے حُکم ہُوا۔ کہ دو دیگیں چولھے پر رکھو ایک میں پانی۔ مٹی اور بیج ڈال دو۔ اور نیچے آگ نہ جلاؤ۔ اور دوسری میں نرے بیج ڈالکر نیچے آگ جلاؤ۔ جب ایسا کیا گیا۔ تو تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں۔

کہ جس دیگ میں پانی مٹی اور بیج تھے اور اُس کے نیچے آگ بھی نہیں جلائی گئی تھی۔ اُس میں کچھ بھی نہیں اُگا۔ اور جس میں نرے بیج تھے اور نیچے آگ جلائی گئی تھی۔ اُسی میں سبز سُنبل اُگی ہوئی تھی۔ اُس سر پر خاک پڑے۔ جو ایسے مسبب سے دِل برداشتہ ہو جائے۔ اور اُس کی نگاہ سبب کی طرف مائل ہو۔

قطعہ۔ نخشبی بر سبب منہ دلِ خویش مثلِ این از تو عجب باشد

(اے نخشبی تو سبب پر دل نہ لگا۔ کیونکہ ایسی حرکت تجھ سے سرزد ہونی عجیب معلوم ہوتی ہے)

انتظامِ امورِ بہتر کس از مسبب نہ از سبب باشد

(کسی شخص کے کاموں کا بہتر انتظام مسبب کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ سبب سے)

سلک ۴۳۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کے تین حصّے کئے ہیں۔ ایک مومن کو دیا۔ دوسرا منافق کو اور تیسرا کافر کو۔ مومن اُس سے عاقبت کے لئے توشہ حاصل کرتا ہے۔ اور منافق اُسے زینت دیتا ہے۔ اور کافر اُس سے دُنیا میں فائدہ اُٹھاتا ہے۔ جب تو غور کرے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ دنیا ایک کے لئے ضروری ہے۔ دریائے رحمت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو لیکن اہل جہان کیلئے رحمت کرکے) صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کے دریا سے اِس طرح گذر گئے ہیں۔ کہ آپ کی نعلین مبارک کا تسمہ تک تر نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ اہل دنیا پانی پر چلنے والوں کی طرح ہیں کوئی ہی ایسا ہوگا۔ کہ پانی پر چلے اور اُس کا پاؤں نہ بھیگے۔ اور جس کو دُنیا کی تری معلوم ہو گئی ہو۔ اُسے چاہیئے۔ کہ اہل دُنیا کی بدی سے ناراض نہ ہووے۔ اور اُن کو اُنہیں کی حالت پر چھوڑ دے۔ اہل دُنیا میں اِس سے بڑھکر اور کیا بدی ہو سکتی ہے۔ کہ نہ تھوڑے سے وہ سیر ہوتے ہیں۔ اور زیادہ پر قناعت کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کہ میرے بعد دُنیا میں ایک ایسی قوم آئیگی۔ کہ نہ تھوڑی چیز سے اُن کا پیٹ بھریگا۔ اور نہ زیادہ سے پھٹیگا +

اے عزیز! آجکل وہ زمانہ نہیں۔ کہ کوئی کسی سے نیکی کی امید کر سکے اِس زمانہ میں اگر کوئی اپنی بدی غیروں سے ہٹائے رکھے۔ تو یہی بڑا کام ہے پہلے زمانے میں وہ لوگ ہؤا کرتے تھے۔ کہ اگر کسی پر نیکی کرتے تھے۔ تو اُس کے احسان مند ہؤا کرتے تھے۔ اور برخلاف اِس کے آجکل ایسے لوگ ہیں۔ کہ اگر کسی کے حق میں بدی نہ کریں۔ تو اُس پر احسان جتلاتے ہیں۔ لوگوں کی عجب حالت ہے۔ کہ نام کو تو مسلمان ہیں۔ لیکن جو مسلمانی کی باتیں ہیں۔ وہ اُن میں ایک بھی نہیں پائی جاتی۔ اِس کی مثال ایسی ہے۔ کہ کوئی شخص یہ کہے۔ کہ میں نے فلانے سے دولائی لی ہے۔ نہ اس میں استر ہے۔ نہ ابرہ + قطعہ

نخشبی در کسے نماند نیاز	ہمہ دیدہ ام بتائے دید
(اے نخشبی نیاز کسی میں باقی نہیں رہی	مَیں نے اِن آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا ہے)
ہر چہ آں دیدنی است در مردم	چون ببینی ہماں نخواہی دید
(لوگوں میں جو دیکھنے کے قابل بات چاہئے	جب تو غور سے دیکھیگا تو اُسے نہیں پائیگا)

سِلک ۴۴۔ جاننا چاہئے۔ کہ آدمی کے تین مصاحب ہیں۔ ایک رُوح کے قبض کرنے تک جو رہے۔ دوسرا قبر میں ڈالتے وقت تک۔ تیسرا جو قیامت تک رہے۔ پس وہ مصاحب جو جان نکلنے تک رہتا ہے۔ وہ مال ہے۔ اور جو قبر میں ڈالتے وقت تک مصاحب ہوتا ہے۔ وہ اہل و عیال ہے۔ اور جو قیامت تک رہتا ہے۔ وہ اِس کا عمل ہے +

اے عزیز! لوگوں کے لئے کوئی ہمراہی عمل سے بڑھکر نہیں کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام نے مناجات کی۔ کہ اے پروردگار میرا اعمالنامہ مجھے

دکھایا جائے۔ جب دکھایا گیا۔ تو دیکھنے کے بعد آپ نے کھانا پینا موقوف کر دیا اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ اس کے بعد مرتے دم تک آسمان کی طرف رُخ نہیں کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب داؤد علیہ السّلام سے یہ بات ظاہر ہوئی۔ تو آپ سے خوش آوازی چھین لی گئی +

سُنو! سُنو! یحییٰ کبیرؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب داؤد علیہ السّلام اپنی ذلت کے باعث اپنی حالت پر رونا چاہتے۔ تو سات روز تک کھانا پینا بالکل چھوڑ دیتے اور پھر سلیمان علیہ السّلام کو فرماتے۔ کہ آدمی۔ وحشی پرند اور درند کو آواز دے تاکہ جمع ہوں۔ جب اکٹھے ہوتے تو منبر پر چڑھکر آپ اپنی حالت پر بین کرتے۔ اے بے انصاف جس حالت میں پیغمبر مرسل ایک ذلت کے واسطے اتنا آہ و بکا کرتے تھے۔ تو تُو جو ہر روز ہزاروں گناہ کرتا ہے۔ تجھے رات کو نیند کس طرح آتی ہے۔ قطعہ

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی
محلہ لوہاں بہاولپور

نخشبی با خوشی چہ کار ترا — سینۂ مجرماں فگار بود +
(اے نخشبی تجھے خوشی سے کیا واسطہ — مجرموں کا سینہ ہمیشہ زخمی ہوتا ہے)
دمِ خوشی ہیچ وقت بر نارد — ہر کہ چوں تو گناہ گار بود +
(جو شخص تیری طرح گنہگار رہو۔ وہ کبھی — خوشی کا سانس نہیں لیتا۔)

سلکؔ ۴۵۔ وہ لوگ جنہوں نے کبھی امن کے دامن پر پاؤں نہیں رکھا۔ کہتے ہیں۔ کہ حماد عبداللہ رح کہ جن کا پاؤں اِس لائق تھا۔ کہ عرش کی چوٹی پر رکھا جائے اکثر پاؤں کے بل بیٹھا کرتے۔ لوگ آپ سے پوچھا کرتے کہ آپ کیوں چوکڑی مار کر نہیں بیٹھتے۔ تو آپ فرمایا کرتے کہ یہ بیٹھک امن کی ہے۔ اور میں وہ بندہ ہوں جس کو امن نصیب نہیں +

اے عزیز! آدمی کے لئے اِس سے بڑھکر سخت کوئی مصیبت نہیں۔

کہ وہ اپنے تئیں امن میں خیال کرے - اگر کسی کا ایک پاؤں بہشت کے اندر ہو اور دوسرا باہر - تو اُسے بھی بے ڈر نہیں ہونا چاہیئے - جب تک کہ دونو پاؤں بہشت کے اندر نہ رکھ لے - اِس واسطے کہ امن ایک ایسی دولت ہے - جو بہشت کے سوا کہیں نہیں دکھائی دیتی - اہل دُنیا کو جنہوں نے حرف اِس کا نام ہی سُن رکھا ہے - اُس کی حقیقت کی کیا خبر ہے - اے عزیز! اُنہوں نے جس کا نام امن رکھا ہے - وہ دراصل امن نہیں - بلکہ وہ غفلت ہے - انسان صاحب غفلت پیدا کیا گیا ہے - اگر ایسا نہ ہوتا - تو اِس کی عمر نہ کٹتی -

عبدالعزیز رح فرمایا کرتے تھے - کہ کیا تم جانتے ہو - کہ اللہ تعالےٰ نے انسانی پیدائش میں غفلت کیوں رکھی ہے - اس کی وجہ یہ ہے - کہ کہیں اللہ تعالےٰ کے ڈر سے مر ہی نہ جائیں - اے بھائی یہ سب غفلت کا نتیجہ ہے - کہ خلقت ایک دوسرے کے گوشت کے درپے ہے - اِس سے پہلے انسان گوشت کھانے سے پرہیز کرتے تھے - اور اب یہ حالت ہے - کہ گوشت نہ کھانے سے بھی پرہیز نہیں کرتے - ایک دن حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے ایک شخص کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھا - آپ نے حیران ہو کر کہا - کہ کیا تم گوشت کھاتے ہو +

سُنو! سُنو!! ایک روز کسی درویش سے لوگوں نے پوچھا کہ گوشت کہاں بکتا ہے - اُس نے کہا میں گوشت کو بھول گیا ہوں - کہ مجھے معلوم نہیں - کہ کہاں بکتا ہے - قطعہ

نخشبی نیک غافلی ہے ہے مرد را نورِ سینہ زہد دہد +
(اے نخشبی افسوس تو بڑا غافل ہو گیا ہے مرد کا سینہ زہد ہی سے منوّر ہوتا ہے)
غفلت از دین ضلالتیست قوے غافلاں را خدائے رشد دہد
(دین سے غفلت کرنی بڑی گمراہی ہے اللہ تعالےٰ غافلوں کو نیکی کی ہدایت دے)

سلک ۴۶ - محبت کے سمندروں کے ملاح اور دوستی کی نہروں کے غوطہ خور کہتے ہیں - کہ محب کے لفظ کا اطلاق اُس شخص پر ٹھیک ہو سکتا ہے - جو محبوب سے کسی چیز کا دریغ نہ کرے - خواہ وہ چیز جان ہی ہو - ایک دفعہ ایک دولتمند نے کسی درویش کو کہا - کہ میں تجھے از حد دوست رکھتا ہوں - درویش نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے - اُس نے کہا تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ میں جھوٹ کہتا ہوں اُس نے کہا کہ مجھے اس طرح معلوم ہوا ہے - کہ تیرے ایک گھوڑے کی دو جھولیں ہیں - اور میرے پاس ایسی سردی میں ایک گودڑی بھی نہیں - یہ کہاں کی محبت ہے - محب کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں - کہ محب وہ شخص ہے - جو محبوب سے ایسی محبت رکھے - کہ اُس کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہجائے - ہاں جب تک معشوق کے مشاہدہ کی خاطر تو معشوق کی آنکھ اور جسم کے آئینہ میں جال کی طرح نہ ہو جائیگا - وہ تیری طرف ہرگز نظر نہیں کریگا - ایک بزرگ فرماتے ہیں - کہ اس مٹھی خاک کے ہاتھ میں جسے تو آدمی کہتا ہے - قضا و قدر نے ایک ایسی کمان دے رکھی ہے - کہ فرشتے بھی اس کا چلہ چڑھانے سے عاجز ہیں - وہ کمان عشق ہے +

اے عزیز! عاشق ہمیشہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے - کہ کس تدبیر سے معشوق تک پہنچوں - یا کس حیلے سے معشوق سے ملوں +

سنو! سنو!! کہتے ہیں - کہ ایک دفعہ کسی بادشاہ کی لڑکی کا بازو ٹوٹ گیا - اسی شہر میں ایک نوجوان خوش طبع ہنس مکھ ٹوٹے ہوئے اعضاء کے علاج کرنے میں مشہور تھا - اُسے بلایا گیا - تاکہ لڑکی کے ہاتھ کو درست کرے - جب لڑکی نے اُسے دیکھا - تو ہزار جان سے اُس پر عاشق ہو گئی - یہ خوب باندھنے آیا - کہ بند بند توڑ گیا - چونکہ وہ ہر روز آتا تھا اور علاج کرتا تھا - جب ہاتھ ٹھیک

ہوگیا۔ اور اُس جوان کا آنا بند ہؤا۔ تو لڑکی نکلجانے کو تیار ہی تھی کہ اُس نے یہ راز اپنی دایہ کو کہدیا۔ کہ کسی حیلہ سے پھر وہ جوان اس جگہ آئے۔ دایہ نے کہا کہ اِس کام کے لئے ہاتھ کے ٹوٹنے کے سوا اَور کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا + قطعہ

نخشبی زلفِ عشق خون ریز است ہر کسے را کہ ہست علم از شبِ عشق

اے نخشبی عشق کی زلف خون ریز ہے اُسکو وہی جانتا ہے جسے عشق کی رات کی واقفیت حاصل ہے

عاشقاں را وضوز خونِ خود است مذہبِ بو العجب مذہبِ عشق است

(عاشق اپنے خون سے وضو کرتے ہیں عشق کا مذہب بہت عجیب مذہب ہے)

سلک ۴۷ - جاننا چاہئے۔ کہ جو فضیلت اور سختی اور مہربانی آدمی پر کی ہے۔ وہ کسی مخلوق کے ساتھ نہیں کی۔ کبھی تو اسے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ" (ہم نے معزز بنایا بنی آدم کو) سے نوازش کر کے کرامت کے تخت پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ اور کبھی "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ" (بیشک انسان گھاٹے میں ہے) کی جھڑک سے دونو جہان سے صاف ہی جواب ہوتا ہے۔ مَیں نہیں جانتا وہ کونسا وقت تھا جبکہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے کہ آنحضرتؐ کی نعلین مبارک کے تسمہ کی طفیل یہ جہان اور اہل جہان پیدا ہوئے ہیں یہ کلمات زبانِ مبارک سے فرمائے تھے +

"یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا" (کاشکے محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو پیدا نہ کرتا)۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دائیں بائیں طریقت میں ان جیسا کوئی جنگجو چست نہیں تھا۔ فرمایا کہ کاش کہ مَیں ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوتا یہ سُنکر ایک شخص نے کہا۔ کہ باوجود اتنی عزت کے جو آپکو حاصل ہے۔ آپ ایسی بات کس لئے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اِس واسطے کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ ہم آگ میں وارد ہونے والے ہیں۔ اور یہ ظاہر نہ کیا۔

کہ ہم اس سے بچ نکلنے والے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجود اتنے جاہ جلال کے بارہا یہ فرماتے کہ کاش میں آدمی کی صورت میں پیدا نہ کیا جاتا۔ بندہ نخشبی کہتا ہے۔ کہ کاش میں درخت ہوتا۔ کہ کسی وقت میرا خشک وجود کسی محتاج کے چولھے کا ایندھن ہوتا +

عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا "وَدِدْتُ اِذَا مِتُّ لَمْ اُبْعَثْ" (میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ جب میں مرجاؤں تو پھر اُٹھایا نہ جاؤں۔) +

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَکُ شَیْئًا مَذْکُوْرًا" (کاش کہ میں کوئی ایسی شے نہ ہوتی جس کا ذکر کیا جاتا) +

اے عزیز من! کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ یہ ساری ناامیدی کس واسطے ہے؟ یہ صرف اس آگ کے خوف کی وجہ سے ہے۔ جس کو تین ہزار سال تک جلایا گیا ہے +

سُنو! سُنو! کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہارون الرشید حمام میں تھا۔ کہ حجام نے غلطی سے گرم پانی اُس کے سر پر ڈالدیا۔ جس سے اُس کے وجود کو درد محسوس ہؤا۔ باہر آکر اُس نے کئی ہزار دینار صدقہ کئے۔ اور کہا۔ کہ آج مجھ سے حمام کے پانی کی برداشت نہیں ہوسکی۔ اگر قیامت کے دن مجھے اُس آگ میں ڈالدیں جس کو تین ہزار سال تک جلایا ہے تو میری کیا حالت ہوگی + قطعہ

نخشبی نیک غافلی ز حشر	اندرونم ز بہرِ تو ریش است
(اے نخشبی تو حشر سے بہت غافل ہے	میرا سینہ تیری خاطر بہت زخمی ہو رہا ہے)
در چہ کارے تو ہیچ مے دانی	تا چہ روزِ عظیم در پیش است
(تو کس کام میں مشغول ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے	کہ بڑا دن آنے والا ہے۔)

سِلک ۴۸۔ کہا گیا ہے۔ کہ بندے کا سب سے بڑا مقام یہ ہے۔ کہ عبودیت کی حدود کو نگاہ رکھے۔ اور ربوبیت کے حقوق کی محافظت کرے۔ ہلال ایک غلام تھا۔

کہ جس کو خواجہ ثقلین ؑ کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ وہ یہاں سے پوشیدہ ہی گیا چنانچہ اس کے مرنے کی خبر اُس کے آقا کو بھی نہ ہوئی۔ جب لوگوں نے اُسے نہلانا چاہا تو حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ اس کام کے لئے تیار ہوئے۔ بلال رضؓ نے جب یہ دیکھا۔ تو بے دھڑک کمر سے پکڑ کر اُٹھالیا اور کہا۔ کہ اے عمرؓ تو ہم میں سے نہیں۔ تو نے ساری عمر آقائی کی ہے۔ تجھے کیا معلوم ہے۔ کہ غلامی کی ذِلّت کیا ہوتی ہے۔ چونکہ بلال غلامی کی ذلت میں مرا ہے۔ اس لئے اس کے نہلانے کا حق بھی بلال کو ہی حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوئے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عمرؓ کی طرف نگاہ کی تو فرمایا۔ دَعْہُ یَا بِلَالُ کُنَّا ھُوَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (اے بلال اسے چھوڑ دے وہ اللہ کی طرف ہمارے ہمراہ رہا ہے) ✣

سُنو! سُنو!! ایک آقا کا بیان ہے۔ کہ میں نے ایک غلام خریدا۔ اور آدھی رات کو جب میں نے اُسے آواز دی۔ تو جواب نہ ملا۔ جب میں نے دروازہ دیکھا تو اسی طرح بند پایا۔ لیکن وہ گھر میں نہ تھا۔ صبح کے وقت جب وہ آیا۔ تو اُس نے ایک دینار جس میں بجائے سکہ کے سورہ اخلاص نقش کی ہوئی تھی۔ مجھے دیکر کہا۔ اے آقا! مَیں تجھے ہر روز ایسی ہی دینار دونگا۔ بشرطیکہ تو مجھ سے رات کے وقت کام نہ لے۔ چند روز کے بعد کچھ آدمی میرے پاس آئے۔ اور اُنھوں نے کہا کہ تیرا یہ غلام رات کو کفن چُراتا ہے۔ میں نے کہا۔ اچھا میں اُس کی آزمائش کرونگا۔ جب رات کو وہ باہر نکلا۔ تو میں اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اُس نے قبرستان میں جاکر اپنے کپڑے اُتار ڈالے۔ اور گودڑی پہنکر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب صبح قریب ہوئی تو آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ اے پروردگار میرے

آقا کی اُجرت مجھے دے۔ پس آسمان سے ایک درم گر پڑا۔ اور اُس نے اُٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی۔ تو میں حیران رہگیا اور اِس بدگمانی سے میں نے توبہ کی۔ اور اپنے دل میں کہا۔ کہ جب وہ بندگی میں مشغول ہے۔ تو مَیں نے اسے آزاد کیا۔ جب مَیں وہاں سے اُلٹا پھرا۔ تو قریب ایک میل کے گیا ہونگا کہ دن نکل آیا۔ ایک سوار کو مَیں نے دیکھا۔ اور اُس سے پوچھا کہ جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ یہاں سے کے دن کی راہ ہے۔ اُس نے کہا دو سال کی۔ میں اُسی جگہ بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی تو غلام نے آکر کہا۔ اے آقا! تو نے مجھے آزاد کیا ہے۔ یہ لے شکرانہ اور یہاں سے واپس چلا جا۔ یہ کہکر میرے دامن میں چند کنکر ڈال دِئے۔ تھوڑے قدم ہی اُس کے ہمراہ چلا کہ میں نے اپنے تئیں اپنے شہر کے نزدیک پایا۔ جب مَیں نے اپنے دامن کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی کنکر قیمتی موتی بن گئے جب میں گھر پہنچا۔ تو اُن لوگوں نے جنہوں نے اُسے کفن چور بنایا تھا۔ مجھ سے اُس کے حال کی بابت پوچھا۔ مَیں نے کہا وہ نور کا چُرانے والا ہے۔ نہ کہ قبروں کا۔ اور مَیں نے اُسے آزاد کر دیا ہے۔ پس وہ رو دئے اور کہنے لگے کہ ہماری توبہ۔ اور شرمندے اور حیران ہو کر واپس لوٹ گئے +

قطعہ۔ بخششی خواجہ غلام مبیں بندہ خواجہ شود ز فضل احد
(اے بخششی تو یہ نہ دیکھ کہ یہ آقا ہے یا غلام کیونکہ اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے غلام بھی آقا بنجاتا ہے)
اہل تحقیق خود چنیں گویند بندۂ نیک بہ ز خواجۂ بد +
(اہل تحقیق آپ یہ کہتے ہیں کہ نیک بندہ بُرے آقا کی نسبت بہتر ہے)

سلک ۴۹۔ جاننا چاہیئے۔ کہ توبہ طاعت کا بدل ہے۔ جیسا کہ خاک پانی کا بدل ہے۔ اگر طاعت کا عوض جنت ہے۔ تو توبہ کا پھل محبت ہے" اِنَّ اللّٰہ

اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ" (اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو محبت کرتا ہے)

اے عزیز! اگر تو کسی وقت دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور وہ قبول نہ ہو۔ تو تجھے اُس بارگاہ سے نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر تجھے وزیر خوش نہ کریگا۔ تو امیر خوش کریگا۔ لیکن اگر خدا نہ بخشیگا تو اور کون بخشیگا۔ "وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ" (اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے)+

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (تم میرے آگے دُعا کرو میں قبول کرونگا)۔ پھر کیا بات ہے۔ کہ بعض اہلِ طاعت چاہتے ہیں اور نہیں پاتے۔ اُس نے کہا۔ انسؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے جبرائیل علیہ السلام سے جو کہ بندوں کی حاجتوں کا مؤکّل ہے۔ سُنا۔ فَاِذَا دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی عَبْدُ الْمُؤْمِنُ مَنْ قَالَ لَہٗ یَا جِبْرَائِیْلُ اِحْبِسْ حَاجَۃَ عَبْدِیْ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ وَاُحِبُّ صَوْتَہٗ وَاِذَا دَعَا عَبْدُ الْکَافِرِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا جِبْرِیْلُ اِقْضِ حَاجَتَہٗ فَاِنِّیْ اَبْغَضُہٗ وَاَبْغَضُ صَوْتَہٗ" (پس جب اللہ تعالےٰ سے اُس کا مومن بندہ دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ حُکم کرتا ہے۔ کہ اے جبریلؑ تو میرے بندے کی حاجت کو بند رکھ اِس واسطے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور اُس کی آواز مجھے پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اور جب کوئی کافر دُعا کرتا ہے۔ تو میرے لئے حُکم ہوتا ہے۔ کہ اے جبریل اس کی حاجت جلدی پوری کر کیونکہ میں اس سے ناراض ہوں۔ اور اس کی آواز مجھے بُری معلوم ہوتی ہے)+

اے عزیز! اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کو وہ دشمن خیال کرتا ہے۔ اِس لئے اُن کی دُعاء کو بھی دشمن ہی جانتا ہے۔ اور

بعض ایسے ہیں۔ کہ اُن سے بھی محبّت کرتا ہے۔ اور اُن کی دُعا سے بھی +
سُنو! سُنو!! "سُبحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا" (پاک ہے وہ جو لے
چلا اپنے بندے کو رات کے وقت) کے سفر کے مسافر نے معراج کی رات
آسمان کے ایک کونے سے آواز سُنی۔ جو نہایت غمگین آواز سے کہ رہا تھا۔
"اَرِنِیْ اَرِنِیْ" (دِکھا مجھے دکھا مجھے)۔ پیغمبر علیہ السّلام نے فرمایا "یَاجِبْرِیْلُ
مَنِ الَّذِیْ رَاحِمَ مُوْسٰی فِیْ دَرْدِہٖ" جبرائیلؑ علیہ السّلام نے عرض کی۔ یا
رسول اللہ اِس مٹکے سے موسیٰ علیہ السّلام کے سوا اور کون گھونٹ پی سکتا
ہے۔ وہ موسیٰؑ ہے + قطعہ

نخشبی نالہائے خود را باش ۔۔۔ نالۂ اہلِ دِل قبول بود +
(اے نخشبی تو اپنی گریہ و زاری کرتا رہو ۔۔۔ اہل دل کی آہ و زاری قبول ہوتی ہے)
نالۂ کس قبول نبود لیک ۔۔۔ طبع بیداری بر بُوئے بود +
(کسی کی آہ و زاری قبول نہیں ہوتی لیکن ۔۔۔ بیدار طبع اُس کی بُو کو پُہنچ جاتی ہے)

سِلکِ ۵۰ ۔ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے غیر سے سرور کرنا غرور ہے۔ اے انبساط
اور خوشی میں مغرور تجھے واضح رہے۔ کہ کوئی نِعمت اس سے بڑھکر نہیں۔ کہ
انسان خلقت سے بے نیاز رہے۔ عزیز من تو اِس بات کی چارہ جوئی کرتا ہے
کہ کسی طرح خلقت سے ملوں۔ بلکہ اس بات کا حیلہ کر کہ تو کسی تدبیر سے خلقت
سے جُدا ہو جاوے۔ کیونکہ اِس سرسری سرائے (دُنیا) سے جس کی قیمت ایک
بال کے برابر بھی نہیں۔ وہی شخص سلامت رہ سکتا ہے۔ کہ جو نہ کسی کو پہچانے
اور نہ کوئی اُسے پہچانے "فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ لَا یَعْرِفُ النَّاسَ وَلَا یَعْرِفُوْنَہٗ"
(خوبی ہے واسطے اس بندے کے جو آدمیوں کو نہیں پہچانتا اور آدمی اُسے
نہیں پہچانتے) +

سُنو! سُنو! کہتے ہیں۔ کہ کسی بادشاہ کے ملک میں ایک شناسی تھا۔ جس کے دیکھنے کی ہوس بادشاہ کے دل میں بہت رہا کرتی تھی۔ بہتیرا اُسے ڈھونڈتے۔ لیکن اُس کا پتا کہیں نہ ملتا۔ آخرکار تلاش کرتے کرتے اُسے ایک ہیجڑے کے گھر سے پکڑ لائے۔ جب بادشاہ کے روبرو آیا تو دونو ہاتھ بند کرکے آیا۔ اور جب بیٹھا۔ تو دونو پاؤں سامنے کی طرف پھیلا کر بیٹھا بادشاہ نے کہا۔ اے خواجہ ہم نے سُنا تھا۔ کہ تو شناسی حکیم ہے۔ اُس نے کہا۔ مجھ میں خلاف عادت تو نے کونسی بات دیکھی۔ بادشاہ نے کہا۔ مَیں نے تین باتیں تجھ میں خلاف حکمت دیکھی ہیں۔ اُس نے پوچھا۔ وہ کونسی ہیں؟ بادشاہ نے کہا۔ اوّل یہ کہ ہیجڑے کے گھر رہا کرتا ہے۔ اُس نے کہا۔ مَیں نے عمل میں کسی کو اپنے جیسا نہیں پایا لیکن اُس ہیجڑے کو۔ اِس واسطے کہ مجھے مردوں کی صورت عطا ہوئی ہے۔ لیکن مردوں کا سا کام مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ میں طریقت کا مخنّث ہوں اور وہ شریعت کا مخنّث ہے بادشاہ نے کہا۔ بھلا جس وقت تو آیا تھا۔ تو دونو ہاتھ بند کئے ہوئے کیوں آیا۔ اُس نے کہا۔ اِس لئے کہ میں سوال کے لئے تیرے آگے ہاتھ نہیں پھیلاؤنگا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا۔ کہ جب تو بیٹھا تھا تو پاؤں کیوں پھیلائے تھے۔ اُس نے کہا اِس لئے۔ کہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ میں ایک بے ادب شخص ہوں۔ تاکہ دوسری دفعہ تو مجھے اپنے پاس نہ بلائے۔ اور اپنے وقت کو اور نیز میرے وقت کو ضائع نہ کرے ٭ **قطعہ**

نخشبی اہل گوشہ گوشہ نکو	گوشہ نشیں چوں زگوشہ بیرون رفت
(اے نخشبی گوشہ نشین کو گوشہ نشینی ہی بہتر ہے	جب گوشہ نشین گوشہ سے باہر نکلا۔)
وہ ترا روزگار ضائع کرد ٭	وقتِ خود را تمام ضائع کرد

دو رس نے تیرا زمانہ مشہور کیا۔ اور اپنے وقت کو ضائع کیا۔)

سلک ۵۱۔ اَیُّهَا السَّالِكُوْنَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ بِقَدْرِ حَاجَتِكُمْ اِلَیْهِ عَصَرُ بِقَدْرِ ظُلْمِ اِیَّاكُمْ وَ اَعِزُّوا الدُّنْیَا بِقَدْرِ مُكْثِكُمْ فِیْهَا وَ تَزَوَّدُوا الْاٰخِرَةَ عَلٰی قَدْرِ الْمَقَامِ بِهَا

(اے سالکو اپنی حاجت کے موافق جو تم خدا سے چاہتے ہو اُس کی تابعداری کرو اور اپنے ظلموں کے موافق بند رہو اور دُنیا کو اس میں اپنی رہائش کے مطابق عزیز جانو۔ اور آخرت میں مقام کرنے کے موافق توشہ لو۔) +

اے عزیز! ہوشیار آدمی کو چاہیئے۔ کہ اپنے تئیں ہر وقت دُنیا ہی میں مشغول نہ رکھے۔ کیونکہ دُنیا سے اس سے زیادہ اور کام نہیں آتا۔ جو کسی کو دیا جائے۔ جو شخص صبح کو اُٹھے اور دُنیا کی فکر اُسے دامنگیر ہو۔ تو اس کا غم ہرگز کم نہیں ہوتا۔ اے بھائی دُنیا کی بے آبی کی مَیں کیا عزت کروں۔ جبکہ مہتر آدم علیہ السلام نے دُنیا میں آکر اُس کی بے آبی کو دیکھا۔ تو چالیس روز تک بیہوش رہے دنیا جو کہ ایک مُٹھی بھر خاک سے زیادہ نہیں ہے۔ اِس کے لئے اپنی عمر کو کیوں ضائع کیا جاوے۔ طرفہ یہ کہ باوجود اس قدر طلب کے پھر مطلب ہاتھ نہیں آتا۔ تو عاقبت کس طرح حاصل ہو گی۔ جبکہ تو اِس کے حاصل کرنے میں اس قدر سُستی کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک حکیم نے کسی آدمی سے پوچھا۔ کہ تو دُنیا کو کس قدر طلب کرتا ہے۔ اُس نے کہا اپنی تمام کوشش خرچ کرتا ہوں۔ حکیم نے پوچھا پھر تیرا مطلب حاصل ہوتا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حکیم نے کہا کہ تو فانی دُنیا کو اسقدر کوشش سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور پھر ہاتھ نہیں آتی۔ تو باقی رہنے والی آخرت کو جس کے لئے تو ذرہ بھر کوشش نہیں کرتا۔ کس طرح حاصل ہو گی۔ اہل حلاوت کہتے ہیں۔ "مَنْ مَرَضَ بِحُبِّ الدُّنْیَا لَا یَجِدُ حَلَاوَةً لِذِكْرِ اللّٰهِ وَلِذِكْرِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّ الْمَرِیْضَ لَا یَجِدُ حَلَاوَةَ شَیْءٍ كَمَا هُوَ" (جو شخص دُنیا کی محبت کا

مریض ہے۔ اُسے اللہ تعالےٰ کی یاد اور آخرت کے ذکر کی لذت حاصل نہیں ہوتی اِس واسطے کہ مریض کو ایسی شئے کا کچھ مزا نہیں آتا جو اُس کی مرضی کے موافق نہ ہو) سبحان اللہ آجکل ہر کونے میں مریض سو سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ہر شہر میں اِس مرض کا طبیب صرف ایک ہے۔ نیکوں کی نیکی کو اُٹھالیا ہے۔ اور بدوں کی بدی کو رہنے دیا ہے۔ البتہ جب قیامت نزدیک آجائیگی۔ تو جو کچھ دُنیا میں نیک ہے۔ سب اُٹھالیا جائیگا۔ ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں "اِذَا کَانَ اٰخِرُ الزَّمَانِ یَبْعَثُ اللّٰہُ تعٰ جِبْرَائِیْلَ یَرْفَعُ خَمْسَۃَ اَشْیَآءَ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَآءِ اَلْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ وَالرُّکْنَ الْاِیْمَانِیَّ وَمَقَامَ الْاِبْرَاھِیْمِ وَالْاَنْھَارَ الْخَمْسَۃَ یَعْنِیْ السَّیْحُوْنَ وَالْجَیْحُوْنَ وَالدَّجْلَۃَ وَالْفُرَاتَ وَالنِّیْلَ وَھٰذِہِ الْخَمْسَۃُ مِنَ الْاَنْھَارِ الْجَنَّۃِ" (جب زمانے کا آخر نزدیک ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو حکم کریگا۔ کہ دُنیا سے پانچ چیزیں آسمان پرلے آ۔ قرآن علم۔ ارکان ایمان۔ مقام ابراہیم۔ اور پانچ دریا یعنے جیحوں۔ سیحوں۔ دجلہ فرات اور نیل اور یہ پانچوں بہشتی نہروں سے نکلتے ہیں)+

کیا تو دُنیا کی بے آبی کچھ نہیں دیکھتا۔ کہ آخرت کو اس میں پانی بھی نہیں رہنے دینگے+

اے عزیز! دُنیا ہر وقت بے آب ہے۔ لیکن اِس سے زیادہ بے آب وہ ہے۔ جو اِس بے آبی پر بھی راضی ہو جائے۔ قطعہ

نخشبی دل مبند در دُنیا — کس بخاکے چگونہ دل بندد

(اے نخشبی تو دُنیا میں دل نہ لگا۔ کوئی شخص خاک سے کس طرح دل لگا سکتا ہے)

نیست دُنیا مگر کہ خاکیست — طرفہ مُرغے کہ دل بگل بندد

(دُنیا مٹی کے سوا اور کچھ نہیں ہے وہ عجیب جانور ہے جو مٹی پر دل لگائے)

سلک ۵۲ - طریقت کے بیابان کے شہد اکٹھا کرنے والے جنہوں نے کبھی دُنیا کی بھڑوں کے چھتے کو نہیں چھیڑا - اور ہمیشہ شہد کی مکھی کی طرح سب کو شہد عطا کرتے رہے ہیں - یوں فرماتے ہیں "اِنَّ النَّحْلَ مَعَ الْخَسِّيَّةِ لَمَّا اَكَلَ بِاِلْهَامِ الْحَقِّ صَارَ مَا يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهٖ شِفَاءً وَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ صِفْوَتِهٖ لَمَّا اَكَلَ بِغَيْرِ اِلْهَامِ الْحَقِّ صَارَ مَا يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهٖ شِفَا وَ غِنَا" (بیشک شہد کی مکھی نے باوجود حقیر ہونے کے جب حکم الٰہی سے کھایا - تو جو کچھ اُس کے پیٹ نکلا وہ شفا بنا - اور آدم علیہ السلام نے باوجود اس کی صفوۃ کے جب حکم الٰہی کے بغیر کچھ کھایا - تو جو کچھ اُس کے پیٹ سے نکلا وہ ناقص اور بدبودار ہوُا -) یعنے پاک لقمہ سے پاک کام نکلتے ہیں +

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا - کہ حلال کا کھانا کیا ہے - اُس نے کہا یہ کہ جو کچھ کھائے - نہ اس کے لئے اِس دُنیا میں ضامن ہو - نہ اُس جہان میں بازپرس - کہا گیا ہے - کہ حلال وہ چیز ہے - جو غیریت کے حق کو جیلے کی مانند قطع کرے - جو دانا شخص ہے - وہ ہر وقت اپنے نفس کو حلال غذا سے بھی منع کرتا رہتا ہے - اِس واسطے کہ جو شخص نفس کو حلال کھانے سے منع کرتا رہیگا - وہ کبھی حرام کھانے کی کوشش بھی نہ کریگا - جو شخص زیادہ کھاتا ہے خواہ وہ حلال ہی ہو - اُس کے بدن کا گوشت بڑھ جاتا ہے - جب گوشت بڑھتا ہے - تو شہوت زیادہ ہوتی ہے - اور جب شہوت زیادہ ہوتی ہے تو گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں - اور جب گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو دل کی سختی بڑھ جاتی ہے - اور جب دل سخت ہو جاتا ہے - تو اللہ تعالےٰ اُس کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرتا +

کہتے ہیں کہ جو شخص ایک لُقمہ حرام کھالے - تو چالیس روز تک اُس کی

دُعا قبول نہیں ہوتی۔ حلال چیز کا حاصل کرنا بڑا بھاری کام ہے۔ اور بڑا مُشکل عمل ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کہا ہے "طَلَبُ الْحَلَالِ جِهَادٌ" (حلال کا طلب کرنا جہاد ہے) +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ امام شعبیؒ نے ایک سلیم القلب آدمی کو بطور خوش طبعی کے فرمایا۔ کہ اگر تو ایسا ہی چاہتا ہے۔ تو سمندر کے کسی جزیرے میں چلا جا۔ اور اپنے ہاتھ سے مچھلی پکڑ کر دھوپ میں پکا کر کھا۔ وہ شخص یہ سُنکر چلا گیا۔ اور بارہ سال تک اِسی طرح کرتا رہا۔ جب شعبیؒ حجاج کے خوف سے اتفاقاً اُسی جزیرہ میں آئے۔ تو اُس شخص کو دیکھا۔ کہ دُبلا پتلا اور کمزور اور سیاہ ہو گیا ہے۔ اور مچھلی کو دُھوپ میں رکھکر خود نماز میں مشغول ہے۔ امام شعبیؒ نے فرمایا۔ کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ مَیں پہچانتا ہوں۔ امام شعبیؒ نے پوچھا مَیں کون ہوں۔ اُس نے کہا۔ تو وہ شخص ہے۔ جو لوگوں کو حلال کھانے کی فہمائیش کرتا ہے۔ لیکن خود نہیں کھاتا۔ اگر تو حلال کھاتا تو حجاج کے خوف سے یہاں نہ آتا + قطعہ

نخشبی تا توانی حلال طلب　　گردہ شُبہ خوار ہا دارد +

(اے نخشبی جہانتک تجھ سے ہوسکے حلال کی طلب کر۔ کیونکہ شبہ والی روٹی میں بہت ذلتیں ہوتی ہیں)

نانِ بے شُبہ ہا کُجا یابند　　لُقمۂ پاک کارہا دارد +

(بے شُبہ روٹی کہاں دستیاب ہو سکتی ہے　　پاک لُقمہ سے بہُت کام نکلتے ہیں)

سِلک ۵۳ ۔ یہ کہا گیا ہے۔ کہ دُنیا کی کمی سے آخرت کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور دُنیا کی زیادتی سے آخرت کی کمی۔ کامل مردوں کا قول ہے۔ کہ انسان کو کمالیت کی استعداد دی گئی ہے۔ اور دُنیا میں نامکمل بھیجا گیا ہے۔ تاکہ کمال حاصل کرلے۔ یہ عجیب حالت ہے۔ کہ ناقص سے کمال حاصل کرے۔ اور بعض

کہتے ہیں۔ کہ مردانِ دین کی استعداد کیا ہی عمدہ ہے۔ کہ ناقص سے انہوں نے کمال حاصل کیا۔ کہ ان کو اس کمال کی وجہ سے نہ صرف کامل بلکہ کمالات کہتے ہیں۔ اور مردوں کا کمال اِس بات میں ہے۔ کہ اُن کو مکمل بنایا گیا ہے۔ اور یہ درجہ صرف انبیاء کو حاصل ہے۔ یا بعض اولیاء اللہ کو + اے عزیز! تیرا کمال معین کے نقصان میں ہے۔ اور تیرا نقصان معین کے کمال میں۔ کیونکہ دُنیا کا نقصان کرنے سے آخرت کی زیادتی حاصل ہوتی ہے +

سُنو! سُنو!! جس وقت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھنے میں توقف فرمایا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے آکر حکم الٰہی سُنایا۔ کہ اس کا نام فاطمہ رکھو۔ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ یہ کس طرح؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اِس واسطے کہ وہ روکی گئی ہے حظ سے۔ اور شاید یہی وجہ ہو جو پیغمبر فرمایا کرتے تھے " بَیْنَ قَبْرِیْ وَبَیْنَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ " (میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ایک بہشتی روضہ ہے۔) ۔ اِس واسطے فاطمۃ الزہرا اس جگہ سوئی ہوئی ہیں اور یہ دینی کمال انہیں دُنیا کے نقصان کے سبب حاصل ہوا +

سُنو! سُنو!! یعقوب فاریابی جو کہ طریقت کے کنعان کے یوسف تھے ایک مرتبہ ایک متزہد میزبان کے ہاں ایک زاہد کے ہمراہ مہمان ہوئے۔ متزہد نے تکلف سے دستر خوان بچھایا۔ زاہد نے جب یہ دیکھا۔ تو کہا۔ کہ اے یعقوب کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ یہ کھانا کیسا ہے۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ اُس نے کہا خدا کے لئے دستر خوان کو خراب نہ کر + قطعہ

نخشبی فقر شحنہ الیست درشت ۔۔۔ ہر کس او را چگونہ دارد دوست

(اے نخشبی فقر ایک تندخو کوتوال ہے ۔۔۔ ہر شخص اسے کس طرح دوست رکھ سکتا ہے)

نانِ درویش در نمک نرسد فقر ترکِ جہاں ہر چہ درو ست

(درویش کی روٹی کو نمک بھی میسر نہیں ہوتا۔ فقر کیا ہے؟ جہان کی چیزوں کا ترک کرنا۔)

سلک ۵۴۔ صاحبِ مروّت کہتے ہیں۔ کہ ایک راہب سے پوچھا گیا۔ کہ تُو نے دُنیا کو کیوں ترک کیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے اُسے از روے مروّت ترک کیا۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مروّت کسے کہتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ زبان کی سچّائی۔ اور دُنیا کو ترک کرنا اور تکلیف دینے کو چھوڑ دینا مروّت کہتے ہیں۔

حسنؓ جو کہ سراسر نیک تھے۔ فرماتے ہیں کہ زبان سے سچ بولنا اور بھائیوں کی تنگی برداشت کرنا اور لوگوں کے حق میں نیکی کرنا۔ اور دوست سے تکلیف کو دُور کرنا مروّت کی خوبی ہے۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مروّت کیا ہے؟ اُس نے کہا "اَلْمُرُوَّةُ تَرْكُ الْمَعْصِيَةِ حَيَاءً مِنَ اللهِ وَالْمُحَافِظَةُ عَلٰى طَاعَتِهِ اللهِ لِوَجْهِ الْفِرَادِ عَنْ غَيْرِ اللهِ تَعَالٰى اِلَى اللهِ" (اللہ تعالےٰ سے شرم کھا کر گناہوں کا ترک کرنا اور غیر اللہ سے بھاگ کر اللہ کی طرف جانے کے واسطے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حفاظت کرنا مروّت ہے)۔

اے عزیز! مروّت اس بات کا نام ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہے تو اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور جو شخص تجھے محروم رکھے۔ تو اُسے فائدہ پہنچائے۔ اور جس سے تجھے تکلیف پہنچے۔ تو اُسے آرام پہنچائے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ جسے مروّت نہیں۔ گویا اُس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ بندہ نخشبی کہتا ہے۔ کہ صاحبِ مروّت وہ شخص ہے۔ جو بے مروّتوں سے ناراض نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ صاحبِ مروّت وہ شخص ہے۔ جو دشمنوں کو بھی دوستانہ نگاہ سے دیکھے۔ اے بھائی وہ گروہ جن کے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے دوست دشمن ہو جائیں۔ کیونکہ یہ

اس بات کا ثمرہ ہے - کہ یہ لوگ دشمنوں سے بھی مروّت سے پیش آتے ہیں +
سُنو! سُنو!! ایک سانپ سے لوگوں نے پوچھا - کہ جب کوئی منتر پڑھنے
والا تیرے بل کے پاس آتا ہے - اور کچھ آہستہ آہستہ پڑھتا ہے - تو تُو کیوں
باہر آجاتا ہے - کہ وہ تجھے پکڑ لے - اُس نے کہا - یہ مروّت نہیں - کہ کوئی شخص
میرے دروازے پہ آ کر کہے - کہ باہر آ - اور مَیں نہ آؤں + قطعہ

نخشبی رفق کارہا دارد + عنفِ تو با رفیق شیون تست

(اے نخشبی نرمی سے بہت کام نکلتے ہیں تیرا اپنے رفیق سے سختی کرنا تیرا رونا ہے)

رفق با دوستاں نمی گویم رفق کن با کسے کہ دشمن تُست

(میں یہ نہیں کہتا کہ تو دوستوں سے نرمی کر بلکہ جو تیرا دشمن ہے اس سے بھی نرمی کر)

سلک ۵۵ - عبدالواحدؒ جو بے نظیر شخص تھا - یوں کہتا ہے " اَلْعَاقِلُ اِذَا اَمَرَ شَیْئًا
کَانَ مِنْ اَعْمَالِ النَّاسِ بِہٖ وَاِذَا نَہٰی عَنْ شَیْءٍ کَانَ مِنْ تَرْکِ النَّاسِ بِہٖ "
(عقلمند وہ شخص ہے کہ جب کسی بات کا حُکم دے تو وہ حکم آدمیوں کے عمل
سے ہو - اور جب کِسی بات سے منع کرے تو وہ آدمیوں کو چھوڑ دینے کے بارے
میں ہو) - تو لوگوں کو سچائی کی نصیحت کرتا ہے - اور خود ہمیشہ جھوٹا ٹھیرتا
ہے - دوست کی محبت میں صادق وہ شخص ہے - جو دل کے گھر کو دوست
کے غیر سے خالی رکھے - اور جو کچھ اُس میں ہے - وہ باطن کے حجرے میں نہ
رکھے - کیونکہ اگر کوئی اصلی توجہ میں متوجہ ہو کر کہے کہ میں نے اللہ کی طرف توجہ کی ہے
اور اُسی اثناء میں اُس کے دِل پر کوئی اَور خیال سوائے اللہ کے گذرے - تو
وہ شخص جھوٹا ہے - اے دوست جب تجھے چہرہ (خدا کا) مل گیا ہے - تو سب سے
رُخ پھیر لے - اور اگر تو اس رُخ پھیر لینے سے رنجورہ ہوگا - تو میں خود کاریگر ہوں
اور اگر ایک دل میں دو محبتوں کو جگہ دیگا - اور ایک جان سے دو شخصوں کو

محبت کریگا - تو سر سری غیرت کی تلوار سے سر سلامت نہ لیجائیگا - ایک دفعہ ایک درویش نے جو اِس راہ کے جنگل کا شیر تھا - ایک شخص کو دیکھا - کہ راستہ طے کر رہا تھا - شیر نے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اسے مجھ پر مؤکّل کیا ہے - اور اسے حُکم دیا گیا ہے - کہ جس وقت یہ ہمارے دروازے کے سوا کہیں اور تعلق پیدا کرے - تو تو اسے لپٹ جائے - البتہ دانا آدمی وہ ہے جو ہر طرف نگاہ نہ کرے - اور دُنیا کی طرف جو اُس کا غیر ہے ہرگز نہ دیکھے +

کہتے ہیں - کہ ایک مرتبہ کوئی شخص ایک درویش کے پاس دینار لے گیا - درویش نے آنکھیں بند کر لیں اور کہا - کہ بہت عرصہ گذر چکا ہے - کہ میں نے دینار کو طلاق دے رکھی ہے - اور جس کو تین طلاق دی گئی ہوں - اُس کی طرف دیکھنا حرام ہے - اے عزیز! جو شخص اپنی آنکھ حُسن کی طرف سے ڈھانپ کر باطل کی طرف دیکھتا ہے - وہ ہرگز شیطانی وسوسوں سے نجات نہیں پاتا ایک مرتبہ احمد صغیرؒ نے اپنے پیر کی خدمت میں جو کہ طریقت کے بڑے جیّد عالم تھے عرض کی - کہ مجھے شیطانی وسوسہ بہت تکلیف دیتا ہے - شیخؒ نے فرمایا - کہ اس حالت سے پیشتر تو صوفی شیطان پر تمسخر کیا کرتے تھے - اور اب شیطان صوفیوں پر ہنسی اُڑاتا ہے - اے درویش اگر تجھے باطنی بینائی حاصل ہے تو دُنیا سے بالکل نظر بند کرلے - اور اہلِ جہان کی طرف نہ دیکھ - اور خلقت کی گفتگو سے نہ ڈر - کیونکہ خلقت کی زبان سے تو ابو یزیدؒ جیسے بھی نہیں بچ سکتے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ابو یزید قدس سرہٗ نے کہ آپ جیسا کوئی عارف پیدا نہیں ہوا - اپنا سفری اسباب اونٹ پر رکھکر فرمایا - کہ ایک شخص اُن کی پیٹھ کی طرف دیکھے - جب اُنہوں نے دیکھا - تو اونٹ کی ایک طرف کا بوجھ

گُم ہوگیا۔ یہ دیکھکر سب حیران رہ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا سبحان اللہ عجب کام ہے۔ اگر میں اپنی حالت خلقت سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔ تو وہ مجھے ملامت کرتے ہیں۔ اور اگر ظاہر کردوں۔ تو اُن میں اتنی طاقت نہیں پاتا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ میں اِن سے کس طرح زندگی بسر کروں + قطعہ

نخشبی از زبانِ خلق کہ رست نطق شورے میانِ خلق افگند

(اے نخشبی خلقت کی زبان سے کس نے خلاصی پائی۔ گویائی نے خلقت میں شور برپا کردیا ہے)

خالقے کو زبانِ بخلقے داد خلق را در زبانِ خلق افگند

(جس خالق نے خلقت کو زبان عطا کی ہے۔ اُسی نے خلقت کو خلقت کی زبان میں ڈالا ہے)

سلک ۵۶۔ ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ فقر کیا چیز ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فقر الٰہی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ مسیح صلوات اللہ جو دریائے فقر کے مگرمچھ تھے۔ فرمایا کرتے۔ کہ دُنیا میں محنت کرنا اور آخرت میں خوشی حاصل کرنا فقر ہے +

اے عزیز! وہ رنج و راحت جو دُنیا میں ہے۔ چونکہ دونو زوال پذیر ہیں اس لئے نہ اِس رنج کو رنج کہ سکتے ہیں اور نہ اس آرام کو آرام۔ بلکہ رنج و راحت وہ ہے۔ جو کبھی زائل نہ ہو۔ اور ہرگز اس کے پیچھے زوال نہ آئے۔ اے بھائی اگرچہ فقر محنت ہے۔ لیکن وہ محنت ہے جس کا نتیجہ خوشی ہے درویش کو اِس سے بڑھکر اَور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ کہ نہ دُنیا میں کوئی شخص اُس سے حساب کتاب رکھتا ہے۔ اور نہ آخرت میں اُسسے خدا عتاب کرتا ہے۔

ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم اپنی درویشی میں دولتمندوں سے دو دن موافق ہوتے ہیں اور ایک دن مخالف۔ یعنے گذشتہ کل اور آئندہ کل میں تو ہم موافق ہوتے ہیں۔ اور آج میں مخالف۔ گذشتہ کل میں تو اس واسطے

موافق ہیں۔ کہ نہ دولتمند کی کل والی راحت باقی ہے اور نہ ہماری محنت۔ اور آئندہ کل ہیں اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کل اس کی راحت اور ہماری محنت باقی رہیگی یا نہ۔ پس باقی رہا آج کا دن سو اس میں وہ آرام میں ہیں اور ہم تکلیف میں ÷

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا درویش کے لئے کسی سے کچھ لینا جائز ہے۔ اُس نے کہا۔ اگر وہ جانتا ہے۔ کہ اِس چیز کو کسی دوسرے کے واسطے خرچ کریگا۔ تو لے لے۔ اور درویش وہ ہے۔ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور اگر اُس کے پاس کچھ ہو۔ تو بھی اس کا نہ ہو۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود زمینی اور آسمانی خزانوں کی ملکیت کے اپنے تئیں درویش ہونا ہی پسند کیا۔ ایک دن آنحضرتؐ نے گھر جاکر پوچھا کہ کوئی چیز کھانے کے لئے ہے؟ گھر والوں نے عرض کی کہ گھر کے مالک تو آپ ہیں۔ کیا آپ کچھ لائے ہیں۔ جو پوچھتے ہیں۔ پیغمبر خدا یہ بات سُنکر مُسکرائے اور فرمایا۔ "مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصّٰلِحِیْنَ مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصّٰلِحِیْنَ" (کیا عمدہ ہے نیکوں کی خصلت کیا عمدہ ہے نیکوں کی خصلت) ÷ قطعہ

نخشبی ہاں بفقر خوش میباش گرچہ کس در عنا نباشد خوش

(اے نخشبی اگرچہ تنگی میں کوئی شخص خوش نہیں ہوتا۔ لیکن خبردار تو فقر میں خوش رہو)

کہ فقیراں چناں خوشند از فقر کہ کسے در غنا باشد خوش

(کیونکہ فقیر لوگ فقر میں ایسے خوش ہوتے ہیں۔ کہ کوئی دولتمندی میں بھی خوش نہ ہوتا ہوگا)

سلک ۵۷۔ جاننا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جو عالم عشق کے محنت کش ہیں۔ اور جنہوں نے طوفانِ محبت کا طوق گردن میں ڈالا ہوا ہے۔ یوں فرماتے ہیں "مَنْ یَرٰی ثَوَابَ الشِّدَّةِ لَا یَشْتَهِیْ یَفْرَحُ عَنْهَا لِاَنَّ الذَّهَبَ الْخَالِصَ یُجَرَّبُ

بِالنَّارِ وَالرَّجُلُ الصَّالِحُ یُجَرَّبُ بِالْبَلَاءِ" (جس نے محنت اور سختی کے ثواب کو دیکھ لیا۔ وہ کبھی اُس سے آرام میں ہونے کی خواہش نہیں کرتا۔ اِس واسطے کہ جس طرح خالص سونے کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح نیک مرد کی آزمائش مصیبت سے کی جاتی ہے) +

اے عزیز! ہر شخص مصیبت سے بچنا چاہتا ہے۔ لیکن عاشق وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی تکلیف سے گریز نہیں کرتے۔ اور فائدے سے سروکار نہیں رکھتے۔ اُن کی فتحمندی "فَمَنْ لَا یَدْرِیْ یَعْنِی الْخَلَاءُ مِنْ اَیْنَ یَدْرِیْ اِنَّ الْخَلَاءَ مَوْجُوْدًا وَمُحَالٌ" (پس وہ شخص جو نہیں پاتا یعنی خلد۔ وہ کہاں سے پاتا ہے۔ یہ کہ خلا موجود ہے اور محال ہے) سے ہے +

اے بھائی! ہوشیار اگرچہ بے نماز ہے تو بھی لکھ لیتے ہیں۔ اور دیوانہ خواہ نماز میں مشغول ہو تو بھی نہیں لکھتے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس لئے کہ جو قدم سے چل سکتا ہے۔ اُس پر قلم کیا لکھ سکتا ہے +

اے عزیز! ہر سر میں عشق کا سودا نہیں ہوتا۔ ایک عاشق کو لوگوں نے دیکھا۔ کہ بیمار ہو گیا ہے۔ اُس سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُس نے کہا "مجھے طبیب نے بیمار کیا"۔

سُنو! سُنو!! قرآن شریف کی تفسیر کرنی تو حلال ہے۔ لیکن عشق کے رمز و کنایہ کو بیان کرنا حرام ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے حسین منصور کے معاملہ میں غور کی۔ کہ وہ تو صادق بندہ تھا۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا گیا۔ تو فوراً میرے دل میں خدا کی طرف سے یہ خیال آیا۔ کہ عشق کا راز اس میں رکھا گیا تھا جسے اُس نے ظاہر کر دیا۔ اور جو شخص بادشاہوں کا راز افشا کرتا ہے۔ وہ سزا کے لائق ہوتا ہے +

قطعہ نخشبی سرِّ عشق کشف مکن - مرد یعنے گہر بہرزہ نگفت

(اے نخشبی تو عشق کا بھید ظاہر نہ کر مرد خدا جو موتی کی مانند ہوتا ہے وہ کبھی فضول گوئی نہیں کرتا)

عاشق کامل آں کسے است کہ او گرچہ سر داد سرِّ عشق نگفت

(کامل عاشق وہ شخص ہے کہ جس نے اگرچہ سر دیدیا لیکن عشق کا بھید ظاہر نہ کیا)

سلک ۳۸ - اہل جہان کے علم اور فہم کا بیان ہے - کہ انسان اِس دو دروازوں والی سرائے (دُنیا) میں مسافر کی مانند ہے - لیکن جو مسافر اپنا اصل راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں چلتا ہے - وہ درحقیقت دُنیا کی منزل میں اُتر کر اُسے اپنا گھر خیال کئے ہوئے ہے - اگر مسافر خانہ کعبہ کی راہ میں دائیں بائیں چلے تو کبھی مطلوبہ کعبہ میں نہیں پُہنچیگا - بلکہ مسافر کو یہ مناسب ہے - کہ جس منزل پر مقام کرے وہاں اتنا روئے کہ اُس منزل کی مٹی کو کیچڑ بنا دے - اور اگر لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کیا کرتا ہے تو کہے - کہ میں اِس منزل کی خاک کو اپنے گرد آلودہ قدموں سے دھوکر دور کرتا ہوں - ایک عاشق کو لوگوں نے معشوق کے کوچہ میں زار زار روتے ہوئے دیکھکر اُس سے اسکا سبب دریافت کیا اُس نے کہا - کہ محبوب کے کوچہ کی خاک کو آنسوؤں سے تر کر رہا ہوں تاکہ میرے اور اُس کے درمیان کسی روز غبار نہ اُٹھ کھڑا ہو - (یعنی رنجش پیدا نہ ہو) +

اے عزیزا جس راہ میں تو نے قدم رکھا ہے - اس میں تیرے خاکی وجود سے بڑھکر اور کوئی سیاہ غبار نہیں - اگرچہ مستوں کی راہ میں غبار کا نہ ہونا ہی بہتر ہے - لیکن اس راہ (سلوک) میں اس غبار (وجود) کا بالکل نہ ہونا بہتر ہے - چنانچہ شیخ ابوبکرؒ موئے تاب (بٹے ہوئے بالوں والا) جن کے ہر بال میں کام تھا - جب اِس دُنیا سے رخصت ہونے لگے - تو اُن کی

بیمار پرسی کے لئے ایک شخص گیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ آپ اس سخت تکلیف کی حالت میں زبانِ مبارک سے یہ کلمات فرما رہے ہیں " جسم غبار کیطرح ہے۔ جو میرے اور تیرے درمیان میں آیا وہ اب درمیان سے اُٹھ جائیگا *

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ شیخ المشائخ عبداللہ خفیف قدس سرہٗ بیمار ہوئے ایک طبیب نے آپ سے پوچھا " یا شیخ آپ کو کونسی بیماری ہے " آپ نے فرمایا " یہ جسم ہی بیمار ہے۔ جب یہ زائل ہو جائیگا تو بیماری بھی جاتی رہیگی " *

قطعہ تخشبی جسم کن چو رُوح لطیف ازکثافت ہمیشہ بستۂ تست

(اے تخشبی جسم کو رُوح کی طرح لطیف بنا تیرا بند ہونا اسی کثافت کے سبب سے ہے)

بہرِ قطع علائقِ دُنیا پائے بندی گر ہست ہستیٔ تُست

(دُنیاوی تعلقات کو قطع کرنے میں اگر کوئی رُکاوٹ ہے تو تیری ہستی ہی ہے)

سلک ۵۹ - طریقت کے احکام کے حاکم جن کے حکم کا محکوم سارا جہان ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ وہ شخص جو آہ و زاری کا محکوم ہو۔ وہ اس سے بہتر ہے۔ جو اپنے نفس پر حاکم ہو۔ ایک سجادہ نشین ہر جمعہ کو خانقاہ سے باہر نکلتا اور جو اُسے ملتا اُس سے یہی پوچھتا کہ مسجد میں کس راستے جا سکتے ہیں۔ ایک دن ایک شخص نے اُسے کہا۔ کہ کئی سال ہو گئے ہیں۔ کہ تو مسجد میں آتا جاتا ہے۔ کیا تجھے راستہ معلوم نہیں۔ اُس نے کہا مجھے معلوم تو ہے۔ لیکن جس راہ میں میں نے قدم رکھا ہے۔ اُس میں حاکم ہونے کی نسبت محکوم ہونا بہتر ہے البتہ اپنے تئیں دوسروں کا طفیلی بنانا کچھ کام رکھتا ہے *

سُنو! سُنو!! وہب منبہ رح فرماتے ہیں۔ کہ احبار مسجد میں ساری صفوں کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ جب اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی اُمّت میں ایسے مردِ خدا بھی ہونگے۔ کہ جب اُن میں سے کوئی سجدہ کریگا۔ اور ابھی سجدہ سے سر نہ اُٹھائیگا کہ حکم الٰہی ہوگا: "جو اس کے پیچھے کھڑے ہیں سب کے گناہ بخشدو"۔ میں بھی اسی نیّت سے سب کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی ایسا مرد ہو۔ کہ اُس کے سجدہ کی طفیل میرا کام بھی بن جائے۔

قطعہ۔ نخشبی درمیان مبین خود را قطرہ را چہ سبیل مے خوانی

(اے نخشبی تو درمیان میں اپنے تئیں کچھ خیال نکر تو قطرے کو روکیوں کہتا ہے۔)

ہمہ کس در طفیلِ تو گردد کہ تو خود را طفیلِ کس دانی

(اگر تو اپنے تئیں کسی کا طفیلی خیال کریگا تو سب تیرے طفیلی ہونگے۔)

سلک ۶۰۔ جاننا چاہیئے۔ کہ طاعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لازم دوسری متعدی لازم وہ ہے۔ کہ جس کا نفع صرف اس کے مالک کو ہی پہنچے۔ جیسے نماز۔ روزہ وغیرہ۔ اور متعدی وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچے۔ جیسے خرچ کرنا اور شفقت کرنا وغیرہ۔

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی
نظامی محلہ نوابان بہاولپور

یاد رہے کہ توبہ کرنے والا اور پرہیزگار دونو برابر ہیں۔ پرہیزگار وہ ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ اور توبہ کرنے والا وہ ہے۔ جس کا کوئی گناہ باقی نہ رہا ہو۔ پس گناہ کے نہ ہونے میں دونو یکساں ہیں۔ اگرچہ بعض نے پرہیزگار کو توبہ کرنے والے پر ترجیح دی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے۔ کہ توبہ کرنے والا وہ ہے۔ جس کے اعتقاد کا تاگا کسی وقت ٹوٹ گیا ہو۔ اور پرہیزگار وہ ہے۔ جس کے اعتقاد کا تاگا کبھی نہ ٹوٹا ہو۔ اور ٹوٹے ہوئے کو خواہ پھر جوڑ بھی دیا جائے تو بھی اُس میں وہ زور نہیں ہوتا۔ جو بن ٹوٹے تاگے میں ہوتا ہے۔

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ بنی اسرائیل کے دو شخص گفتگو کرتے ہوئے

پیغمبرِ وقت کے پاس آئے - اور پوچھا کہ پرہیزگار اور توبہ کرنے والے میں سے آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں - اُس پیغمبرؑ کو حکم الٰہی ہوُا - کہ انہیں یہ کہو کہ آج کی رات تم دونو مسجد میں رہو۔ صبح کے وقت اُٹھکر جب باہر نکلو - تو جو شخص سب سے پہلے تمہیں ملے - اُس سے اپنا سوال پوچھو - اُنہوں نے اِسی طرح کیا - ایک مردان کے روبرو آیا - اُس سے اُنہوں نے اپنا سوال پوچھا - اُس نے کہا - میں ایک جولاہا ہوں - مجھے اِن باتوں کی واقفیت نہیں - لیکن میں اپنے علم کے رو سے جواب دیتا ہوں - خود سمجھ لینا - اُس نے کہا " اے عزیزو! کپڑا بُنتے وقت نہ ٹوٹنے والا تار ٹوٹنے والے تار کی نسبت اچھا ہوتا ہے " + قطعہ

نخشبی اعتقاد راسخ دار — بیشتر بودنی است در تہ گل

(اے نخشبی تو اپنے اعتقاد کو پکا رکھ — کیونکہ مٹی کے نیچے بہت سی ہونی چیزیں ہوتی ہیں)

گرچہ رشتہ بگردنِ تو کنند — رشتۂ اعتقاد را مگسل

(اگرچہ تیری گردن میں رسی ڈال دیں — لیکن تو اعتقاد کے تاگے کو نہ توڑنا) +

سلک ۶۱ - وہ روشن باطن والے جو جہان کی خفیہ باتوں کو دیکھنے والے ہیں - اس طرح فرماتے ہیں - کہ اگر توفیق کی شمع تیرے باطن کے صحن میں روشن کی جائے - تو تجھے لازم ہے - کہ اُسے نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھے اگرچہ وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی - مردانِ غیب ہر وقت اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں - اور حق تعالےٰ اُنہیں ہر وقت ظاہر کرتا ہے - البتہ دین کے مرد آفتاب سے زیادہ چمکدار اور چاند سے زیادہ منوّر ہیں - نکلنے والے آفتاب کو کون چھپا سکتا ہے - اور چمکنے والے چاند کو کون ڈھانپ سکتا ہے +

ابراہیم ادہم رح جو پوشیدہ آفتاب تھے۔ کسی منزل میں چند روز سے زیادہ نہ ٹھیرتے۔ اِس واسطے کہ کہیں انہیں کوئی پہچان نہ لے۔ خواجہ ابوالحسن نوریؒ نے مناجات کے وقت بارگاہِ الٰہی میں عرض کی "الٰہی اِسْتُرْنِیْ فِیْ بِلَادِكَ بَیْنَ عِبَادِكَ" (اے پروردگار تو اپنے شہروں میں اپنے بندوں سے مجھے چھپائے رکھ)۔ تو آپ کو یہ آواز سنائی دی "یَا اَبَا الْحَسَنِ اَلْحَقُّ لَا یَسْتُرُہٗ شَیْءٌ" (اے ابوالحسن حق کو کوئی بات نہیں چھپا سکتی)۔ +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک درویش سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ بعض درویش جب انتقال کر جاتے ہیں۔ تو ان کے بعد ان کا نام کوئی بھی نہیں لیتا۔ اور بعض انتقال کے بعد بہت مشہور ہو جاتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ جو اپنی زندگی میں شہرت چاہتا ہے۔ اُس کا نام مرنے کے بعد کوئی نہیں لیتا۔ اور جو اپنی زندگی میں پوشیدہ اور گمنام رہنا چاہتا ہے۔ وہ مرنے کے بعد مشہور ہو جاتا ہے "فَطُوْبیٰ لِمَنْ لَا یَعْرِفُ النَّاسَ وَلَا یَعْرِفُوْنَہٗ" (خوبی ہے واسطے اُس شخص کے جو نہ آدمیوں کو پہچانے اور نہ آدمی اُسے پہچانیں)+

قطعہ۔ نخشبی در زبانِ خلق افتاد — مرد در عاقبت نہ مشہور یست

(نخشبی جو لوگوں میں مشہور ہو گیا — اِس لئے عاقبت میں وہ کوئی مشہور مرد نہ ہوا)

ہر کہ گم زیست چیزے شد — اندریں رہ خمول مشہوریست

(جس نے گمنام زندگی بسر کی وہ کچھ بنگیا — اسواسطے کہ اِس راہ میں گمنام ہونا ہی مشہوری ہے)

سلک ۶۲۔ وہ گروہ جسے "اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ" (بھوک صدیقوں کا طعام ہے) کے دسترخوان سے روزی حاصل ہے۔ یہ کہتا ہے۔ کہ بھوک کی تکلیف تو دو ایک پیسوں سے رفع ہو سکتی ہے۔ لیکن سیری کی تکلیف ایسی ہے۔ کہ خزانوں سے بھی دور نہیں ہو سکتی۔ اِس راہ کے طے کرنے والے احتلام کو

بھی عذاب ہی جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ احتلام بھی انسانی علامت ہے۔ جو شخص پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اُسے عبادت کا کچھ مزہ نہیں آتا۔ اور اُس کا حافظہ کند ہو جاتا ہے۔ اور وہ خلقت پر مہربانی نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ سب میری طرح سیر ہیں۔ صبح کے وقت جب مومن مسجدوں میں جاتے ہیں وہ ٹٹیوں کے گرد جاتا ہے۔ اہل جہان کی رات تو اُس وقت پڑتی ہے۔ جب سورج غروب ہو جائے۔ لیکن ولی کے لئے رات اُس وقت ہوتی ہے جب اُس کا پیٹ بھر جائے +

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی

اے عزیز! زر و مال اور نوکر چاکر دُنیا نہیں بلکہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ تیرا پیٹ ہی تیری دُنیا ہے۔ جو لوگ کم کھاتے ہیں۔ وہ تارک الدنیا ہیں۔ اور جو پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ وہ نہیں۔ شیطان کہتا ہے۔ کہ جو شخص پیٹ بھرے ہوئے نماز میں مشغول ہو۔ میں اُس کے گلے ملتا ہوں۔ لیکن بھوکا خواہ سویا ہؤا ہو۔ تو بھی میں اُس سے الگ رہتا ہوں۔ پس قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ جو سیر آدمی نماز میں مشغول نہ ہو۔ اُس پر شیطان کا کیا کچھ تسلط ہوگا اور وہ بھوکا جو نماز میں مشغول ہو۔ اُس سے شیطان کو کس درجہ کی نفرت ہوگی +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کے پاس گیا۔ اور کہا کہ مجھے عبادت کرنی سکھلاؤ۔ درویش نے کہا۔ تو کھانا کس طرح کھاتا ہے۔ آیا سارا پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ یا آدھا۔ اُس نے کہا۔ میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہوں۔ درویش نے کہا۔ پیٹ بھر کر کھانا حیوانوں کا قاعدہ ہے جا پہلے کھانا کھانے کا طریقہ سیکھ۔ اور پھر آکر عبادت کا ڈھنگ سیکھنا +

قطعہ۔ نخشبی معدۂ پُر نمے باید   راہِ درویش خارہا دارد

(اے نخشبی معدے کو پُر نہیں کرنا چاہئے　　درویش کی راہ میں بہت سے کانٹے ہوتے ہیں)

شکمِ پر نشانِ بدنفسانیست　　قلتِ قوت کارہا دارد٭

(بھرا ہوا پیٹ بدنفسی کی علامت ہے　　کم کھانے سے بہت سے کام نکلتے ہیں)

سلک ۶۳ - صاحب تجربہ لوگوں کا قول ہے - کہ آج کل وہ زمانہ ہے - کہ اگر کوئی شخص دن کو نیکی کرے - تو رات کو اس کا عوض مِل جاتا ہے - اور اگر رات کو بُرائی کرے تو دن کو اُس کی سزا مِل جاتی ہے - اے عزیز! جو شخص صدق کے ساتھ شہرت سے درگذر کرے - تو اللہ تعالےٰ اُسے عذاب نہیں کرتا - اگر غافلوں کو یہ معلوم ہو جائے - کہ اس سے یہ قوت حاصل ہو سکتی ہے - تو ناگہانی موت سے مر جائیں - لیکن غافلوں کو وہ نظریں ہی کہاں حاصل ہیں - کہ معرفت کی صورت کو دیکھ سکیں - اگر معرفت کی تصویر کسی چیز پر بنائی جاتی - تو جو روشنی دُنیا میں موجود ہے - وہ سب اُس کے سامنے سیاہ معلوم ہوتی - لیکن مجھے ایسا معلوم ہے - کہ یہ روشنی دُنیا سے اُٹھائی گئی ہے - کہ ان کے وجود سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی - اور برخلاف اس کے آج کل لوگ ایسے ہیں - جو صرف درد ہی درد ہیں - اور ان کے وجود سے کسی کا بھی علاج نہیں ہو سکتا - اگرچہ درد کا دارو تو ہے - لیکن دوسرے جہان میں ہے٭

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ کسی خلیفہ نے ایک بڑھیا کے لڑکے کو قید کر دیا بڑھیا نے آ کر کہا میرے بیٹے کو آزاد کر دے - خلیفہ نے کہا - میں نے یہ حکم دے رکھا ہے - کہ جب تک میں خلیفہ بنا ہوں - تب تک یہ قید سے رہائی نہ پائے - بڑھیا نے جب یہ بات سُنی - تو بڑے درد سے آسمان کی طرف رُخ کر کے کہا - اے بادشاہ آدمیوں کا قید کرنا اور رہا کرنا تیری ہی قدرت کے اختیار ہے

تیرے خلیفہ نے جو حکم دیا ہے۔ وہ تو تو نے سن لیا۔ اب دیکھئے تو کیا حکم کرتا ہے یہ دردناک بات خلیفہ نے سُنی۔ اُس کا دل نرم ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ اِس بُڑھیا کے لڑکے کو جیل سے نکالکر عمدہ پوشاک پہنائیں۔ اور قیمتی گھوڑے پر سوار کرکے بغداد کے گلی کوچوں میں پھرائیں۔ اور ساتھ یہ منادی کریں۔ "ھٰذَا عَطَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی زُعْمِ خَلِیْفَۃِ" (یہ اللہ تعالےٰ کی عطا خلیفہ کے خیال پر ہوئی ہے۔) ✤ **قطعہ**

تخشبی حکمِ خلق چیزے نیست	مردِ ایں راہ کجاست درعالم
(اے نخشبی خلق کا حکم کچھ بھی نہیں	اس راہ کا مرد (یعنے اُسپر یقین کرنیوالا) جہاں میں کہاں ہے
درجہاں گفتۂ ہیچکس نشود	حکم حکمِ خداست درعالم
(جہان میں کسی کا کہنا نہیں ہوتا	جہان میں خدا حکم ہی حکم ہے)

سلک ٦٤۔ جاننا چاہئے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک شریعت کی زکوٰۃ جس میں مال کا چالیسواں حصہ دیا جاتا ہے۔ یعنی دوسو٢٠٠ میں سے پانچ ٥ اور دوسری طریقت کی زکوٰۃ جس میں دوسو درم میں سے صرف پانچ درم اپنے پاس رکھے جاتے ہیں۔ اور تیسری حقیقت کی زکوٰۃ جس میں جو کچھ پاس ہو۔ سب راہِ خدا میں دیا جائے۔ حتیٰ کہ روزہ کھولنے کے واسطے بھی کچھ نہ رکھا جائے۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ زکوٰۃ کیا ہے۔ اُس نے کہا دوسروں پر واجب ہے۔ لوگوں نے کہا کیا آپ پر واجب نہیں۔ اُس نے کہا۔ اگر میرے ہاتھ کچھ مال لگ جاتا ہے۔ تو میں اُسے اُس دن تک جمع ہی نہیں رکھتا۔ کہ مجھ پر زکوٰۃ واجب ہو۔ جو کچھ راہِ خدا میں دیا جاتا ہے۔ وہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک کو زکوٰۃ۔ دوسرے کو وفا یہ۔ اور تیسرے کو صدقہ کہتے ہیں۔ لیکن صدقہ کی قبولیت کے لئے پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ دو صدقہ دینے سے پیشتر۔ اوّل یہ

کہ جو کچھ دے وہ حلال ہے۔ دوسرا اُس کو دے جو اُس کو نیک کام میں خرچ کرے۔ نہ کہ بُرے کاموں میں۔ اور دو عطا کرتے وقت۔ اوّل یہ کہ بڑی تواضع سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ اور پانچویں جو آخری اور بعد کی شرط ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب دے چُکے۔ تو پھر اس کا ذکر نہ کرے +

سُنو! سُنو!! جس روز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تجرید کی۔ تو آپ چالیس ہزار دینار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ اور گودڑی پہنکر اُس پر میخ لگا دی۔ اُسی وقت اُسی لباس میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ یہ کیسا لباس ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ آج سب فرشتوں کو حکم ہوا ہے۔ کہ ابوبکر کی موافقت سے گودڑی پہنیں اور اس پر میخ لگائیں + قطعہ

بخشی در سخاوت سود است	کیست کہ ایں سخن بیان کند
(اے بخشی تیری سخاوت میں ایک سودا ہے	وہ کون ہے جو اس بات کو بیان کر سکے)
تا توانی بکس بدہ چیزے	ہیچکس در سخا زیاں نکند
(جہانتک تجھ سے ہو سکے کسی کو کچھ دے	کیونکہ کوئی شخص سخاوت میں نقصان نہیں اُٹھاتا)

سلک ۶۵ - آخرت کے سودا کے سرمایہ دار کہتے ہیں۔ کہ جب تک تیرے پاس ایمان کا سرمایہ ہے۔ تو ہرگز نقصان نہیں اُٹھائیگا +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک بادشاہ نے کسی برہمن پر جرمانہ کیا اور جو کچھ اُس کے پاس تھا سب لے لیا۔ ایک دن برہمن کے کسی دوست نے اُس سے پوچھا۔ کہ تیری کیا حالت ہے۔ اُس نے کہا بہت اچھی! دوست نے کہا۔ کہ ساری چیزیں تو تجھ سے چھین لیں۔ اب خوشی تجھے کس بات کی ہے؟ اُس نے کہا ابھی میرا جنیو میرے پاس ہے۔ اے درویش جہاں پر جنیو پہننے

والا اپنے جنیو کو سرمایہ خیال کرتا ہے۔ تو تسبیح پڑھنے والا اپنی تسبیح سے کب نقصان اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن کام دلی صدق کے متعلق ہے۔ خدا کے مرد جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ سب خدا کے لئے کرتے ہیں۔ اور اُن کی نیت سب حق ہوتی ہے۔ نہ کہ غیر حق۔ ایک درویش جو بہت معتبر تھا۔ اُس نے دریا کے کنارے اپنی جھونپڑی بنا رکھی تھی۔ ایک دن اُس نے کھانا تیار کر کے اپنی عورت کو کہا۔ کہ یہ کھانا اُس درویش کو پہنچا۔ جو دریا پار کُٹیا میں رہتا ہے۔ عورت نے کہا کہ پانی گہرا ہے۔ میں پار نہیں جا سکتی۔ اُس نے کہا۔ جا۔ پانی کو کہو "اے پانی اُس حرمت کے سبب کہ اُس میرے شوہر نے کبھی میرے ساتھ صحبت نہیں کی مجھے راہ دے"۔ عورت نے دریا کے کنارے جا کر یہی کہا۔ تو پانی پھٹ گیا۔ اور راستہ ہو جانے کے سبب عورت پار ہو گئی۔ اور وہ کھانا اُس درویش کو دیا۔ درویش نے وہ طعام اُس کے روبرو ہی کھا لیا۔ اور کہا۔ کہ جا واپس چلی جا۔ عورت نے کہا۔ کہ میرے خاوند نے ایک بات کہی تھی۔ جس کی برکت سے میں آتی دفعہ تو دریا سے گذر آئی۔ اب میں کس سہارے واپس جاؤں۔ اُس نے کہا۔ جا۔ پانی کو یہ کہہ دینا "اے پانی۔ تو اِس بات کی برکت سے کہ اُس درویش نے تیس سال سے کھانا نہیں کھایا مجھے راہ دے"۔ عورت نے ایسا ہی کیا۔ فوراً راستہ ہو گیا۔ جب گھر پہنچی۔ تو خاوند کو کہا۔ سالوں سے تم مجھ سے ہمبستر ہوتے آئے ہو۔ اور اُس درویش نے بھی میرے روبرو کھانا کھایا ہے۔ میں نے یہ دو نو جھوٹ پانی کو کہے۔ تو اُس نے مجھے راہ کیونکر دی۔ خاوند نے کہا۔ تو نے جھوٹ نہیں کہا۔ اِس واسطے کہ میں نے جب کبھی تجھ سے ہمبستری کی ہے۔ تو حق کے ادا کرنے کے واسطے کی ہے۔ نہ کہ اپنی نفسانی خواہش

سے۔ اور درویش نے بھی تیس سال سے کھانا اپنی نفسانی خواہش سے نہیں کھایا۔ بلکہ اِس واسطے کہ اُسے عبادت کے لئے قوت حاصل ہو جائے

قطعہ۔ نخشبی مردمانِ پیشینہ آنکہ اجزائے شاں بفرسودا ست

(اے نخشبی پہلے لوگ جن کے اجزا گھس گئے ہیں۔)

ہر چہ در وقتِ خویش میکردند ہمہ بہر رضائے حق بودہ ست

(جو کچھ انہوں نے اپنی زندگی میں کیا وہ سب اللہ تعالٰے کی رضامندی کے لئے کیا)

سلک ۶۶۔ جاننا چاہئے۔ کہ بندے اور خدا کے درمیان کوئی راہ محتاج اور فقیر بننے سے نزدیک نہیں۔ اور کوئی پردہ دعوے سے بڑھکر نہیں۔ جو شخص دعوے کرتا ہے۔ وہ ڈرتا نہیں۔ اور جو ڈرتا نہیں وہ امانت دار نہیں ہوتا اور جو امانت دار نہیں ہوتا اُسے اِن شاہی خزانوں کی اطلاع ہی نہیں دیتے۔ بغیر سبب کے دینے والا بزرگ و بلند خدا ہر گھڑی بندے کو بڑی عطا عنایت کرتا ہے۔ سب سے بڑی عطا یہ ہے۔ کہ اُسے اپنی یاد عنایت کرے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے کو بھلا دینے سے بڑھکر کوئی مصیبت نہیں۔ اللہ تعالٰے کے خاص بندے اگر ایک دم بھی یادِ حق سے غافل ہو جائیں۔ تو اُن کی موت کا شہرہ زمین اور آسمان کے فرشتوں میں ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص مرگیا ہے۔ کیونکہ وہ یادِ الٰہی سے غافل ہو گیا ہے۔ اے بھائی اگر تو ہر وقت یادِ الٰہی میں رہے۔ تو اِس دُنیا سے رحلت کرتے وقت بھی تجھے اِس نیک بختی (یادِ الٰہی) سے محروم نہیں رکھینگے۔ "کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ"۔ (جس طرح تم زندگی بسر کرو گے۔ ویسے ہی مرو گے اور اُسی حالت میں مرو گے)۔ طلحہ مالک رح فرماتے ہیں۔ کہ سہیل جس روز دُنیا میں آئے۔ تو روزہ دار تھے۔ اور جب

دُنیا سے چل بسے اُس روز بھی آپ روزہ دار تھے - اگر جہان میں کوئی کام ہے - تو وہ یادِ حق ہی ہے - اور یادِ الٰہی زندہ دلوں کا کام ہے - جب تک کسی کا نفس نہ مر جائے - اُس کا دِل زندہ نہیں ہوتا +

ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا - کہ سب سے سخت سفر کونسا ہے اُس نے کہا اپنے نفس سے سفر کرنا - اِس وقت جو سانس ہے - وہ تین حالتوں سے خالی نہیں - یا کافر ہوگا یا منافق یا ریاء کار - تو اِس بات کی کوشش کر - کہ ان کے علاوہ اَور کوئی صحبت اختیار کرے +

سُنو! سنو!! ایک دن کوئی شخص ایک درویش کے پاس گیا - اور کہا - کہ میں آپ کے پاس چند روز رہنا چاہتا ہوں - درویش نے کہا - جب میں نہیں رہونگا - تو پھر تو کِس کے ہمراہ رہیگا - اُس نے کہا اللہ تعالےٰ بزرگ و بلند کے ہمراہ رہونگا - درویش نے کہا - تو بس ابھی یہ خیال کرلے - کہ میں نہیں ہوں - اور تو اللہ تعالےٰ کے ہمراہ ہولے +

قطعہ - نخشبی با خدائے خود مے باش نیست عاقل کزو جدا باشد

اے نخشبی تو اپنے خدا کے ہمراہ رہ کیونکہ جو اُس سے جدا ہوتا ہے وہ عقلمند نہیں

خوشی وقت با خداست ہمہ وقتِ او خوش کہ با خدا باشد

دوقت کی خوشی سب خدا کے ہمراہ ہونیسے ہوتی ہے اُسکا وقت بہت اچھی طرح گذرتا ہے جو خدا کے ساتھ ہو)

سلک ۶۷ - جاننا چاہئے - کہ اہل صلاح کی ایک علامت یہ ہے - کہ وہ ضرورت کے سوا بات نہیں کرتے - بہت دفعہ ایسا ہؤا ہے - کہ بعض نے سالہا سال تک گفتگو نہیں کی - مگر قرآن کی زبان سے - ایک بزرگ نے کئی سال تک خاموشی کی مہر اپنے مُنہ کی ڈبیا پر لگائے رکھی - اُس سے لوگوں نے پوچھا - کہ آپ بات کیوں نہیں کرتے - اُس نے کہا - یا پیدا کرنے والے کی بابت گفتگو

ہو گی یا پیدا شدہ چیز کی بابت - سو پیدا کرنے والا باتوں میں سما نہیں سکتا اور پیدا شدہ اِس لائق نہیں کہ اُس کا ذکر کیا جائے - کہتے ہیں - کہ ایک روز کسی شخص نے ایک درویش سے کوئی بات پوچھی - اُس نے جواب نہ دیا - تو اُس شخص نے گلہ شروع کیا - کہ یہ کیا معاملہ ہے - کہ میں تجھ سے بات کروں - اور تو اُس کا جواب تک نہ دے - درویش نے کہا - اَے خواجہ ہم تیری طرح بیکار نہیں ہیں - کہ فضول گفتگو میں مشغول ہوں - قیامت میری گردن پر سوار ہے - میں اُس کی تیاری میں مشغول ہوں +

اے عزیز! سالک کو چاہئے - کہ اپنے وقت کو فضول گفتگو میں ضائع نہ کرے - جو عمر گفتگو میں گذرے اُس کو عمر نہیں کہہ سکتے - بلکہ وہ ضائع جاتی ہے - بہت سے سالک فضول گفتگو بہت کرتے ہیں - اور بہت گشت کرتے ہیں - ایک مرتبہ کوئی صوفی کسی عارف سے فضول گفتگو کر رہا تھا - کہ مَیں فلاں جگہ پھر آیا ہوں - اُس نے کہا افسوس جو کچھ ہوتا ہے وہ پھرتا نہیں - مردِ کامل وہ ہے - جو ضرورت کے بغیر کوئی کلام نہ کرے - اور کسی خوشی سے خوش نہ ہو - اور کسی غمی سے غمگین نہ ہو - اور باوجود ان تمام باتوں کے وہ اپنے نفس کو دھمکاتا رہے - کیونکہ اپنے نفس پر حکومت کرنا کام رکھتا ہے +

سُنو! سُنو! کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے ستّر سال عبادت کی - ایک دفعہ کوئی ضرورت پیش آئی - تو دُعا کی لیکن قبول نہ ہوئی - اُس نے اپنے نفس کو جھڑکنا شروع کیا - کہ اگر تیری طاعت اخلاص کے رُو ہوتی تو فوراً میری دُعا قبول ہو جاتی - فوراً پیغمبرِ وقت کو حُکم ہوا - کہ اُس زاہد سے کہہ دے - کہ ایک ساعت نفس کو جھڑکنا تیری ستّر سالہ عبادت سے بہتر ہے +

قطعہ۔ نخشبی در عتاب خود مے باش ورنہ در باطنِ تو خون گردد

(اے نخشبی تو اپنے تئیں جھڑکنے میں مشغول رہ نہیں تو تیرے باطن میں خون ہو جائیگا)

ہر کہ با نفس خود عتاب کند از عتاب ہمہ مصون گردد

(جو شخص اپنے نفس کو جھڑکتا ہے وہ سب کی سے محفوظ رہتا ہے۔)

سلک ۶۸۔ جاننا چاہئے۔ کہ علم سے عمل مطلوب ہے۔ نہ کہ روایت۔ جیسا شمع سے نور مطلوب ہے۔ نہ کہ حکایت۔ اگر کسی کے وقت کی تھیلی میں علم کی نقدی موجود ہے۔ تو اُسے چاہئے۔ کہ وہ صرف علم پر ہی اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اُس پر عمل کرے۔ کیونکہ جاننا اور بات ہے۔ اور اُس پر عمل کرنا اور شئے ہے۔ سُنو! سُنو!! ایک دفعہ بُو علی سیناؒ اور خواجہ ابو سعید ابو الخیرؒ ملے۔ جب بُو علیؒ اُس مجلس سے چلے گئے۔ تو اپنے ایک صوفی دوست کو جو شیخؒ کا مرید تھا۔ کہہ گئے۔ کہ تو میرے بعد یہیں ٹھیریو۔ اور شیخؒ جو کچھ میرے بارے میں گفتگو کرے۔ میری طرف لکھ دینا۔ جب بُو علیؒ چلے گئے۔ تو ان کے بعد شیخؒ نے اُن کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو نہ کی۔ اُس صوفی نے خود شیخؒ سے پوچھا۔ کہ بو علیؒ سینا کیسا آدمی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ وہ ایک حکیم طبیب اور عالم شخص ہے۔ لیکن اخلاق نیک نہیں رکھتا۔ صوفی نے یہ بات ابو علیؒ کو لکھ بھیجی۔ جس کے جواب میں اُس نے شیخؒ صاحب کو لکھا۔ کہ مَیں نے نیک اخلاق کے بارے میں بُہت کچھ لکھا ہے۔ شیخ صاحبؒ کس طرح جانتے ہیں۔ کہ مجھے مکارمِ اخلاق کی نسبت واقفیّت نہیں۔ شیخؒ نے جب خط پڑھا۔ تو آپ نے مُسکرا کر فرمایا۔ مَیں نے یہ تو نہیں کہا۔ البتہ یہ کہا ہے۔ کہ ابو علی مکارم اخلاق نہیں رکھتا + قطعہ

نخشبی علم با عمل نکوست بر تو باد کہ کار دو چندہ کنی +

(اے بخشی تیرے لئے علم کیساتھ عمل بہتر ہے۔ یہ بھی کرتا رہ کہ تو دُگنا کام کر رہا ہے)

ہمچنیں داں کہ تو نمے دانی ہم بدانستن اگر بسندہ کنی

(اگر تو صرف علم پر ہی اکتفا کرتا ہے تو یہی خیال کرلے کہ تو کچھ بھی نہیں جانتا)

سلک ۶۹ - اے بلند ہمت نفس اگر سلیمانی ملک پست ہمتوں میں ایک کو دیا جاوے۔ تو وہ اُس کی طرف دیکھتا ہے - اور وہ کمینی ہمت کا شخص ہوتا ہے۔ مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزیں بھی اتنی نہیں کہ کوئی ان سے خوش ہو سکے۔ نمرود کو ساری زمین کی بادشاہی دی گئی - پھر بھی اُس نے تیر کمان لیکر آسمان کا رُخ کیا - تاکہ آسمانی ملک بھی لے لے +

اے عزیز! اس اُمت میں جو سب اُمتوں سے نیک ہے۔ ایسے عالی ہمت موجود ہیں۔ کہ اگر اُن میں سے کسی کو آٹھوں بہشت آراستہ کرکے دکھلائے جائیں۔ اور کہا جائے کہ ان میں آجا - اور مشغول ہو۔ تو وہ یہی کہیگا۔ کہ یہ کسی یہودی کو دیدو - اور مجھے اللہ تعالےٰ ہی میں محو رہنے دو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ علی شی نے جو ایک خلیفہ تھا۔ شبلیؒ کو کہا۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ جو کپڑا آپ کے ہاتھ لگتا ہے۔ آپ جلا دیتے ہیں شبلیؒ نے فرمایا۔ اگر میرا قابو چلے تو میں بہشت اور دوزخ کو بھی آگ لگادوں۔ کیونکہ یہ دونو ہی سالکوں کو اپنی طرف مشغول کرنے والے ہیں۔ اِسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ دُنیا خدا کی دشمن ہے - اور خدا کے دوستوں کی دشمن ہے۔ اور خدا کے دشمنوں کی دشمن ہے۔ خدا کی دشمن اِس لئے۔ کہ اُس کے دوستوں کو رستہ بھُلا دیتی ہے - اور خدا کے دوستوں کی دشمن اس واسطے ہے۔ کہ اُن کو اپنی طرف مشغول کر لیتی ہے - اور خدا کے دشمنوں کی دشمن اِس لئے ہے۔ کہ اُن کو اِسی کی وجہ سے رُتبہ کی کمی حاصل ہوتی ہے +

اے عزیز! جو چیز تجھے دوست سے ہٹا رکھے۔ وہی تیری دشمن ہے +

سُنو! سُنو!! رابعہ بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا شیطان سے آپ کو دشمنی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ میں خدا میں ایسے طور پر مشغول ہوں۔ کہ مجھے اُس کی پرواہ تک نہیں +

قطعہ۔ نخشبی دوستی عجب کارے ست ــ ولی زوے بروں خاکے نیست

(اے نخشبی دوستی عجب کام ہے ــ اگر ولی میں نہیں پائی جاتی تو وہ بھی خاک کی مانند ہے)

ہر کہ مشغول دوستی بکسے است ــ گر جہاں دشمن است باکے نیست

(جو شخص کسی دوستی میں مشغول ہے۔ ــ خواہ سارا جہان اُسکا دشمن ہو پھر بھی کچھ خوف نہیں)

سلک ۷۔ اے طالب اگر تو راہِ خدا کے مردوں کا طالب ہے۔ تو اُن کو لباس میں نہ ڈھونڈ۔ کیونکہ صاحبِ صفت خلت (ابراہیم علیہ السلام) کو جب ڈھینکلی کے پلّہ میں رکھا گیا۔ تو آپ کو ننگا کر لیا گیا۔ یہ اس واسطے۔ کہ ابراہیم علیہ السّلام باایمان تھے۔ اور ایمان ہمیشہ ننگا ہوتا ہے +

سُنو! سُنو!! جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پہنچے۔ تو آگ کو مسکین آپ کو رحم آیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" (اگر تو نہ ہوتا تو مَیں آسمان پیدا نہ کرتا) کسی کی پرواہ کر کے قہر کے اتنے کانٹے ہماری راہ میں بوئے ہیں۔ کہ کسی کی راہ میں نہیں یہ مصیبت نہ تھی۔ جو ابراہیم علیہ السّلام آگ میں پھینکے گئے۔ اور نہ وہ تکلیف تھی۔ کہ زکریا علیہ السّلام آرے سے دو ٹکڑے کئے گئے۔ بلکہ مصیبت اور تکلیف یہ ہے۔ جو ہمارے سر تھوپی گئی ہے۔ یعنے ہمیں زمین اور آسمان والوں سے مقدم رکھا ہے۔ اور آدمؑ کے بارے میں جو نافرمانی ہوئی اُس کی شفاعت ہمارے دامن سے باندھی۔ ہمیں راہ گُراہ چلنا پڑتا ہے۔ اور

مجرموں کا سا عذر کرنا پڑتا ہے - اور کاملوں کا سا کام کرنا پڑتا ہے - کبھی ہمیں "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (مقدار دو کمان کے یا اُس سے بھی قریب) کی مسند پر بٹھاتے ہیں - اور کبھی ابو جہل کے پُر جفا دروازے پر بھیجتے ہیں کبھی ہمیں شاہد اور منیر کا لقب عنایت کرتے ہیں - اور کبھی جادوگر اور سودائی کہتے ہیں - کبھی جبرائیلؑ کو ہماری رکاب داری کے لئے بھیجتے ہیں - اور کبھی بغیر عہد نامے کے ہمیں مکّے میں آنے نہیں دیتے - کبھی آسمانی خزانے ہمارے حجرے میں لار کھتے ہیں - اور کبھی ایک جَو کی خاطر ابو شحمہ کے دروازے پر بھیجتے ہیں - کبھی ہمارے نوکروں سے کسی کے ہاتھ سے چیز کھلواتے ہیں - اور کبھی ہمارے دانت نا ایمان لانے والوں کے ہاتھ سے تڑواتے ہیں - یہ سب کچھ اس لئے ہے - کہ جہان والوں کو معلوم ہو جائے - کہ ہماری راہ بہت مصیبتوں کی بھری ہوئی ہے - اگر تجھے اِس راہ کا خیال ہے - تو سر کو پاؤں بنالے - نہیں تو اپنی زحمت اِس راہ سے الگ کر - اِس واسطے کہ یہ راہ معمولی پاؤں سے طے نہیں ہوتی ✤

سُنو! سُنو!! ایک روز سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم کو تپ محرقہ ہو گیا ایک شخص نے اپنا ایک ہاتھ آنحضرتؐ کے دست مبارک پر رکھا - اور عرض کی - یا رسول اللہ مَیں نے ایسا تپ کسی کو ہوتے نہیں دیکھا - آنجنابؐ نے فرمایا جس طرح ہماری بزرگی اور مرتبہ دوسروں سے بڑھکر ہے - ویسے ہی ہماری تکلیف اور مصیبت بھی دوسروں سے بڑھکر ہے - قطعہ

نخشبی قرب بے بلا نبود | زخمِ تیشہ بہ دل کان است
(اے نخشبی قرب مصیبت برداشت کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا | تیشے کا زخم کان کے ہی دل پر پہنچتا ہے)
ہر کہ از عشق دور از غم دور | غم و شادی برائے نزدیکان است

(جو عشق سے دور رہے وہ غم سے بھی دور ہے + غم اور خوشی نزدیکوں کے لئے ہے۔)
سلک۔ وہ لوگ جن کی نظر اکرم الاکرمین کے کرم پر ہے۔ اگر دیگ کے لئے کان کا نمک مانگتے ہیں۔ تو بھی اُسی سے۔ اور اگر بکری کے لئے چارہ مانگتے ہیں تو بھی اُسی سے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کی مہربانی کچھ آج ہی ان پر نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔ اور ہوتی چلی جائیگی۔ جب۔ فَقُوۡلَا لَہٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا "(تم دونو اس سے نرم بات کہو) کا خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہوا۔ تو آپ متعجب ہوئے۔ کہ ایسے شخص پر ایسا فضل کس وجہ سے ہے۔ جناب الٰہی سے حکم ہوا۔ کہ اے موسےٰ تو آج اتنا تعجب کیوں کرتا ہے۔ ٹھیر قیامت آنے دے۔ پھر ہمارا فضل و کرم دیکھنا۔ کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن فرعون سے پوچھا جائیگا۔ کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام تیرے پاس بھیجے گئے۔ تو تو ایمان کیوں نہ لایا۔ وہ منکر ہو جائیگا پھر موسیٰ علیہ السلام سے گواہ طلب کرینگے۔ موسیٰ علیہ السلام عاجز رہ کر ہمارے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرینگے کہ فرعون اپنے قول اور فعل سے منکر ہے۔ اور بے مثل قاضی (اللہ تعالےٰ) مجھ سے گواہ طلب کرتا ہے۔ رسول صلعم اپنے بعض اُمتیوں کو حکم دینگے کہ جا کر گواہی دو۔ جب وہ آکر گواہی دینگے۔ تو فرعون کہیگا۔ اے پروردگار محمدؐ کی اُمت اس وقت کہاں موجود تھی۔ جو گواہی دے رہی ہے۔ ان کو واپس کیا جائیگا۔ پھر وہ آکر پیغمبر خدا کی خدمت میں عرض کرینگے۔ کہ ہم پر فرعون نے یہ جرح کی ہے۔ رسول مقبولؐ اُن کو تلقین فرمائینگے۔ کہ جا کر کہو۔ کہ ہمیں اس بات کا علم ہے۔ کیونکہ قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے۔" اِذۡہَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّہٗ طَغٰی "(فرعون کی طرف جا وہ نافرمان ہو گیا ہے)۔ جب

وہ اس طرح کی گواہی دینگے۔ تو حکم الٰہی ہوگا ۔ ھٰذَا عَدْلِی مَعَ مَنْ قَالَ
اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی فَکَیْفَ یَکُوْنُ فَضْلِی مَعَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی
(جبکہ یہ ہے میرا عدل اُس شخص کے ساتھ جس نے یہ کہا کہ مَیں خدائے
برتر ہوں۔ تو میرا افضل اُس شخص پر کیسا ہوگا۔ جس نے یہ کہا۔ کہ میرا پروردگار
بُہت ہی برتر اور پاک ہے) ❖ قطعہ

نخشبی آنکہ کرد خارستان بوستاں را کجا کند ضائع

(اے نخشبی جس نے کانٹے دار جھاڑیوں کو محفوظ رکھا ❖ بھلا وہ باغ کو کب ضائع کریگا۔)

ہر کہ بر دشمنان بہ بخشاید دوستان را کجا کند ضائع

(جو دشمنوں پر بخشش کرتا ہے ❖ وہ دوستوں کو کب محروم رہنے دیگا)

سلک ۲ ۔ جاننا چاہیئے کہ آج ہی وہ زمانہ ہے۔ اگر تو کچھ کرنا چاہتا ہے
تو آج ہی کرلے۔ اور جو خون رونا چاہتا ہے۔ آج ہی رولے۔ کہ آج کے
آنسو کل کے خون رونے سے بہتر ہیں یعنے آخری دم کا افسوس کچھ کام
نہیں آئیگا۔ جو کرنا ہے آج کرلے۔ اور کوئی دولتمند ایسا نہیں۔ جو حالت
جانکنی میں یہ خواہش نہ کرتا ہو۔ کہ کاش مَیں درویش ہوتا۔ جب ملک الموت
اگر کسی کو ریشمی تکیہ لگائے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور ریشمی بچھونا بچھائے
دیکھتا ہے۔ تو ملک الموت کے مددگار اُس کے پہلو پر لات مار کر
کہتے ہیں۔ کہ ابھی تو مالک ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور جب دوسرے
کو دیکھتا ہے۔ جو کسی مسجد کے کونے یا قبرستان کے گوشے میں خاک
کا بستر بنائے ہوئے اینٹ کا سرہانہ لئے پڑا ہے۔ تو ابھی اسے خاک کے
سُپرد نہیں کرتے۔ کہ وہ اپنے پاک خداوند تعالیٰ کے پاس پُہنچ جاتا ہے ❖

عزیز من! چونکہ اس جہان میں خواجگی غلامی ہے۔ اور غلامی

خواجگی۔ اِس لئے کسی کا مالک ہونے کی نسبت کسی کا غلام بننا بہتر ہے۔ مَیں اُس آقا کا غلام ہوں۔ جو غلاموں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ خواجہ غلام کہنے سے غلام نہیں بنجاتا۔ اور غلام آقا کہنے سے آقا نہیں ہو جاتا۔ لیکن معاملہ کام کے متعلق ہے یعنی جیسا کوئی کام کریگا ویسا ہی اُس کو مرتبہ ملیگا +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کسی یہودی نے حسن بصریؒ سے پوچھا۔ کہ تم ہمیں کس نام سے بلاتے ہو؟ آپ نے فرمایا دشمن خدا۔ اور اپنے تئیں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا دوستِ خدا۔ اُس نے کہا خبردار صرف نام پر مغرور نہ ہو جانا۔ کیونکہ کل ہی میرے گھر لڑکا پیدا ہؤا۔ جس کا نام مَیں نے خالد رکھا۔ اور حالانکہ خالد کے معنے ہیں ہمیشہ رہنے والا۔ اور وہ آج ہی مرگیا

قطعہ

تخشی تو ہم بنام غرہ مشو	دوست با دوست ایں پیام کند
(اے تخشی تو نام پر مغرور نہ ہو	دوست دوست کو یہ پیغام بھیجتا ہے)
عمل نیک کے تواند کرد	انکہ او اکتفا بنام کند
(وہ شخص جو صرف نام پر اکتفا کرتا ہے	وہ کب نیک عمل کر سکتا ہے)

سالک ۔ خانۂ حقیقت کے کارگذار یوں فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کچھ کام کرے۔ تو اپنے کئے ہوئے کو کام نہ خیال کرے۔ ایک درویش جو کرامت کے جنگل کا شیر تھا۔ لوگوں نے کہا ایک شیر تیرے دیکھنے کے لئے آتا ہے۔ اُس نے کہا۔ کیا فائدہ۔ کہ کُتّے کو دیکھنے کے لئے آتا ہے +

جعفر صادقؒ سے جو صبح صادق سے بھی زیادہ صادق تھے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ وہ کونسی عبادت ہے۔ جو انسان کو خدا سے دور ڈالتی ہے۔ اور وہ کونسی خطا ہے جو بندے کو اللہ تعالےٰ کے نزدیک کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عبادت جس کا شروع خود پسندی اور انجام غرور ہو۔ اور وہ خطا جس کا

ابتداء غفلت اور انجام ندامت ہو +

سُنو! سُنو!! بشر حافیؒ جو سر پاؤں سے ننگے رہنے والوں کے بادشاہ تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ایک چھوٹی لڑکی سے بڑھکر کسی نے تازیانہ نہیں لگایا۔ اور وہ لڑکی حسن بصریؒ کی بیٹی تھی۔ یہ واقعہ یوں گذرا۔ کہ ایک روز میں حسنؒ کے گھر گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لڑکی نے آواز دی کہ دروازے پر کون ہے۔ مَیں نے کہا۔ مَیں ہوں بشر حافی۔ اُس نے کہا۔ اے خواجہ اسی راہ بازار چلا جا۔ اور جوتی خرید کر پاؤں میں پہن لے۔ تاکہ تُو پھر اپنے تئیں بشر حافی (ننگے پاؤں والا آدمی) نہ کہے + قطعہ

تخشبی مردِ خود ستا نبود　　باطنِ من بسے تصوّر کرد

(اے تخشبی میرے باطن نے بہت سوچ بچار کی۔ تو یہی معلوم ہوا۔ کہ مردِ خدا اپنی تعریف نہیں کرتا)

کس نباشد یقین تصور کن　　آنکہ خود را کسے تصوّر کرد

(تو یقین جانیو کہ جو شخص اپنے تئیں کچھ خیال کرتا ہے۔ وہ درحقیقت کچھ نہیں ہوتا۔)

سلک ۴۷۔ طریقت کے قافلہ کے پیشرو اور فرقہ حقیقت کے مقتدی یوں فرماتے ہیں۔ کہ ہر شخص اقتداء کے لائق نہیں ہوتا۔ ہر شخص سے اقتداء کرنا معمولی اور فضول آدمیوں کا کام ہے۔ ابو سفیانؓ ایک بخیل مرد تھے۔ یہاں تک کہ روٹی کا بھی بخل کرتے تھے۔ یزید نے اُن سے اقتدا کیا۔ تو معاملہ یہاں تک پہنچا۔ کہ اُس نے کربلا میں پانی دینے سے کنجوسی کی۔ اقتداء اُس سے کرنا چاہئے۔ کہ جس کی برکت سے تنبیہ حاصل ہو۔ اے درویش! اصحاب کہف نے کُتّے اعد بلّی سے تنبیہ حاصل کی۔ اور تُو آدمی سے بھی تنبیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کب مناسب ہے۔ اگر تو عقلمند آدمی ہے۔ تو اپنی خوشی کے مقام پر نازاں نہ ہو۔ کیونکہ کوئی مقام خوشی کا بہشت سے بڑھکر نہیں۔ اور تجھے معلوم ہی ہے۔ کہ جو کچھ بہشت

سے آدم کو مِلا۔ اور تو اپنی طاعت پر فریفتہ نہ ہو۔ دیکھ کہ شیطان کو اپنی عبادت کا نتیجہ کیا مِلا۔ اور اپنی خداشناسی پر بھروسہ نہ کر کیونکہ تو نے بلعم باعور کی حکایت تو سُنی ہوگی۔ اور نیکوں کی شہرت پر گمان نہ کر۔ کیونکہ تو نے ابو طالب کا قِصہ سُنا ہوگا +

سُنو! سُنو! جب ابو طالب نے وفات پائی۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ تو بار بار جنازے کی طرف دیکھتے اور اپنی چادر پر دستِ مبارک مارتے۔ اُس کے دفن کرنے کے بعد لوگوں نے آپ سے عرض کی۔ کہ آپ بار بار اُس کی طرف کیوں دیکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عذاب دینے والے فرشتے آن پہنچے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ اُسے چارپائی سے اُٹھا کر لے جائیں۔ اور میں ہر دفعہ اُنہیں اپنی چادر کی قسم دیتا تھا۔ کہ ایک گھڑی ٹھیر جاؤ + قطعہ

نخشبی قابلِ نکوئی شو + خوانِ او بار مائدہ ندہد +
(اے نخشبی تو نیکی کے قابل بن جبتک یہ نہ ہوگا تبتک تو اِس دستر خوان سے کھانیکا فائدہ حاصل نہ ہوگا)
گر تو نیکو نہ ئی ترا ہرگز صحبتِ نیکاں فائدہ ندہد +
(اگر تو خود نیک نہیں ہے۔ تو نیکوں کی صُحبت تجھے ہرگز فائدہ نہیں دیگی)

سلک ۵۷۔ اے سرداری کی کتاب کے دیباچے پہلی اُمتوں کی کتابیں ساری ایک ہی دفعہ نازل ہو جاتی تھیں۔ اور قرآن شریف جو نیکبختی کی کتاب ہے تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہوئی۔ اِس میں کیا بھید ہے؟

سُنو! سُنو! پہلی اُمتیں عالمِ عشق سے بےخبر تھیں۔ اور ذوق کے جہان سے ناواقف۔ اس لئے اُن پر یکبارگی نازل ہوتی تھیں۔ لیکن یہ اُمت عشق کی آگ کی جلی ہوئی ہے۔ اور شوق کے تیر کی سی ہوئی ہے۔ اِس لئے اس پر تھوڑا تھوڑا

کر کے قرآن شریف نازل ہؤا۔ اس واسطے کہ اگر معشوق کے خطوط وقتاً فوقتاً عاشق کو ملتے رہیں۔ تو اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ عاشق کو اُس سے کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کریں۔ کہ قیامت کے روز "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (وہ چہرے آج کے دن اپنے رب کی طرف دیکھتے ہیں) کی سعادت سے عاشق مشاہدۂ حق سے باز رہینگے یا باز رکھے جائینگے۔ اگر باز رہیں تو باعثِ ملامت ہے۔ اور اگر باز رکھے جائیں۔ تو بخل ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے۔ کہ نہ وہ مشاہدہ حق سے باز رکھے جائینگے۔ اور نہ وہ خود باز رہینگے۔ بلکہ وہ جمال کی طرف دیکھتے رہینگے۔ اور اُسی سے آویزاں رہینگے۔ اور حال کی طرف دیکھینگے۔ لیکن پرہیز کرینگے +

سُنو! سُنو!! آٹھوں بہشت آدم کو دِئے گئے۔ لیکن ایک روز وہ اُس سے بھاگ ہی گیا۔ لیکن جب عشق کا ایک ذرّہ اُسے دیا گیا۔ تو فوراً اُس کی طرف مائل ہو گیا۔ اور قبول کر لیا۔ ہاں آدم کی ذِلّت کا باعث عشق میں مشغول ہونا تھا اور ابلیس کا گناہ فراغ دِلی کے باعث تھا + قطعہ

نخشبی از فراغ دل بیرون است	غم دِل جز چراغِ دل نبود
(اے نخشبی فراغت سے دِل باہر ہے	دل کا غم سوائے دل کے چراغ کے نہیں ہوتا)
دِل فارغ نشانِ بیکاریست	عاشقاں را فراغِ دل نبود
(دل کا فارغ ہونا بیکاری کی علامت ہے	عاشق کبھی فارغ دل نہیں ہوتے)

سلک ؔ۔ وہ صاحب عہد جن کے عہد کا شیشہ پتھر سے ٹوٹنے سے محفوظ ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔ الحاقہ اُسی سے مراد ہے۔ اور القارعہ اِسی کی طرف اشارہ ہے۔ گنہگار آدمی کو حاضر کر کے اُس سے پوچھینگے۔ کہ اے فلاں! اُن تیری نمازوں کو کیا ہؤا۔ بندہ گنہگار کہیگا۔ اے پروردگار وہ سب دشمن لے گئے ہیں

پھر پوچھا جائیگا - کہ صدقہ - حج اور زکوٰۃ کہاں گئے - بندہ عرض کریگا - کہ وہ سب مظلوم لوٹ لے گئے - پھر آواز آئیگی - کہ وہ محبّت کا اقرار جو تونے روز الست کو ہمارے ساتھ کیا تھا - اُس کا کیا حال ہے - بندہ کہیگا - اے بادشاہ ابھی اُس پر کلمہ بلیٰ (ہاں) کی مُہر ہے {یعنے میں اب تک مانتا ہوں کہ تو میرا خدا ہے} اور اس میں کسی قسم کا نقصان واقع نہیں ہؤا - پھر خطاب ہوگا - اے بندے مت ڈرو - ہمارے پاس تمہارے لئے اور سرمایہ کافی ہے - تجھے اِس میں نقصان نہیں ہوگا - یہ ہے میرا بہشت اِس میں داخل ہو - اور یہ ہے میرا چہرہ اسے دیکھ +

ملکیت حافظ محمد عرفان چشتی
نظامی محلہ نوابان بہاولپور

اے عزیز! اِس زندگی میں تیرے پاس ایک مہمان عالمِ قرب سے آیا ہؤا ہے - اور وہ رُوح ہے - جہانتک تجھ سے ہو سکے اس کو معزز رکھنا اگر زندگی میں تیرے ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان اور سارے اعضاء اسے معزز رکھینگے - اور اِس کے کہنے کے مطابق کام کرینگے - اور ناشائستہ کاموں سے ناراض نہیں کرینگے - تو جب وہ تجھ سے جُدا ہو جائیگا - اور اپنے ٹھکانے پُہنچ جائیگا - تو تیرا شکر یہ ادا کریگا - اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کریگا کہ اِس شخص کے اعضاء نے مجھے معزز رکھا ہے - اِس لئے ان کے حق میں احسان کرنا واجب ہے - تب عنایتِ الٰہی کا جامہ وار قدیمی خانہ کے بقچہ سے خلعت روانہ کریگا - پاؤں کی خلعت یہ ہوگی "اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِیْنَ" (امن اور سلامتی سے اس میں داخل ہو جاؤ) اور ہاتھ کی خلعت یہ ہوگی "یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَاْسًا" (ان میں دور چلتا ہے ساغر کا +) اور مُنہ کی خلعت یہ ہوگی "وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ" (اور تازہ گوشت جس کا وہ چاہتے ہیں) - کان کی خلعت یہ ہوگی "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ

الرَّحِیۡمِ"۔ (مہربان پروردگار اپنی طرف سے سلام کہلا بھیجیگا)۔ زبان کی خلعت یہ ہوگی "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَنَا" (شکر ہے اُس پروردگار کا جس نے ہمیں سچّا کیا)۔ اور چہرے کی خلعت یہ ہوگی "وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاظِرَۃٌ" (اُس دن چہرے دیکھتے ہونگے الخ)۔ اور آنکھ کی خلعت یہ ہوگی "اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃ" (اپنے پروردگار کی طرف دیکھتی ہونگی)۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ جزاءً بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ" (یہ جزا ہے اُس کام کی جو وہ کرتے تھے) ✦ قطعہ

نخشبی تا تواں نکوئی کن — صلعہ نیک را بہا نیک است

(اے نخشبی جہانتک تجھ سے ہوسکے نیکی کر — کیونکہ جیسا ترپوزا اچھا ہوگا ویسی ہی اُسکی قیمت زیادہ ہوگی)

از نکوئی کسے زیان نکند — عمل نیک را جزا نیک است

(نیکی کرنیسے کوئی شخص زیان نہیں اُٹھاتا — نیک عمل کا بدلا نیک ہی ہوتا ہے)

سلکتٌ۔ مجاہلت کے معاملہ والوں نے فرمایا ہے۔ کہ خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے پروردگار میرے ساتھ دو موقع پر تو خود معاملہ کر۔ ایک اُس موقع پر جبکہ جانکنی کے وقت ملک الموت میرے پاس آئے۔ اور میرا اُس سے جھگڑا ہو۔ اِس واسطے کہ میں نے جان اُس سے نہیں لی کہ میں اُسے دوں۔ بلکہ جان تونے دی ہے تو ہی لے۔ اور دیکھ کہ میں کس طرح جان واپس دیتا ہوں۔ اے پروردگار تیرا کہنا ہی ہوگا۔ کہ مَیں جان دیدونگا۔ اور دوسرے اُس موقع پر جبکہ مجھے قبر میں رکھیں۔ اور فرشتے مجھ سے سوال کریں اُن کا جواب وہی ہے جو مَیں پہلے کہ چکا ہوں یعنے قَالُوۡا بَلٰی۔ یہ کیا ہے۔ یہ سب نیک معاملہ ہونے کے سبب سے ہے۔ جو تعریف کے قابل ہے۔ وہ سب مذہبوں میں تعریف کے ہی قابل ہے ✦

سُنو! سُنو!! ایک بزرگ نے فرمایا۔ کہ مَیں نے کافروں میں تین چیزیں

دیکھیں اور وہ تینوں ہی صدیقوں کی علامتیں ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک کو مَیں نے مرا پڑا دیکھا۔ تو پوچھا۔ کہ اسے کیا ہوُا۔ اُنہوں نے کہا کہ اس آزاد کی نگاہ اتفاقیہ شرمگاہ پر جا پڑی۔ اس شرم کے مارے یہ مرگیا ہے۔ دوسرے کو مَیں نے سولی چڑھتے ہوئے دیکھکر وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے کہا۔ کہ اس نے بڑے بُت کو بازار میں یاد کیا تھا۔ تیسرے یہ کہ ایک بنئے کو دیکھا۔ جو دوکان میں بیٹھکر کم لیتا ہے۔ اور پورا دیتا ہے۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ تو یہ کیا کرتا ہے اُس نے آستین سے لکڑی کا بُت نکالا۔ اور کہا۔ مجھے اِس سے شرم آتی ہے۔ کہ پورا لوں اور کم تولوں ؂ **قطعہ**

نخشبی پاک کن عقیدۂ خویش　زھزار معتقد عقیدہ شود

(اے نخشبی تو اپنے عقیدے کو پاک رکھ　کیونکہ ہزار معتقدوں سے عقیدہ اچھا ہوتا ہے)

ہر چہ آری ہماں بری بیشک　کار از اندازۂ عقیدہ شود

(جو کچھ تو لائیگا بے شک و شبہ وہی لیجائیگا　یہاں پر کام عقیدے کے موافق ہوتا ہے)

سلک ۳۸۔ وہ صاحبِ دل جنہوں نے حُب القلب کی طرح دل میں گھر کیا ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے لطائف میں سے ایک لطیفہ خاک میں رکھکر اُس کا نام دل رکھا ہے۔ تاکہ جس وقت چاہے۔ اُس کی طرف دیکھے نظرِ الٰہی اُس پاک لطیفے پر پڑتی ہے۔ نہ کہ کثیف خاک پر۔ بُوعلی سینا فرماتے ہیں۔ کہ تمام جہان تو دل چاہتا ہے۔ لیکن میں بے دل چاہتا ہوں۔ اِس واسطے کہ کام ان بے دلوں کو ہی دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن قالب کو دل کا رنگ دینگے۔ تاکہ بقائے ابدی حاصل کرے۔ نہیں تو ادنےٰ سا قالب کب اِس بات کے قابل ہے۔ کہ اِسے بقائے ابدی بخشی جائے۔ اَے صاحب دِل قیامت کے دن ایک کو خطاب ہوگا۔ اے بندے تو نے ہمیں دُنیا میں پہچانا

یا نہیں۔ اگر نہیں پہچانا تھا تو شناخت کا دعوےٰ کیوں کیا۔ اور اگر پہچان لیا تھا تو کیا کوئی شخص دوستوں سے ایسا کرتا ہے۔ جیسا تو نے کیا۔ اور اگر تو ایسا نڈر ہے۔ تو جو تو گھر کے گوشے میں کرتا ہے۔ تو میدان میں کھلے طور پر کر۔ تا کہ معلوم ہو جائے۔ کہ تو خلقت سے ڈرتا ہے یا خالق سے۔ اگر تو خالق سے ڈرتا ہے۔ تو ہر جگہ اُس سے ڈر۔ تو ہر روز وہی کھاتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ اور ہر بات جو تو کرتا ہے کرتا ہے۔ مجھے سب اچھی طرح معلوم ہے +

سُنو! سُنو!! ایک بدّو نے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ مجھے بڑا بھاری گناہ سرزد ہؤا ہے۔ اور میں اُس سے توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کر کے وُہ واپس چلا گیا۔ ایک گھڑی گذرنے کے بعد پھر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ جہاں پر میں چھپکر گناہ کر رہا تھا۔ آخر اللہ تعالےٰ تو دیکھتا تھا۔ یہ بے عزتی کب ہو سکتی ہے۔ اتنا کہکر نعرہ مارا اور جان دیدی + قطعہ

نخشبی شرم کارہا دارد + سخت آں دل کہ ہیچ شرم نکرد

دلے نخشبی شرم کرنا بہت اچھی چیز ہے وہ دل بہت ہی سخت ہے جس نے شرم نہ کی

ہر چہ خواہد کند زنے شرمے ہر کہ از خدائے شرم نکرد

(جو شخص اللہ تعالےٰ سے شرم نہیں کرتا۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اُس سے عورتوں کو بھی شرم آتی ہے)

سلک ۹۔ عشق کی راتوں کے جاگنے والے فرماتے ہیں۔ کہ "تَنَامُ عَیْنَانِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ" (میری دو آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا) کا کہنے والا ساری رات جاگتا اور عبادت کرتا رہتا۔ البتہ یہ بات اِس بیداری کی بدولت تجھے نصیب ہے کہ ساری رات تو سویا رہتا ہے۔ اُمید ہے۔ کہ جس طرح اِس بیداری کی بدولت یہاں راتیں آرام سے گذرتی ہیں۔ اُس کی شفاعت کی برکت سے قیامت کا دن بھی آرام سے گذر جائیگا +

سُنو! سُنو! پہلی اُمتیں خدا کو دوست رکھتی تھیں۔ اور خدا اُن پر اپنی نظرِ رحمت کیا کرتا تھا۔ اور اِس اُمت کو خدا خود دوست رکھتا ہے۔ پھر اس پر کیوں رحمت نہ کریگا +

سُنو! سُنو! ذوالنُّون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میری ایک لونڈی تھی۔ جو نہایت ہی سیاہ رنگ تھی۔ وہ آدھی رات کو اُٹھکر یہ مناجات کررہی تھی۔ کہ اے پروردگار تو اِس بات کی بدولت جو تو مجھے دوست رکھتا ہے۔ یہ یہ کر۔ مَیں نے کہا۔ اَے سیاہ تجھے کس طرح معلوم ہے۔ کہ خدا تجھے دوست رکھتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے اِس طرح معلوم ہے۔ کہ مجھے آدھی رات کے وقت اُٹھ کر اپنی یاد کی توفیق دی ہے اور تجھے خوابِ غفلت میں چھوڑا ہے +

قطعہ۔ نخشبی عونِ حق کجا یابند ‏ تا توانی بکن رعایتِ حق +

(اے نخشبی مددِ الٰہی کہاں حاصل ہو سکتی ہے ‏ جہانتک تجھ سے ہو سکے تو حق کی رعایت کر)

نتواں برد دولتِ ابدی ‏ مگر از دولتِ عنایتِ حق

(دولت ابدی حاصل نہیں ہو سکتی ‏ مگر عنایتِ الٰہی کی دولت سے)

سِلک ۸۰۔ اے قلم کی طرح معنی سے ہلنے والے "والقلم" کے فرمانے والے یعنے اللہ تعالےٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ تو اُسے حُکم ہؤا "اُکْتُبْ عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ (میرا علم میری خلقت کے بارے میں لکھ)۔ تو قلم حکم بجا لانے کے لئے جاری ہؤا اور لکھا۔ کہ نوحؑ کی قوم ایسا کریگی۔ اور ہم اُن کے ساتھ ایسا سلوک کرینگے۔ اور شعیبؑ کی قوم ایسا ایسا کریگی اور ہم اُن سے اِس طرح سلوک کرینگے۔ جب اِس اُمت کی باری آئی۔ تو قلم حیران ہو گیا۔ کہ یہ اُمت تمام اُمتوں سے گناہوں میں سب سے بڑھکر ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم حیران ہو کر کھڑا ہو گیا۔ کہ دیکھئے ان کے بارے میں کس عذاب کا حُکم ہوتا ہے۔ جناب

الٰہی سے فرمان ہؤا۔ لکھ ”اُمّتٌ مُذنِبَۃٌ وَاَنَا رَبٌّ غَفُورٌ“ (اُمّت گنہگار ہے اور مَیں بخشنے والا پروردگار ہوں)۔ اے فرشتو! تم اِس بات کا خیال نہ کرو۔ کہ بعض فرزند آدم اپنے ہاتھ سے خون کرتے ہیں۔ بلکہ تم یہ دیکھو کہ بعض اپنی آنکھوں سے خون روتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے۔ جو باطل طریقہ آغاز کرے۔ اِن میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ جو محض نیک روش اختیار کرینگے ”وَاِنّی اَعلَمُ مَا لَا تَعلَمُونَ“ (اور مَیں وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں)۔ جب آدم علیہ السّلام زمین پر آئے۔ تو اُنہیں ملامت کی گئی۔ کہ اے آدمؑ تو نے کیا کیا۔ کہ بہشت جیسا گھر گیہوں کے ایک دانے کے بدلے بیچ ڈالا۔ آدمؑ نے کہا کچھ ڈر نہیں۔ میرے فرزند اسے ایک جو دیکر خرید لینگے۔ باوجود اِس کے جب آدم علیہ السّلام دُنیا میں آئے۔ تو آپ بہت روئے۔ ملائکہ نے پوچھا۔ اے آدمؑ تو کیوں اتنا روتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اِس واسطے کہ عشق کا پودا میرے سینے میں لگایا ہے۔ اور ہندوستان کی آب و ہوا سب سے بڑھکر گرم ہے۔ اِس لئے مَیں نے آنکھوں کو چشمہ بنایا ہے اور اس تازہ پودے کو پانی دیتا ہوں تاکہ کُملا نہ جائے۔ پھر آدم علیہ السّلام سے پوچھا گیا۔ کہ تمام جہان سے تو نے درد اور اندوہ کو کیوں پسند کیا۔ آپنے فرمایا مَیں نے اِس واسطے اختیار کیا ہے۔ کہ جو کچھ مَیں اختیار کرونگا۔ وہ بعد میں میرے پاس نہیں رہیگا۔ ممکن ہے کہ یہ بھی بعد میں چھن جائے +

قطعہ

نخشبی اختیار چیزے نیست ۔۔۔ مار باید نہ دہر گنج طلب
(اے نخشبی اختیار کچھ نہیں ۔۔۔ اگر تجھے سانپ درکار ہے تو زمانہ سے خزانہ طلب کر)
گر بخواہی کہ راحتے ببری ۔۔۔ جائے راحت ز چرخ رنج طلب
(اگر تو چاہتا ہے کہ آرام حاصل کرے ۔۔۔ تو آرام کی بجائے آسمان سے تکلیف طلب کر)

سلک ۸۱ - اے قبولیّت کے کعبہ کے حاجی ایک دفعہ کا ذکر ہے - کہ ایک اعرابی کعبہ کی زنجیر پکڑ کر یہ مناجات کر رہا تھا - کہ اے پروردگار تجھے میرے علاوہ اور بہت سے آدمی عذاب کرنے کے لئے ملجائینگے - لیکن مجھے تیرے سوا کوئی نہیں ملیگا - جو مجھ پر رحمت کرے - قیامت کے روز جب گنہگار کو روبرو لایا جائیگا - اور وہ اپنا نامۂ اعمال کھولیگا - تو اُس میں کوئی گناہ نہ پاکر عرض کریگا - کہ اے پروردگار میرے گناہوں کو کیا ہوُا - حکم الٰہی ہوگا کہ میں تیرے گناہوں سے درگذرا - تو بھی اُس کی یاد چھوڑ دے - بندہ وہ ہے جو گناہ نہ کرے - اور جب کرے - تو جلدی توبہ کرے - اور اُس سے باز آجائے تاکہ حقوق اور عقوق دونو جمع نہ ہوں - ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا - کہ خلقت میں سے سب سے بڑھکر عالم کون ہے - اُس نے کہا ڈرنے والا جاہل - پھر لوگوں نے پوچھا - کہ سب سے جاہل کون ہے - اُس نے کہا نڈر عالم - اِس واسطے کہ نڈر ہونے کا نتیجہ عداوت ہے - اور ڈرنے کا پھل محبّت - اور جواہرِ حقیقت کے جوہریوں کے نزدیک دونو جہان کی ڈبیا میں محبّت کے موتی سے بڑھکر کوئی قیمتی موتی نہیں ✣

سُنو! سُنو!! محبّت کے عالم میں جب محمود ایاز اور ایاز محمود ہوگیا - تو محمود بارہا کہا کرتا تھا "اے ایاز ہماری پہلی محبّت اُلٹ ہوگئی - وہ بات جاتی رہی - کہ میں آقا تھا اور تو غلام - اب تو یہ بات ہے - کہ مَیں غلام ہوں اور تو آقا ہے" ہاں جسے دوستی کی خلعت پہنائی گئی - وہی دولتمندوں کا سردار ہے - اگرچہ کوڑی بھر مال بھی اُس کے پاس نہ ہو - اور جس کی پیشانی پر عداوت کا خط کھینچا گیا - وہ سارے بھک منگوں کا سردار ہے - اگرچہ جہان کے سارے خزانوں کا مالک ہو ✣

موسیٰ علیہ السّلام نے کہا - اے فرعون تجھے باوجود اس قدر ملک حاصل ہونے کے اِس بات کی جرأت نہیں - کہ اُس درگاہ میں سوال کر سکے - اور میں باوجود اِس درویشی کے "رَبِّ اَرِنِیْ اُنْظُرْ اِلَیْکَ" پُکارتا ہوں +

قِطعہ
نخشبی دولتِ قبولِ طلب — باغِ اقبال را خزاں نبود
(اے نخشبی تو قبولیّت کی دولت طلب کر — کیونکہ اقبال کے باغ میں خزاں نہیں آتی)
گر قبولِ خدا بدست آری — ہیچ دولت ورائے آں نبود
(اگر تو خدا کی قبولیّت حاصل کرے — تو کوئی دولت اُس کی ہم پلہ نہ ہوگی)

سِلک ۸۲ - دین کی نقدی کے صراف اور یقین کے جوہر کے جوہری یوں فرماتے ہیں - کہ دونو جہان ڈبیا کی مانند ہیں - اور اِس ڈبیا کا موتی آدم علیہ السّلام کا وجود مبارک ہے - خرادی ایک گھڑی میں دس ڈبیاں تیار کر سکتا ہے - لیکن اُس میں جو موتی رکھا جاتا ہے - اُس کو عدن میں پیدا ہونے کے لئے کئی سال چاہئیں آدم کا وجود مٹی سے بنا تھا - اور مٹی میں محبت نہیں چاہئے - محبت دل میں چاہئے لیکن نہ قدرت کی محبت بلکہ حشمت کی محبّت - اگر آدمؑ کو ایک لحظہ وجود میں لایا - تو وہ اپنی قدرت کا اظہار تھا - چالیس صبح تک اُس پر قدرت کی دستکاری ہوتی رہی - تب کہیں آدم کی حشمت کا اظہار ہوُا - کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں اپنے دوست کی حشمت کو دوست رکھتے ہیں - اور اُسے اپنی قدرت کا اظہار جانتے ہیں +

سُنو! سُنو!! بنی اسرائیل کے قصہ میں جب زمین کو قارون پر مسلّط کیا گیا تو موسیٰ علیہ السّلام کو خطاب کیا گیا - کہ اے موسیٰؑ فرعون نے ہم کو ستایا - اور قارون نے تجھ کو - ہم نے زمین کو قارون پر مسلّط کیا نہ کہ فرعون پر - تا کہ اہل جہان کو معلوم ہو جائے - کہ ہمارے نزدیک ہمارے دوستوں کے دل کا ستانا فرعون

کے خدائی دعوے سے بڑھکر ہے + قطعہ

نخشبی رنج دوستاں مطلب | گرچہ گشت است دوستی مسلوب
(اے نخشبی تو دوستوں کی رنجیدگی نہ طلب کر | خواہ دوستی جاتی ہی رہی ہو +)

ہیچ کس را ز خلق تا خالق | نیست از دوستانِ مطلوب
(خلق سے لیکر خالق تک کسی کو | دوستوں کی ناراضگی مطلوب نہیں)

سلک ۸۳ - اہلِ انصاف کہتے ہیں - کہ کوئی انصاف اس سے بڑھکر نہیں - کہ انسان اپنا انصاف خود کرلے - اور جب اپنے ناشائستہ احوال اور اقبال کو دیکھے - تو خود اپنے تئیں لعنت ملامت کرے - محمدؒ واسع کہ جن کی نظر ہمت میں وسیع جہان چیونٹی کی آنکھ سے بھی زیادہ تنگ دکھائی دیتا تھا - یوں فرمایا کرتے تھے - کہ اگر ہمارے گناہ کی بُو ہوتی - تو کوئی شخص ایک دوسرے کے پاس نہ بیٹھ سکتا +

عزیز من! اگر کوئی شخص روئے زمین پر آسمان بھر گناہ کرے - لیکن اپنے تئیں اُسی مقام میں رکھّے - اور ایسی عاجزی کو اپنے باطن میں جگہ دے - تو اغلب ہے کہ اُس کے وہ سارے گناہ ناچیز ہو جائینگے +

سُنو! سُنو! بنی اسرائیل میں ایک بُت پرست تھا - جس نے چار سو سال بُت پرستی کی تھی - لیکن اُس نے کوئی حاجت طلب نہ کی - لیکن تیری یہ کیفیت ہے - کہ اگر تونے کبھی بھولے بھٹکے دو رکعت نماز ادا کی - تو پھر فوراً یہ حکم کرتا ہے - کہ اے پروردگار! تو میرے مال کو زیادہ کر - اور میرے فرزندوں کی عمر دراز کر - اور مجھے بخش - اُس بُت پرست کے ہاں چار سو سال کے بعد ایک بچہ پیدا ہوا - جو بیمار پڑگیا - اُس نے بُت کے پاس جاکر کہا - کہ چار سو سال سے میں تیری ہی پرستش کرتا رہا اور نہ تجھ سے کوئی التجا نہیں کی - آج مجھے ایک ضرورت پیش

آئی ہے۔ مناسب ہے کہ تو میرے فرزند کو شفا عنایت کرے۔ لیکن اُسے شفا حاصل نہ ہوئی۔ اُس نے نا امید ہو کر کہا۔ اچھا میں ایک دُعا خدائے بزرگ اور بلند سے مانگتا ہوں۔ لیکن یہ دُعا بطور امتحان کے ہو گی نہ کہ بطور صدق۔ اس نے کہا۔ اے موسٰےؑ اور ہارونؑ کے خداوند میرے بچے کو شفا دے۔ اُس کا بچّہ فوراً بستر پر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس کے رُوبرُو آیا۔ وہ مرد حیران رہ گیا۔ اور موسٰے علیہ السّلام کے پاس جا کر کہا۔ میں نے چار سو۴۰۰ سال تک بُت پرستی کی ہے۔ اگر میں تیرے پروردگار کی بارگاہ میں آؤں۔ تو کیا وہ قبول کر لیگا۔ جب موسٰے علیہ السّلام نے بُت کا نام سُنا۔ بسبب اپنی صلابت کے کہا "نہیں"۔ وہ بیچارہ شکستہ دل ہو کر موسٰے علیہ السّلام سے واپس چلا گیا۔ فوراً موسیٰ علیہ السّلام پر حکمِ الٰہی نازل ہؤا۔ کہ اے موسیٰؑ اُس بُت پرست کو ہمارا سلام پُہنچاؤ۔ اور کہو۔ کہ تو نے چار سو سال بت پرستی کی ہے۔ اگر چار سو سال اَور بھی بُت پرستی کرکے پھر ایک دفعہ عاجزی اور انکساری سے "یا رب" کہے۔ تو مَیں ستّر۷۰ مرتبہ "لَبَّیْكَ یَا عَبْدِیْ" کہونگا ٭ قطعہ

نخشبی فضل حق بیان کہ کند بحر او کاملست و وافر ہم

(اے نخشبی اللہ تعالےٰ کے فضل کو کون بیان کر سکتا ہے ٭ اُس کا سمندر کامل بھی ہے اور وافر بھی)

تاچہ دریائے رحمت ست کامروز غرقِ آں رحمتست کافر ہم

(رحمت الٰہی کا دریا کس قدر وسیع ہے۔ کہ آج ٭ اُس کی رحمت میں کافر بھی ڈوبا ہؤا ہے)

سلکٔ ۴۲ محبت کی راہ پر دوڑنے والے کہتے ہیں۔ کہ عاشق رات کو بہ نسبت دن کے زیادہ اچھا سمجھتا ہے۔ اِس واسطے کہ دن کے وقت غیر اس کے وقت کی ایک ساعت غارت کر دیتا ہے۔ لیکن رات کو وہ رات بھر دوست کے ہمراہ رہتا ہے۔ وہ رات جو دوست کے ساتھ گذرے۔ اُس دن کی نسبت جو غیر

کے ساتھ گذرے بہت بہتر ہے۔ البتہ جب تو غیر کے ہمراہ ہوگا تو تُو غیر ہے اور جب تو دوست کے ہمراہ ہوگا۔ تو تو بھی دوست ہو جائیگا۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ اگر تجھے اللہ تعالےٰ کی صحبت حاصل ہوگئی ہے۔ تو میری صحبت کس مصرف کی ہے۔ اور اگر تجھے حق تعالےٰ کی صحبت حاصل نہیں ہوئی۔ تو میری صحبت سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ خوش وقت وہی شخص ہے۔ کہ وہ ہر وقت دوست کے ہمراہ رہے۔ اگرچہ وہ قُرب بُعد سے کم نہیں۔ خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں۔ قُرب کا قُرب بُعد کا بُعد ہے۔ یعنے قرب کے نزدیک ہونا دُوری سے بھی دُور ہے۔ جب کوئی شخص آئینے میں نگاہ ڈالتا ہے۔ تو اُسے اپنی تصویر بہت قریب دکھلائی دیتی ہے۔ لیکن اگر اُسے یہ خیال پیدا ہو۔ کہ مَیں اِس تصویر کو پکڑ لوں۔ تو عُمر ختم ہو جائیگی۔ لیکن وہ تصویر ہاتھ نہ آئیگی۔ مصرع۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ (نزدیکیوں کی حیرانی اور بڑھ جاتی ہے) +

اے عزیز! جو شخص پانی سے نزدیک ہے۔ اُس کا غرق ہونا اغلب ہے اور جو شخص آگ کے زیادہ نزدیک ہے۔ اُس کا جل جانا اغلب ہے +

سُنو! سُنو! اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی شام دوسروں کی صبح کی نسبت زیادہ روشن تھی۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ ملک شام میں مَیں ایک اہل قرب کے پاس گیا۔ تو اُسے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا پا کر میں نے پوچھا۔ کہ کب سے تیری یہ حالت ہے۔ اُس نے کہا تیس سال کے عرصہ سے۔ لیکن میں نے یہ کبھی نہیں کہا "مسّنی الضّر" کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے + قطعہ

تحتشی قرب آتش است ارچہ	اہل او را نباشد ازوے بیم
(اے تحتشی قرب آگ ہے۔ اگرچہ	اہل قرب اس سے نہیں ڈرتے)
مرد او را شمر کہ در آتش	ہمچناں خوش بود کہ ابراہیم

(تو اسی کو مرد خدا خیال کر جو آگ میں ایسا ہی خوش ہو۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام خوش تھے)

سِلک ۸۵ - زمانے کے خضر جو آبحیات کے چشمے سے سیر آب ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی دُنیادار شخص نے کسی درویش کے گھر سے پانی مانگا۔ اُس کو گرم اور بودار پانی دیا گیا۔ اُس نے کہا یہ پانی بہت ہی ناپسند ہے۔ درویش نے کہا اے خواجہ ہم قیدی ہیں۔ اور قیدی کو کبھی دِل پسند پانی مُیسّر نہیں ہوتا۔

یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا۔ کہ عالم بالا میں آپ سے کیسا سلوک کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب مجھ سے پوچھا گیا۔ کہ تو دُنیا سے کیا لایا ہے۔ تو میں نے جواب میں کہا کہ قید خانہ سے کیا لا سکتے ہیں۔ اگر وہاں کچھ ہوتا۔ تو میں خود ستّر سال قید خانہ میں کیوں رہتا۔

سُنو! سُنو!! ایک بلند ہمّت جب فوت ہو گیا۔ جب مالکِ دینار نے اُسے خواب میں دیکھا۔ تو وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں جا رہا تھا۔ اُس نے اُس سے پوچھا۔ کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اُس نے کہا چھوڑ میں نے قید خانہ سے رہائی پائی ہے۔ جب وہ جاگا۔ اور اُس کے گھر گیا۔ تو اُسے مُردہ پایا۔ قطعہ

نخشبی این جہان است زندانے اے بسا دل کہ از غمش خون شد

(اے نخشبی یہ جہان قید خانہ ہے اور بہت سے دِل اس کے غم سے خون ہو گئے ہیں)

کیست اندر جہان نگوئی تو کہ ز زندان نخواست بیروں شد

(جہان میں ایسا کون ہے جس کی نسبت تو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اُس نے قید خانہ سے باہر جانا نہیں چاہا)

سِلک ۸۶ - طریقت کے صاحبِ امتحان اور حقیقت کے صاحبِ تجربہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر تو تین کام نہیں کر سکتا۔ تو البتہ تین کام کر۔ یعنی اگر تو نیکی نہیں کر سکتا تو بدی بھی نہ کر۔ اور اگر کسی مسلمان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ تو اُسے نقصان بھی

نہ پہنچا- اور اگر تو روزہ نہیں رکھ سکتا- تو مسلمان کا گوشت بھی نہ کھا- کیونکہ یہ تینوں باتیں انصاف کے قاعدہ سے خارج ہیں- اور جہان میں سب سے اچھا ہنر انصاف ہے- اور بے انصافی سے بڑھکر کوئی بُری بے ہنری نہیں + ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا- کہ بے انصافی کیا ہے- اُس نے کہا دوست کا گلہ دشمن کے آگے کرنا بے انصافی ہے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ خواجہ شقیق علیہ الرحمۃ درد شقیقہ (آدھا سر کی درد) سے تکلیف اُٹھا رہے تھے- خلیفۂ وقت نے ایک یہودی طبیب کو آپ کے پاس معالجہ کے لئے بھیجا- طبیب نے پوچھا آپ کی کیا حالت ہے- اور کیا بیماری ہے- آپ نے فرمایا اے خواجہ- کیا کوئی عقلمند اپنے دوست کا گلہ دشمن کے آگے بیان کرتا ہے؟ اِس کے بعد طبیب ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا جو کہ خواجہ شقیقؒ کے اُستاد تھے- ابراہیم ادہم بھی سخت زحمت میں مبتلا تھے- جب اِن سے طبیب نے کیفیت دریافت کی- تو آپ نے اپنا سارا حال کہہ سُنایا- اس پر طبیب نے کہا- کہ شقیقؒ نے مجھے اپنی زحمت کا حال کچھ نہیں بتایا- اور تُو جو اُس کا اُستاد ہے- تو نے کیوں نہ چھپایا- آپ نے فرمایا- مَیں نے اپنا حال تُجھ سے اِس واسطے نہیں چھپایا- کہ تجھے معلوم ہو جائے- کہ جب اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے- تو دشمنوں سے کیسا کریگا + قطعہ

تخشی عشق زحمتیست عجب شد آتش کس بیان چہ خواہد کرد

(اے تخشی عشق بڑی عجب بیماری ہے اس کی سختی کوئی کس طرح بیان کرے)

آنکہ ارہ بر فرقِ دوست نہد برسرِ دشمناں چہ خواہد کرد

(جو اپنے دوست کے سر پر آرہ رکھتا ہے معلوم نہیں کہ وہ دشمنوں کے سر پر کیا مصیبت نازل کریگا)

سلک ۵۸- اِس راہ کے بیدار کہتے ہیں- اِس سے پہلے جب انسان چالیس سالہ

ہوا کرتا تھا۔ تو سونا چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور نیند کو وداع کر دیا کرتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ چالیس سال کے بعد سو ہی نہیں سکتے۔ اے ستّر سالہ انسانوں! تم عبرت کی آنکھ کھولو۔ اور اِس بات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھو۔ اور اِس کے بعد اپنے تئیں خوابِ خرگوش میں نہ رکھو۔ کیونکہ ستّر سال کے بعد خواب غفلت میں نہیں سو سکتے۔ فضیل عیاضؒ کہ آپ کے وقت کی آنکھ بیداری کے سُرمہ سے آگین تھیں۔ فرمایا کرتے۔ کہ دُنیا جو سب کو خواب غفلت میں رکھتی ہے۔ اگر سونے کی بنی ہوئی ہوتی۔ اور گذرنے والی ہوتی۔ اور بہشت مٹی کا ہوتا اور پائدار ہوتا۔ تو بیدار مرد وہ ہوتا۔ جو اُس مٹی کے بنے ہوئے کو اختیار کرتا نہ کہ اس سُنہری کو۔ اے دُنیا میں دِل لگائے ہوئے۔ اللہ تعالےٰ کسی شخص کو کوئی اچھی چیز نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ اُسی قدر اُس کے دین سے کم نہ کی جائے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو اے خواجہ جو کچھ تو کھاتا ہے گویا تو اپنی ہی گرہ سے کھاتا ہے۔ کوئی ایسا شخص ہوگا۔ کہ اُس کے گوشِ ہوش سے غفلت کی روئی نکالدیں۔ اور وہ اِس نصیحت کو باطن کے کانوں سے سُنے۔ ایک دفعہ ایک شخص کہہ رہا تھا۔ "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام دُنیا خراب ہے۔ اگر آباد ہوتی۔ تو جو کچھ میں کرتا ہوں۔ اُس سے مجھے کوئی منع کرنے والا ہوتا! اور کہتا کہ تو یہ کیا کر رہا ہے۔ اور دُنیا کی آبادی مردانِ دین سے ہوتی ہے۔ جب مردانِ دین ہی گم ہو گئے تو گویا دُنیا اُجڑ گئی"۔

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ کسی درویش نے شیطان کو دیکھا۔ کہ ننگا جا رہا تھا۔ درویش نے کہا تجھے شرم نہیں آتی۔ اُس نے کہا۔ کس سے؟" قطعہ

تخشی بر زمین نماند کسے +	خون من از زمانہ آب شدہ
(اے تخشی روئے زمین پر کوئی نہیں رہا +	زمانے کے سبب میرا خون پانی ہو گیا ہے)
دیر شد این جہاں ز اہل صفا	شکل دلہائے ما خراب شدہ

(اہلِ صفا کے نہ ہونے کے باعث جہان بتخانہ بن گیا ہے + اور ہمارے دلوں کی شکلیں بگڑ گئی ہیں)

سلک ۸۴ - عالم طریقت کے کریم فرماتے ہیں - کہ ہمارے نزدیک سخی بدکار کنجوس پارسا سے بہتر ہے - کنجوس مرد کے سر پر خاک جس کی شومئ قدم سے جہان کی پریشانی ہو - سخی ایسے لوگ ہیں - کہ اُن کی یاد سے مُردہ دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں - اور کنجوس وہ ہیں - کہ اُن کے دیکھنے سے زندہ دل بھی مُردہ ہو جاتے ہیں - اور وہ لوگ جن کی سبز قدمی سے دوسروں کے باطن تاریک ہوں - اُن کے باطن کب نورانی ہو سکتے ہیں - اور زہد ایک ایسی روشنی ہے - جو روشن اور صاف عقیدے والے دل کے سوا اور کہیں نزول نہیں کرتی +

سُنو! سُنو! کہتے ہیں کہ سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک بکری کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی - تھوڑی کے بعد وہ اُسے واپس لے آیا - اور کہا - کہ اس بکری کو واپس لے لو - کیونکہ وہ چارہ نہیں کھاتی - سہیلؒ نے پوچھا "تجھے کس طرح معلوم ہؤا - کہ وہ چارہ نہیں کھاتی" اُس نے کہا "میں اسے باہر لے گیا اور ایک کھیت میں چھوڑ دیا - اُس نے بالکل کسی چیز کو چھؤا تک نہیں" سہیلؒ نے کہا "میں نے اسے لوگوں کے کھیت چرنے کی عادت نہیں سکھائی - جا خرید کر چارہ ڈال" اُس نے جا کر ایسا ہی کیا - تو بکری نے فوراً کھانا شروع کیا +

سُنو! سُنو! پہلے زمانے میں مسلمانوں کی بکریوں میں یہ عادت تھی - اور آج کل مسلمانوں کے بچوں میں یہ عقیدہ نہیں رہا + قطعہ

نخشبی ز آدمی صلاح طلب ‏ روئے زاہل گنہ بود بے نور

(اے نخشبی آدمی سے صلاحیت طلب کر ‏ کیونکہ اہل گناہ سے چہرہ بے نور ہو جاتا ہے)

خرِ اہل صفا صد بے بہ ‏ تا کہ فرزند اہل فسق و فجور

(اہل صفا کا گدھا اہل فسق و فجور کے فرزند سے بدرجہا بہتر ہے -) +

سلک ۸۹ - عالی ہمتوں کا قول ہے - کہ عالی ہمت وہ شخص ہے - جو طاعت کرکے اس کا عوض نہ چاہے - اے عزیز! اللہ تعالےٰ نے تجھے بے عوض پیدا کیا - اب انصاف اس بات کا مقتضی ہے - کہ تو بھی بے عوض اُس کی پرستش کرے اور جو عاشقِ عشق معاوضہ کے ساتھ راضی ہو جائے - اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیئے - جو زبیدہ نے کیا تھا - کہتے ہیں - کہ ایک دفعہ کوئی جوان زبیدہ کے پاس آیا اور کہا - کہ مَیں زبیدہ پر عاشق ہوگیا ہوں - ہوتے ہوتے یہ خبر زبیدہ تک بھی پہنچی - اُس نے اُسے اندر بُلا کر کہا - کہ خبردار دوبارہ یہ بات نہ کہنا - کہ اِس میں ہم دونو کا نقصان ہے - ہزار درم لے لے اور اِس بات سے باز آجا اُس نے کہا - میں اِس بات سے باز نہیں آسکتا - زبیدہ نے کہا - دو ہزار لے - پھر بھی انکاری رہا - حتیٰ کہ دس ہزار تک نوبت پہنچی - جب دس ہزار کا نام اُس مرد نے سُنا تو دل للچا آیا - اور راضی ہوگیا - زبیدہ نے جب یہ حال دیکھا تو حکم دیا کہ اسے قتل کیا جائے - اور یہ کہا "ھٰذَا جَزَآءُ مَنْ اِدَّعٰی مُحَبَّتَنَا وَلَمْ یَکْتُمْ عَنَّا حُبَّنَا" (یہ اُس شخص کی جزا ہے جس نے محبّت کا دعوےٰ کیا اور جو ہمارے پاس تھا اُسے پوشیدہ نہ رکھ سکا) جو عارف اُس زمانے میں موجود تھے - جب وہ یہ بات سنتے بیہوش ہو جاتے - اور کہتے " وہ مخلوق جو مخلوق کی محبّت کا دعوےٰ کرے - اور اُس کے بغیر راضی ہو جائے - تو اُس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے - اور بندہ جو کہ خالق کی محبّت کا دعوےٰ کرے - اگر اُس کے سوا کسی اور کی طرف مائل ہو - تو خدا جانے وہ کس عذاب سے مارا جائیگا "

سُنو! سُنو!! ایک بزرگ تھا جو کبھی اِدھر اُدھر نہ دیکھتا اور کہا کرتا "مَنْ شَرِبَ شَرْبَۃً مِنْ کَأْسِ الْمَحَبَّۃِ لَا یَجِبُ الْاِلْتِفَاتُ مِنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ" (جس نے محبّت کے پیالے کا شربت چکھا اُسے یہ مناسب نہیں کہ محبوب کے

سوا کسی اور طرف متوجہ ہو) یہی بزرگ ایک مرتبہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا کہ کسی نے اُسے آواز دی۔ اُس نے چاہا۔ کہ اُس کی طرف دیکھے۔ لیکن غیب سے آواز آئی۔ "مَنِ الْتَفَتَ مِنَّا اِلٰی غَیْرِنَا فَلَیْسَ مِنَّا" (جو ہمیں چھوڑ کر ہمارے سوا کسی اَور کی طرف متوجہ ہوا وہ ہم میں سے نہیں) ٭ قطعہ

نخشبی چشم از ہمہ بر دوز | دیدنِ زید و عمر آساں نیست
(اے نخشبی سب کی طرف سے آنکھ بند کرلے | زید اور عمر کا دیکھنا آسان بات نہیں)
گرچہ دُنیا است بہر نظارہ | لیک دیدن بغیر فرمان نیست
(اگرچہ دُنیا دیکھنے کے لئے ہے | لیکن حُکم کے بغیر دیکھنا جائز نہیں)

سلک ۹۰ ۔ وہ گروہ جن کی ہستی نیستی کی مانند ہے ۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ درویش وہ شخص ہے۔ جو نیستی میں ایسا خوش ہو جیسے دوسرے لوگ ہستی میں خوش ہوتے ہیں۔ اور ہستی سے ایسا ناراض رہے ۔ جیسے دوسرے نیستی سے ناخوش ہوتے ہیں۔ اور اپنے تئیں محبّت الٰہی میں ایسا مشغول کرے۔ کہ وہ سوائے خدا کے کسی اَور کا دامنِ محبّت نہ پکڑے۔ اور نہ ہی کسی اَور کو اُس کی محبّت کا دامن پکڑنے دے۔ خواجہ سرّی رحمۃ اللہ علیہ جن کے کام سرسری نہیں تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں تیس سال تک ایک عزیز کی طلب میں رہا۔ ایک دِن اُسے ایک گلی میں دیکھا۔ ایک پتھر پر کھڑا تھا۔ میں نے اُس کا دامن پکڑ لیا۔ تو اُس نے کہا۔ اے سری میرا دامن نہ پکڑ مَیں بڑا غیرتمند ہوں۔ البتہ جو کسی کی محبّت کا دعوے کرتا ہے۔ اگر ایک لحظہ بھی کسی غیر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ تو اُسے صاحبدل معذور خیال نہیں کرتے ٭

سُنو! سُنو!! امام حسین علیہ السّلام ابھی بچّے ہی تھے۔ کہ ایک روز امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ آپ کو زانو پر بٹھا کر بہ سبب شفقت پدری

آپ کے سر کو چوم رہے تھے۔ حسن رضؓ نے کہا۔ اے ابا جان کیا خداوند تعالےٰ اِس وقت آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ حسن رضؓ نے کہا۔ کیا آپ کو حیا نہیں آتی۔ کہ خدا تو آپ کی طرف دیکھ رہا ہو۔ اور آپ اُس کے سوا کسی اَور سے محبّت کریں۔ یہ سُنکر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سخت روئے اور فرمایا۔ اے بیٹا۔ پھر کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے عرض کی۔ کہ محبّت اللہ کی ہو۔ اور شفقت ہم پر۔ قطعہ

نخشبی دوستیِ حق را باش | چند باشی چنیں بہ باطل کس
(اے نخشبی تو اللہ تعالےٰ کی دوستی اختیار کر | تو کب تک اِن باطل چیزوں کی طرف مائل رہیگا)
دِل بایں واں مدہ زین بیش | دوستی دوستی حق واں بس
(اِس کے بعد اِدھر اُدھر کی چیزوں میں دل نہ لگا | اور دوستی حق کو ہی صرف دوستی خیال کر)

سلک ۹۱۔ جہان کے صدر نشین کہتے ہیں۔ کہ جائز ہے۔ کہ بندے کا فعل خلاف مامور ہو۔ لیکن یہ ہرگز جائز نہیں۔ کہ خلاف محکوم ہو۔ قدریوں نے اُس کی قدرت کو معلوم نہ کیا۔ اور جبریوں نے اُس کے حکم کے انجام کو پایا۔ جبریوں نے کہا۔ یہ سب کچھ ہم نے کیا۔ لیکن اہل سنّت وجماعت نے کہا۔ کہ وہ اُس سے زیادہ برتر ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ وہ بھی کرے۔ اور ہم اُس سے عاجز ہیں۔ کہ جو کچھ وہ کرے ہم بھی کریں۔ بے نیازی کے جلال والے بادشاہ (اللہ تعالےٰ) نے جہان میں اِس بات کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ تمہارا وجود ہماری عظمت کے مقابلے میں عدم کی مانند ہے۔ اور تمہاری عدمیّت ہماری قدرت کے نزدیک وجود کی طرح ہے۔ کہ جس وقت ہماری عظمت کی طرف خیال کرو۔ تو ساری موجودات کو عدم خیال کرو۔ اور جب ہماری قدرت کی طرف نگاہ کرو۔ تو تمام نابُود چیزوں کو موجود خیال کرو +

اے عزیز! ہر ایک کا وجود دو عدموں کے درمیان ہے۔ اور جو وجود دو عدموں کے درمیان ہو۔ وہ بھی عدم کی مانند ہوتا ہے "اَلْوُجُوْدُ بَیْنَ الْعَدَمَیْنِ کَالطُّھْرِ الْمُتَخَلِّلِ بَیْنَ الدَّمَیْنِ"۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ لوگوں نے ایک بزرگ سے جس نے بالکل دُنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ پوچھا۔ کہ تو خلقت کے ساتھ موافقت کیوں نہیں کرتا اُس نے کہا اِس سے پہلے میں معدوم تھا۔ اور بعد میں بھی معدوم ہو جاؤنگا۔ یہ چند روزہ زندگی تو اِس موجود کے ساتھ بسر کر لوں۔ جو عدم کی تکلیف سے بچا ہؤا ہے۔ تاکہ میں دو عدموں کا غم نہ اُٹھاؤں۔ ایک اپنے عدم کا اور دوسرے اُس کے عدم کا +

سُنو! سُنو!! جب لیلی مر گئی۔ اور مجنوں کو یہ خبر دی گئی۔ تو اُس نے کہا۔ میری عجب حالت ہے۔ مَیں ایسے شخص سے کیوں محبت کروں۔ جو مر جائے +

قطعہ نخشبی ترکِ دوستاں بہشت چندبروزگار خود خندی

(اے نخشبی بہشتی دوستوں کو ترک کر تو کب تک اپنی زندگی میں ہنستا رہیگا)

ہر دم از مرگ شاں ترا مرگیست آنکہ بمیرد بروچہ دل بندی

(اُن کی موت سے تو ہر دم مرتا ہے جو مر جائے تو اُس سے کیوں دل لگاتا ہے)

رسلک ۹۲۔ جاننا چاہئے۔ کہ اللہ کے ہمراہ ہونے سے وحشت نہیں ہوتی۔ اور اللہ کے غیر کے ہمراہ ہونے سے راحت حاصل نہیں ہوتی۔ اے عزیز! بغیر کسی چیز کے پاس ہونے کے دوست کے ہمراہ رہنا خوشی ہی خوشی ہے۔ اور دوست کے بغیر ساری چیزوں کا ہونا ناخوشی ہے۔ جو دوست سے محجوب ہے۔ وہ عین بلا میں مبتلا ہے۔ اور جو دوست کی مہربانیوں کا مجذوب ہے۔ اگرچہ اُس کے پاس رات کی روٹی نہ ہو۔ تو بھی عین راحت میں ہے۔ بخشش کے

وقت جب نازل ہونیوالی مغفرت کا دریا لہر مارتا ہے۔ تو تمام گناہ اور جُرم نابود ہو جاتے ہیں۔ اِس واسطے کہ قصور ہمیشہ رہنے والے نہیں۔ اور لم نزل اور لم یکن لم یزل کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سبحان اللہ مجھے اِن لوگوں پر حیرانی آتی ہے۔ جو باوجود اِس قدر باقی رہنے والے خزانوں کے بے نوائی کا دم مارتے ہیں۔ اور ایک ادنےٰ سی بات کے لئے اپنے تئیں خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اَے درویش! جو چیز تیرے لئے ضروری ہے۔ وہ تجھے بغیر محنت و مشقت مِل جائیگی۔ لیکن یہ تکلیف اُٹھانا محض زیادتی ہے +

سُنو! سنو!! ایک روز ایک دولتمند نے کسی درویش کو کہا۔ کہ آج پانچ روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اُس نے کہا اے خواجہ تیرا بھوکا رہنا بُخل کی وجہ سے ہے نہ کہ مال کی وجہ سے + قطعہ

بدترین رنج رنجِ معدومیست | نخشبی چند رنج خواہی دید
(سب سے بڑا رنج معدوم ہونیکا ہے) | (اے نخشبی تو کب تک رنج اُٹھائیگا

رنج تو برائے افزونی است | دانۂ تو بتو رسد بے رنج
تیری محنت صرف زیادتی کے لئے ہے) | (تیرا نصیبہ تجھے بغیر محنت مِل جائیگا

سِلک ۹۳۔ اہل معرفت کہتے ہیں۔ کہ اِس سے پہلے دُنیا میں ایسے لوگ موجود تھے جن کے پاس ہر قسم کی طاعت تھی۔ لیکن اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتے تھے۔ کہ گویا ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور تمہارے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور ایسا ظاہر کرتے ہو۔ کہ گویا سب کچھ رکھتے ہو +

اے عزیز! اگر تو ہزار سال تک بھی اِس راہ میں قدم مارے۔ اور تیرے دل میں اُس کی قبولیّت کا خیال گذرے۔ تو یہ خیال کر کہ تو ابھی مرتبے کو طلب کرنے والا مرد ہے۔ نہ کہ راہِ طلب کا مرد ہے۔ جو شخص دو دفعہ بول کی راہ سے

باہر آیا ہو۔ اُس کو جاہ و جلال سے کیا کام۔ کئی حیلوں کے ساتھ اسے گُندھے ہوئے گارے اور پانی سے تیار کیا ہے۔ مَیں کمزور مٹی کمزور۔ مَیں مفلس۔ مَیں عاجز اور حیران پُر حیران۔ باوجود اس کیفیت کے جب گریبان پکڑ کر دلاوروں کے میدان میں لایا گیا۔ تو امر ایک طرف کھینچتا ہے۔ اور نہی دوسری طرف۔ اے بھائی! اگر تو اِس راہ کو منزل تک پہنچانا چاہتا ہے۔ تو خبردار اپنے تئیں ہرگز کچھ خیال نہ کرنا۔ کیونکہ وہ لوگ جو از روئے طاعت دولتمند ہیں۔ اُنہوں نے اپنے تئیں مفلس خیال کیا ہے۔ وہ لوگ جو از روئے طاعت مفلس ہیں۔ وہ کس طرح اپنے تئیں دولتمند خیال کر سکتے ہیں +

سُنو! سُنو!! ایک بانیا نہ باورچی کا یہ طریقہ تھا۔ کہ اگر کوئی کھوٹا درم اُسے دیتا۔ تو وہ اُسے جان بوجھ کر لے لیتا۔ اور اُس کے عوض کھرے پیسے جتنا مال دیدیتا۔ اُس نے جان کنی کے وقت آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! تو جانتا ہے۔ کہ کئی سال خلقت میرے پاس کھوٹے پیسے لاتی رہی۔ لیکن مَیں نے ہرگز واپس نہیں کئے۔ اب مَیں تیری بارگاہ میں کھوٹی عبادت لایا ہوں۔ تو بھی اُسے واپس نہ کر + قطعہ

نخشبی مفلس است در دُنیا	مُفلس از مال شادماں باشد
نخشبی دُنیا میں مفلس ہے	اور مفلس مال سے خوش ہوتا ہے
ہر کہ بینی تو نگرِ عقبے	او بدُنیا چو مفلسے باشد
جس کو تو عاقبت کا دولتمند دیکھے	وہ دُنیا میں مفلس کی طرح ہے

سِلک ۹۴ ۔ وہ اہل تحقیق کہ ان کے باطن کا تعلق ایسے شخص سے ہے۔ کہ اُس کو کسی سے تعلق رکھنا جائز نہیں۔ اِس طرح فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص دُنیا سے تعلق رکھے۔ وہ عاقبت سے محروم رہتا ہے۔ اور جو مولےٰ سے تعلق رکھے۔

سب کچھ اُس کے لئے ہے۔ اور باطنی تعلق باطن کے تعلق کے موافق ہوتا ہے۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات مسجد میں مَیں نے ایک اعرابی کو ایک گوشے میں یہ مناجات کرتے ہوئے سُنا۔ کہ اے پروردگار مَیں تجھ سے تیرے سوا اور کچھ طلب نہیں کرتا۔ بیشک مرد کی التماس اُس کی ہمت کے موافق ہوتی ہے۔ اے عزیز! جب تو کسی کی نسبت یہ جانتا ہے کہ جو کچھ مَیں اُس سے مانگونگا۔ مل جائیگا۔ تو اُس سے ایسی چیز طلب کر۔ جو دوسرا نہ دے سکے۔ اے عزیز! اگر تو اپنے دل پسند چیز ساری دُنیا سے بھی طلب کرے۔ تو بھی تجھے حاصل نہ ہوگی۔ اِس واسطے کہ خلقت کے پاس ساری چیزیں موجود نہیں ہوتیں۔ ساری چیزیں اُس سے مانگنی چاہئیں جس کے پاس سب موجود ہوں +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ کسی شخص نے ایک درویش کی قبر پہ جا کر دُنیا طلب کی۔ اور دُنیا کا نام لینا شروع کیا۔ دوسری رات درویش نے اُسے خواب میں کہا اے خواجہ ہر ایک آدمی "اَلسَّخِیُّ بِمَا مَلَكَ" کے موافق وہی چیز دے سکتا ہے جو اُس کے پاس ہو۔ اور ہمارے پاس کبھی بھی دُنیا نہیں رہی۔ تجھے ہم کہاں سے دیں۔ جب تو درویشوں کی قبر پر آئے۔ تو تجھے دُنیا طلب نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تو دُنیا چاہتا ہے۔ تو کسی دولتمند کی قبر پہ جا + قطعہ

نخشبی از ہمہ ہمہ مطلب　　آب حیواں نہ ہر سبو دارد

(اے نخشبی تو ہر شخص سے ہر ایک چیز نہ مانگ　　کیونکہ ہر ایک گھڑے میں آب حیات نہیں ہوتا)

ہمہ ز آنکس طلب کہ او ہمہ وقت　　ہر چہ خواہی ہمہ ہمو دارد

(تو ہر چیز اُس شخص سے طلب کر کہ وہ ہر وقت　　جو کچھ تجھے مطلوب ہے۔ رکھتا ہو۔)

سِلک ۹۵ - جاننا چاہئے۔ کہ قدیمی قہر کے حکم کے بموجب جب شیطان کی طاعت

سے کرم الٰہی کا پردہ اُٹھایا گیا۔ تو اُس کی ساری طاعت نافرمانی ہو گئی۔ اور جب سابقہ فضل سے معافی کا پردہ آدم کی ذلت پر ڈھانکا گیا۔ تو اُس کی ساری لغزشیں طاعتیں ہو گئیں۔ اے درویش تو ایک روز صبح سے شام تک اپنے نفس کے ساتھ جنگ کر کے دیکھ کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دین کے مرد اپنے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور ان کی کبھی آپس میں صلح نہیں ہوئی۔ اس واسطے کہ نفس دین کی ضد ہے۔ اور خدا کا مرد دین کی ضد سے کبھی صلح نہیں کرتا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے ایک درویش کو جا کر کہا۔ کہ مَیں نے تیری غیبت کی ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔ اُس نے کہا جو کچھ اللہ تعالےٰ نے حرام کر دیا ہے۔ میں اُس کو کس طرح حلال کر سکتا ہوں۔ فقیروں کی اصطلاح میں اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور اسی کو طریقت کا احتساب (حساب لینا) کہتے ہیں +

کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک اعرابی نے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بدن میں ہلدی لگا کر اس طرح مل رہے ہیں۔ کہ گویا چوٹیں کھائی ہیں۔ اس وقت آپ سے اس کا سبب دریافت کرنے کا موقع نہ تھا۔ اِس لئے آپ کے فرزند سے جا کر اُس نے پوچھا۔ کہ یہ کیا حالت ہے۔ اُس نے کہا ہمارے والد بزرگوار کا یہ طریقہ ہے۔ کہ ہفتہ میں چھ روز لوگوں کے معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ساتویں دن اپنے نفس کا حساب لیتے ہیں۔ شاید اپنے نفس کو طاعت میں کاہل پا کر اس قدر کوڑے لگائے ہیں۔ کہ زخمی ہو گئے ہیں +

اے عزیز! جو شخص ہمیشہ اپنے نفس کا حساب کرتا ہے۔ اُس سے دعوےٰ جاتا رہتا ہے۔ اور معنی اُس میں رہ جاتے ہیں۔ اور اہل جہان کو واضح رہا ہے کہ دعوےٰ عیب ہے اور معنے ہنر ہے +

سنو! سنو!! ایک دفعہ ایک بانیاز بنئے نے جس کی ترازو آسمان کی ترازو جیسی تھی۔ ایک شخص کو شیر پر سوار ہاتھ میں سانپ کا کوڑا لئے ہوئے دیکھکر کہا کہ یہ سب کچھ آسان ہے۔ کام تو یہ ہے۔ کہ ترازو کے پلڑے میں بیٹھکر کام خدا کے لئے کرے + قطعہ

نخشبی ہیچ نیست دعوئے دیں ۔۔۔ مدعی از قبیلِ زندان شد

(اے نخشبی دین کا دعوے کچھ بھی نہیں ۔۔۔ دعوے کرنے والا قید خانہ کی قسم بنا)

اندریں راہ ہر کہ دعوے کرد ۔۔۔ او سزاوارِ بندِ زندان شد

(اس راہ میں جس نے دعوے کیا ۔۔۔ وہ جیل کی قید کے لائق بن گیا +)

سِلک ۹۶ ۔ یہ ضروری امر ہے۔ کہ مرید یا طالب علم جو کچھ اپنے پیر یا اُستاد سے سُنے۔ پہلے اُس پر عمل کرے۔ اور پھر دوسری بات پوچھے۔ اسی واسطے جب محمدی سلطنت کے وقت قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونا شروع ہوا۔ تو صحابہ کرام چند آئتیں لیتے اور اُن پر عمل کرتے اور پھر اور آیتیں لے جاتے + کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ شیرازی رحمۃ اللہ کی خدمت میں ایک مرید صاحب ارادت آیا۔ اور نماز اور ورد و وظائف کا منتظر رہا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ "جو کچھ تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کر" مرید وہاں سے واپس آیا۔ اور چند روز بعد پھر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ کہ پہلی مجلس کے روز میں اس بات کا منتظر تھا۔ کہ خواجہ صاحب مجھے نماز اور ورد کی بابت ارشاد فرمائینگے۔ آج دیکھئے کیا ارشاد ہو۔ شیخ رحمۃ نے فرمایا۔ اُس دن تیرا کونسا تختہ تھا۔ یہ سُنکر مرید حیران رہ گیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اُس روز تیرا تختہ یہ تھا۔ کہ جو کچھ تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کر۔ جب تو نے پہلا سبق ہی سبق اچھی طرح

ضبط نہیں کیا۔ تجھے دوسرا کب مل سکتا ہے۔ اے درویش تجھے جو خاک کے تختے میں بھیجا گیا ہے۔ تو اس واسطے بھیجا گیا ہے۔ کہ تو قیامت کا تختہ یاد کرے۔ اور ایک دم بھی یادالٰہی سے غافل نہ رہے۔ اگر غافل ہوگا۔ تو نقصان اُٹھائیگا +

کہتے ہیں۔ کہ بہشت میں ایک وادی ہے۔ جب انسان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ تو فرشتے اُس کے لئے اُس وادی میں درخت لگاتے ہیں اور جب ذکرِ حق بند کر دیتا ہے۔ تو وہ بھی درخت لگانا بند کر دیتے ہیں +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بوجہ متابعت سنّت لبوں کے بال حجام سے لوا رہے تھے۔ اور آہستہ آہستہ لب ہلا رہے تھے۔ حجام نے عرض کی "جناب ایک لمحہ لبوں کو ساکن کرو۔ ایسا نہ ہو کہیں کٹ جائیں" آپ نے فرمایا "یادالٰہی سے ساکن ہونے کی نسبت ان کا کٹ جانا بہتر ہے" قطعہ

نخشبی یادِ حق قوی چیزیست — گفتِ بے ذکر جملہ خاموشی است
(اے نخشبی یادالٰہی بڑی طاقتور چیز ہے — بے ذکر کی گفتگو محض خاموشی ہے)
ہر کہ از یادِ حق بیروں باشد — آں نہ یاد است آں فراموشیست
(جو یادالٰہی سے غافل رہے — وہ یادالٰہی نہیں بلکہ فراموشی ہے)

سلک ۹۷۔ جس نے اللہ کی عبادت جنّت حاصل کرنے کی خاطر کی۔ وہ خدا کا بندہ نہیں۔ بلکہ بہشت کا بندہ ہے۔ اور جس نے اللہ کی عبادت دوزخ کے خوف سے کی۔ وہ دوزخ کا بندہ ہے۔ اے عزیز! اگر تو خدا پرست بندہ ہے۔ تو بہشت اور دوزخ کا خیال دل سے دور کر دے۔ کہ بہشت آدم علیہ السلام کے لئے قید خانہ بنگیا تھا۔ اور آگ حضرت ابراہیم علیہ پر باغ بن گئی تھی۔ بندہ نخشبی کہتا ہے۔

کہ اگر تجھے یہ اختیار دیا جائے۔ کہ یا دو رکعت نماز پسند کرے یا آٹھوں بہشت۔ تو تجھے لازم ہے۔ کہ تو دو رکعت نماز کو پسند کرے۔ اِس واسطے کہ آٹھوں بہشت سے دو رکعت نماز حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن دو رکعت نماز سے ہزاروں آٹھ بہشت حاصل ہو سکتے ہیں۔ صاحب حضوری لکھتے ہیں۔ کہ عاشق ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ سب کو چھوڑ کر معبود میں مشغول رہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہودی اور آتش پرستوں کو صدقہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا دینا چاہیئے۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ بے نماز کو صدقہ دینا جائز قرار دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لوگوں نے پھر عرض کی۔ کیا بے نماز یہودی اور آتش پرست سے کم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن مَیں نے یہ بات صرف اِس واسطے کہی ہے۔ تاکہ اُسے بھلی معلوم ہو۔ اور بے نمازی سے توبہ کرے ✣

سُنو! سُنو!! ایک روز ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ جس قدر میں زیادہ محنت کرتا ہوں۔ اتنا ہی بھوکا رہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا شاید تو نماز نہیں پڑھتا۔ اُس نے کہا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ پھر آنجنابؐ نے پوچھا۔ کہ تیرے اہل و عیال کی کیا حالت ہے۔ آیا نماز ادا کرتے ہیں؟ اُس نے عرض کی۔ کہ میرے تابعدار ہیں۔ اور مُجھ سے بڑھکر نمازی ہیں۔ یہ سُنکر رسولؐ خدا کو تعجب آیا۔ اور فرمایا کہ جس گھر میں نماز ادا کی جاتی ہے۔ اُس میں درویشی کا کیا کام۔ جناب الٰہی سے حُکم ہوا۔ کہ ایک دفعہ ایک بے نماز وہاں سے گذرا۔ اُس وقت اُس گھر کا دروازہ کھُلا تھا جب اُس کی نگاہ اُس گھر کے اندر پڑی۔ تو اُس گھر سے چالیس[۴۰] سال کی برکت اُٹھا لی گئی ✣

اَے عزیز! جس گھر سے بے نمازی کی ایک نگاہ پڑنے سے چالیس[۴۰] سال

کتب خانہ حافظ محمد عارف چشتی محلہ نواباں بہاولپور

کی برکت اُٹھالی گئی ہے۔ پناہ بخدا اگر اُس میں چالیس روز تک نماز ادا نہ کی جائے اُس میں کسطرح برکت رہ سکتی ہے + قطعہ

نخشبی تا تواں نمازی باش | تن بہ پاکیٔ دین سپردہ نکو
(اے نخشبی جہاںتک تجھ سے ہو سکے نمازی بن | بدن کو دین کی پاکیزگی ہی میں سپرد کرنا بہتر ہے)
گرچہ مردن نکو نباشد لیک | مردم بے نماز مردہ نکو +
(اگرچہ مرنا اچھا نہیں۔ لیکن | بے نماز آدمی کا مرجانا ہی بہتر ہے)

سلک ۹۸۔ جاننا چاہئے۔ کہ جو کام کرنے لگو۔ پہلے اُس میں خطرات قلب (دل میں کسی بات کا گذرنا) ہوتا ہے۔ یعنی پہلے اُس کا دل میں خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ارادہ پختہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد فعل وقوع میں آتا ہے۔ عام لوگ جب تک فعل نہ کرلیں۔ اُن کو مؤاخذہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن خاص بندوں کو صرف اُن کے خیال ہی سے مواخذہ کیا جاتا ہے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ خواجہ جنیدؒ نے ایک درویش کو دیکھا۔ کہ کسی سے کچھ مانگ رہا ہے۔ خواجہؒ کے دل میں خیال گذرا۔ کہ اگر یہ درویش نہ مانگتا تو بہتر تھا۔ اُسی رات میں خواجہؒ نے خواب میں دیکھا۔ کہ لوگوں نے اُسی درویش کو اُس کے رُوبرُو لاکر ذبح کیا۔ اور اُس کا گوشت پکڑ کر کہا۔ کہ کھاؤ۔ خواجہؒ نے کہا۔ اے عزیزو! یہ انسان اور مسلمان اور درویش ہے۔ میں اس کا گوشت کس طرح کھاؤں اُنھوں نے کہا یہ وہی گوشت ہے۔ جو آپ نے ایک دفعہ بازار میں کھایا تھا۔ جیسا پہلے کھالیا تھا۔ اب بھی کھالے + قطعہ

کتب خانہ حافظ محمد عارف چشتی نظامی محلہ نواباں بہاولپور

نخشبی اندک از بسیار است | از قلیل و کثیر ہشش میدار
(اے نخشبی تجھ سے تھوڑا سا قصور بھی زیادہ خیال کیا جاتا ہے + | تھوڑے اور بہت سے ہشیار رہ)
اندکے ہم بکس بدی مرساں | کاندک زاہل دل بود بسیار

(کسی کے ساتھ تھوڑی سی بھی بدی نہ کر کیونکہ اہلِ دل کے تھوڑی سی خطا بھی بہت سی خیال کیجاتی ہے)

سلک ۹۹ - جاننا چاہئے - کہ فقیر وہی نہیں جن کے پاس دُنیاوی مال و اسباب نہیں -
فقیر دُنیا سے قطع تعلّق کا نام نہیں - بلکہ دُنیا سے قطع تعلّق کر لینے کو زہد کہتے ہیں -
جب تو اچھی طرح غور کریگا - تو حقیقی فقر اور حقیقی غنا میں کچھ فرق نہیں پائیگا -
سلیمان علیہ السّلام کو اس قدر مُلک دیا گیا - اور آپ اپنے تئیں گودڑی پوشوں میں
ملاتے تھے - اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے - کہ اے پروردگار! مجھے بحالت مسکینی
زندہ رکھ اور مار - ایک دفعہ لوگوں نے ایک پیر سے پوچھا - کہ ہم کونسے رستے
چلیں کہ خدا تک پہنچ جائیں - پیر نے فرمایا - تم کس راستے آئے - جو تمہیں راہ ندی -
اور پھر فرمایا - "اَلطَّرِیْقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَکْثَرُ مِنْ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَالْفَقْرُ اَوْضَحُ الطَّرِیْقِ
فَمَا بَقِیَ مِنْهَا اَلْفَقْرُ وَهُوَ اَوْضَحُ الطَّرِیْقِ" - (اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لئے
راہ آسمانی ستاروں سے شمار میں زیادہ ہیں - اور فقر ان میں سے زیادہ واضح
ہے - اور جس سے فقر باقی نہ رہا - اور وہی اچھا اور واضح راہ ہے) +

اے عزیز! اگرچہ بات تو اسی طرح ہے - لیکن فقر ایک سخت دشمن ہے
کوئی بہت ہی لوہے کی جان والا ہو - جو اُس کا مقابلہ کر سکے - ایک دفعہ ایک
اعرابی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض
کی - کہ میں آپ کے پاس ایسے دشمن کا انصاف کرانے کے لئے آیا ہوں - جو نہ چھوٹوں
کی چھٹائی پر رحم کرتا ہے - اور نہ بڑوں کی بڑائی پر - آپ نے پوچھا وہ کون ہے؟
اُس نے عرض کی وہ فقر ہے - آپ نے خزانچی کو حکم دیا - کہ اسے دس ہزار درم
دیدو - اور فرمایا - کہ اے اعرابی تجھے خدا اور اُس کے رسول کی قسم ہے - کہ جب تجھے
یہ دشمن ستائے - تو میری طرف پناہ کے لئے آ جانا - اے بھائی! فقر وہ راہ ہے
جس کو "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" کے فرمانے والے (پیغمبرؐ) کے سوا کسی نے منزل تک

طے نہیں کیا۔ ہاں کوئی ایسا سر ہو جو اس دردِ سر کا متحمل ہو سکے۔ یہ ایسا درد ہے کہ سر جائے پر درد نہ جائے والا معاملہ ہے۔ اگر تجھے اِس راہ کا خیال ہے۔ تو اسے سرسری خیال نہ کرنا۔ کیونکہ صاحب دل زندہ درویش کو دیبا سے بھی زیادہ خوبصورت خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے دلی خرقہ کو تسبیح سے زیادہ عمدہ جانتے ہیں۔ اور ان کی قطع کرنے والی دُعا سے ایسا ڈرتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے لوگ کاٹنے والی تلوار سے۔ ایک دفعہ خواجہ اجل سرخسیؒ کے ایک مرید نے خواجہ صاحب سے عرض کی۔ کہ میرا ہمسایہ مجھے تکلیف پُہنچاتا ہے۔ خواجہؒ نے فرمایا۔ کیا اُس کو معلوم نہیں۔ کہ تیرا تعلق ہم سے ہے۔ اُس نے عرض کی کہ اُسے معلوم ہے۔ یہ سُنکر آپ نے فرمایا۔ کہ اُس کی گردن کیوں نہیں ٹوٹ جاتی۔ مرید وہاں سے اُٹھکر جب گلی کے پاس پُہنچا۔ تو اُس ہمسایہ کے گھر میں شور سُنکر وجہ دریافت کی۔ تو معلوم ہوُا۔ کہ وہ لکڑی کی کھڑاویں پہنکر چھت پر جا رہا تھا۔ کہ اُس کا پاؤں پھسل گیا۔ اور گر کر گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی + **قطعہ**

نخشبی فقر تیغِ تیز شُمُر	تیغ خونہائے بیدریغ کند
(اے نخشبی تو فقر کو تیز تلوار سمجھ	اور یہ تلوار بے دریغ خون بہاتی ہے)
گفتِ درویش را تو ہرزہ مداں	نفسِ او آں کند کہ تیغ کند
(درویش کی بات کو تو فضول خیال کر	اُس کی دُعا وہی کام کرتی ہے جو تلوار کرتی ہے)

سِلک ۱۰۰۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو کسی کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا دیکھے۔ تو اُس پر ہنسی نہ اُڑا۔ اِس واسطے کہ جس طرح اُس جہان میں خوشیاں ہونگی۔ یہاں مصیبتیں نازل ہونگی۔ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن جب اہل آخرت صاحب بلا کے درجوں کا معائنہ کرینگے۔ تو یہی چاہینگے کہ اپنا گوشت اور چمڑا لوہے کی قینچی سے ادھیڑ دیں +

اے عزیز! درویش کی ظاہری آلودہ حالت کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اُس کی باطنی صفائی کا خیال کرنا چاہئے۔ اِس اُمّت میں ایسے لکڑہارے بھی ہیں۔ کہ اگر خدا سے چاہیں۔ کہ اُن کی لکڑیوں کا گٹھا سونے کا ہو جائے۔ تو فوراً ہو جائے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک بزرگ نے کسی بوڑھے کو دیکھا۔ کہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھائے جا رہا ہے۔ اُس بزرگ نے کہا۔ اے بوڑھے! تجھے رزاقِ مطلق پر بھروسہ نہیں۔ جو ایسی سخت محنت اُٹھا رہا ہے۔ اُس نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ اے پروردگار میری لکڑیوں کو سونا بنا دے۔ وہ فوراً سونا بن گئیں۔ اُس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو کہا " جسے یہ مرتبہ حاصل ہو۔ اُسے لکڑیاں اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے" بڈّھے نے کہا " یہ کام میں نفس کو تعلیم دینے کی خاطر کرتا ہوں۔ میں غلام ہوں۔ اور غلام کو عبودیت کی حد سے گذرنا نہیں چاہئے" ہاں مردانِ دین ہر زمانے میں اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اے دیندار اگر دین کا سرمایہ تیرے ہاتھ لگ گیا ہے۔ تو خبردار اِس دینی سرمایہ سے دُنیا نہ خریدنا۔ کیونکہ اِس سودے میں تُو نفع نہیں اُٹھائیگا +

کہتے ہیں کہ ایک مرد موسےٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ چند روز وہ آپکی خدمت سے غیر حاضر رہا۔ ایک روز ایک شخص سؤر ہاتھ میں پکڑے ہوئے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور پوچھا۔ کہ آپ اِسے پہچانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس نے عرض کی کہ یہ آپ کا وہی خدمت گار ہے۔ موسےٰ علیہ السلام حیران ہوئے۔ اور درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ اے پروردگار اس کو پھر انسانی صورت عطا فرمایا۔ تاکہ میں اس سے اصل حالت دریافت کروں۔ کہ وہ کس قصور کے بدلے اس مصیبت کو پہنچا ہے۔ جناب الٰہی سے حکم ہُوا۔ کہ اگر تو ہمیں اُس نام

سے بھی پکارے جس کی طفیل آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ تو بھی ہم اسے انسانی صورت عطا نہیں کرینگے۔ لیکن تجھے یہ بتلا دیتے ہیں کہ کس قصور کے بدلے اس مصیبت میں گرفتار ہؤا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس نے دین کے بدلے دُنیا طلب کی تھی ۰ قطعہ

مالکیہ حافظ محمد شریف چشتی

نخشبی ہیچ نیست دنیائے دُوں — نارِ گرمابہ کارِ عود نکرد ۰

(اے نخشبی کمینی دُنیا کچھ بھی نہیں — حمام کی آگ عُود کا کام نہیں دیتی)

ہر کہ دُنیا بہ نقدِ دین بخرید — جز زیاں ہیچ وقت سود نکرد

(جس نے دُنیا کو دینی نقدی کے عوض خریدا — اُس نے سوائے نقصان کے کبھی فائدہ نہ اُٹھایا)

مسلک ۱۱۱ ۔ عالمِ معرفت کے گرم رو فرماتے ہیں۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا آگ کو اُس سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اور جس نے خدا کو نہ پہچانا۔ اُس کو آگ سے عذاب دیا جائیگا۔ یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں اُس شخص سے کس طرح غافل ہو جاؤں۔ جو مجھ سے غافل نہیں۔ اور مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ پس وہ آگ کے۔ لئے بمنزلہ عذاب ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔ اُس کے لئے آگ بمنزلہ عذاب کے ہے۔

خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ آپ نے کام کہاں تک پہنچایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آخرت کا کام اس سے بھی مشکل ہے۔ کہ جیسا ہم دُنیا میں خیال کرتے ہیں ۰

سُنو! سُنو!! ایک نیک مرد نے چاہا۔ کہ بازار جاکر کوئی چیز خریدے۔ ایک دینار جس کا وزن اُس نے گھر کر لیا تھا۔ جب بازار میں لاکر تولی گئی۔ تو وزن میں کم نکلی۔ نیک مرد نے رونا شروع کیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ جبکہ آج گھر کی بات بازار میں درست نہیں نکلی۔ تو کل قیامت کو دُنیا کی بات آخرت

ہیں کس طرح راست آئیگی +

اے عزیز! اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تیری آج کی سب باتیں کل کو نیکی بن جائیں۔ تو جو نیک عمل تو آج کرتا ہے۔ تو تجھے اُس کے نیک عوض کی آج ہی اُمید نہیں رکھنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے ایک دفعہ حضرت خضر صلواۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ کس عمل کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم غیب کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو عمل میں کرتا تھا۔ اُس کے اجر کی طمع نہ رکھتا تھا۔ اس لئے معطیٰ مطلق نے مجھے اس قدر بخشا جس کا کچھ حساب نہیں ہوسکتا +

اے عزیز! ان مردوں کے نزدیک عمل کا نہ کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عمل کرکے اُس کے اجر کی طمع کی جائے۔ عام لوگ تو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اور صوفی لوگ اپنی نیکیوں سے توبہ کرتے ہیں + **قطعہ**

بخشی بے طمع بکن کارے　　عملِ خود مکن بہ اجر تباہ
(اے بخشی کام بے طمع کر　　اپنے کام کو اجر کی امید پر تباہ نہ کر)
گر بخواہی کہ کار بیش رود　　کار میکن ولیک مزد مخواہ
(اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا کام ترقی پکڑے　　تو کام کئے جا۔ لیکن مزدوری نہ مانگ)

سلک ۱۰۲۔ صاحب عقل فرماتے ہیں "اگر تم نیکی کرو۔ تو اُس کا اجر تم پر ہے۔ اور اگر تم بُرائی کرو۔ تو اُس کا وبال تم پر ہے" +

اے عزیز! اگرچہ دُنیا میں نیکی بدی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ لیکن تمام نیکیوں کا بھید یہ ہے۔ کہ کوئی دل تجھ سے راضی ہوجائے۔ اور بدی کا اصول یہ ہے۔ کہ کوئی باطن تجھ سے ناراض ہوجائے۔ مرد کو اس راہ میں اِس طرح قدم رکھنا چاہئے۔ کہ اُس سے چیونٹی بھی زخمی نہ ہو +

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی نظامی محلہ ایرانیان بہاولپور

سُنو! سُنو!! ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کسی راہ چل رہے تھے۔

کہ آپ کی نعلین مبارک کا بند جو قیصر اور کسریٰ کی کُلاہ کے تُکمہ پر فخر رکھتا ہے۔ ایک چیونٹی کو لگا۔ اور چیونٹی زخمی ہوگئی۔ اور ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ اُس جوانمردی کے جنگل کے شیر (حضرت علی کرم اللہ وجہٗ) نے جب یہ حال دیکھا۔ تو فوراً اُس چیونٹی کے پاس بیٹھ گیا۔ اور معذرت کرنے لگا۔ اسی رات آپ نے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے علیؓ! تو اس راہ میں ہوش سے پاؤں کیوں نہیں رکھتا۔ آج تیری دست درازی سے عالم بالا میں شور برپا ہے۔ جس چیونٹی کو تو نے زخمی کیا ہے۔ وہ بارگاہ الٰہی کے صدیقوں سے تھی۔ اور اپنی جنس کی پیشوا تھی۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی۔ ایک لمحہ بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں رہی تھی۔ مگر اُس وقت جبکہ تو نے اُس پر پاؤں رکھا" حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اِس جانگداز خبر سے میں خواب میں ہی بیہوش ہوگیا۔ اور کانپنے لگا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کیا حال ہوگا" آپ نے فرمایا۔ "خاطر جمع رکھ اُسی چیونٹی نے اس قصور کے لئے تیری اس قدر شفاعت کی کہ اُس کی شفاعت کو اُنہوں نے سُن کیا۔ اے علیؓ! اگر چیونٹی کی شفاعت نہ ہوتی۔ تو تیری اِتنی مُدّت کی رکھی رکھائی عزّت اُس درگاہ میں سب برباد ہو جاتی" کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سلیمان صلواۃ اللہ علیہ ایک چیونٹی پر سخت ناراض ہوئے۔ تو چیونٹی نے کہا "یہ کیسا دبدبہ ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں بھی اُسی کی بندی ہوں۔ جس کا تو بندہ ہے" قطعہ

نخشبی راہِ حق قوی راہیست ۔۔۔ راہرواں کار بے حساب کنند

(اے نخشبی حق کی راہ بڑی زبردست راہ ہے ۔۔۔ اِس کے راہرو بے حساب کام کرتے ہیں)

اندریں راہ بہرِ مورِ ضعیف ۔۔۔ گر سلیمانست ہم عتاب کنند

اس راہ میں کمزور چیونٹی کے لئے۔ خواہ سلیمان ہی ہو اسکو بھی عتاب کرتے ہیں

سلک ـ اہلِ شکر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت نہ صرف یہ کھانا پینا اور پہننا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں کئی قسم کی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تجھے دی ہیں۔ وہ کئی قسم ہیں۔ اس لئے تیرے شکر بھی مختلف قسم کے ہونے چاہئیں۔ ایک روز مہتر آدم علیہ السلام مناجات کرتے تھے۔ کہ اے پروردگار میں تیری نعمت کا شکر کس طرح بجالاؤں؟ حکم ہؤا کہ جس وقت تو نعمت کو کھائے۔ اُس وقت تو نعمت دینے والے کو یاد کرے۔ اگر کریگا۔ تو گویا سب نعمتوں کا شکر ادا کیا +

اے عزیز! تونے شاکروں کے اوصاف بہت سے سُنے۔ اب تو ذرا ناشکر گزاروں کی بھی حکایت سُن۔ کہتے ہیں۔ کہ نمرود مردود کے پاس سات باغ تھے۔ ہر ایک شہر میں حکیموں نے ایک عجیب و غریب طلسم بنا رکھا تھا۔ پہلے باغ کے دروازے پر ایک بطخ بنائی ہوئی تھی۔ جس وقت دروازے میں کوئی مسافر آتا۔ تو اُس بطخ سے ایسی آواز نکلتی۔ کہ سب اہل شہر کو اطلاع ہوجاتی اور وہ تفتیش کر لیتے۔ کہ کون آیا ہے۔ دوسرے باغ میں ایک ڈھول بنایا ہؤا تھا جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی۔ اُس ڈھول پر تسمہ مارتے۔ تو اس سے آواز نکلتی کہ تیری گم شدہ چیز فلاں شہر یا جگہ میں فلاں شخص کے پاس ہے۔ اور فلاں شخص لے گیا ہے۔ اور تیسرے باغ میں ایک آئینہ بنایا ہؤا تھا۔ کہ جس شخص کا کوئی دوست یار یا رشتہ دار گم ہو جاتا۔ تو اُس آئینہ میں اُس کا حال دیکھ لیتا۔ کہ کس شہر میں کس مقام پر ہے۔ اور چوتھے باغ میں ایک حوض بنایا ہؤا تھا۔ کہ سال میں ایک دفعہ ایک مقررہ دن کو اُس پر جشن کرتا۔ جو شخص آتا اپنے ہمراہ جو چیز پینے کی ہوتی وہ اُس میں پھینک دیتا۔ کوئی پانی لاتا۔ کوئی شراب۔ کوئی

شربت۔ اور کوئی گلاب۔ جب ساقی اس حوض سے پیالہ بھر کر اُس شخص کو دیتا تو اُس میں وہی چیز ہوتی۔ جو وہ لایا تھا۔ اور پانچویں باغ میں ایک تالاب پانی کا بھرا ہؤا تھا۔ اُس کے کنارے بیٹھکر جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ جس وقت دو شخص آتے۔ دونو پانی میں کود پڑتے۔ جو جھوٹا ہوتا۔ پانی اُس کے گلے تک آ پہنچتا۔ اور چھٹے باغ میں ایک درخت تھا۔ کہ اگر ایک آدمی اُس کے تلے آتا۔ تو ایک پر سایہ کرتا۔ اگر دو آتے تو دو پر۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ہزار تک بھی آجاتے۔ تو سب پر سایہ کرتا۔ لیکن اگر ہزار سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا۔ تو سب پر سے سایہ ہٹا لیتا۔ ساتویں باغ میں ایک گول حوض تھا۔ جس کے کنارے کنارے تمام مقبوضہ ملکوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اگر اہل شہر بے فرمانی کرتے اور وہ اُنہیں تکلیف دینی چاہتا۔ تو حوض کی موری اس ملک کی تصویر کی طرف کھولدیتا۔ وہ شہر فوراً غرق ہونا شروع ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کو ایسی ملکیّت عطا کی۔ لیکن اُس نے شکر نہ کیا۔ بلکہ اُلٹا خدائی کا دعوے کیا۔ لاچار جو کچھ اس کا انجام ہؤا وہ سب کو معلوم ہے + قطعہ

ہر کہ شکرِ نعمت کند ہموں چیز است — نخشبی شکر کارہا دارد۔
(اے نخشبی شکر بڑے کام کی چیز ہے — جس نے نعمت کا شکر کیا وہی کچھ چیز ہے)
تا توانی شکور باش بدھر — شکرِ نعمت قوی نکو چیز است
(جہانتک تجھسے ہو سکے زمانے میں شکر کرنیوالا بن — کیونکہ نعمت کا شکر بہت زبردست نیک چیز ہے)

سلک ۱۴۲۔ فکرت شعار اور عبرت آثار لوگ کہتے ہیں۔ "اَلْفِکْرَۃُ دَلِیْلُ الْاِنْتِبَاہِ وَ الصِّیَانَتُ عَنِ الْاِشْتِبَاہِ" (فکر کرنا تنبیہ کی دلیل ہے۔ اور شبہ سے بچنا ہے) اور بعض کہتے ہیں "اَلْفِکْرَۃُ دَلِیْلُ الْاِنْتِبَاہِ وَالْفِکْرَۃُ مِعْیَارُ الصِّدْقِ وَ مِضْمَارُ قَبُوْلِ الْفِعْلِ" (فکر کرنا متنبہ ہونے کی دلیل ہے اور فکر صدق کا معیار

اور فعل کی قبولیت کا) البتہ فکر آئینہ کی طرح ہے۔ کہ صاحب فکر اس میں اپنی نیکی بدی کا چہرہ دیکھتا ہے۔ عیسےٰ صلواۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ خلقت کی بابت جب سوچا۔ تو وہ گروہ جو عدم کے گوشے میں ہے۔ اُن کو اُن سے خوش پایا۔ جو صحرائے وجود میں ہیں۔ اہلِ معرفت کہتے ہیں۔ کہ دانا وہ شخص ہے۔ جو دس چیزوں کو دس چیزوں سے بدلے۔ گریہ زاری کو صبر سے۔ نسیان کو ذکر سے۔ ناشکرگذاری کو شکرگذاری سے۔ نافرمانی کو اطاعت سے۔ بخل کو سخاوت سے۔ شک کو یقین سے۔ نمائش کو اخلاص سے۔ اصرار کو توبہ سے۔ جھوٹ کو سچ سے۔ اور غفلت کو تفکر سے ÷

اے عزیز! صاحب بصیرت جس چیز کی طرف دیکھتے ہیں۔ عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ÷

سُنو! سُنو!! کہتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں یہ رسم تھی۔ کہ جب کوئی عابد ساٹھ سال تک اخلاص سے عبادت کرتا۔ تو سفید بادل اُس کے سر پر سایہ کرتا۔ ایک مرتبہ ایک عابد نے ساٹھ سال تک عبادت کی۔ لیکن اُس پر بادل نے سایہ نہ کیا۔ دوسرے عابدوں نے آکر پوچھا۔ کہ تو نے کس طرح کی عبادت کی۔ کہ اس سعادت سے محروم رہا۔ اُس نے کہا۔ "ساٹھ سال کے عرصہ میں کوئی کام خلاف طریقہ نہیں کیا۔ مگر ہاں ایک مرتبہ بغیر تفکر آسمان کی طرف دیکھا۔" انہوں نے کہا کہ اس سے بڑھکر اور بڑا گناہ اِس راہ میں کیا ہو سکتا ہے۔ یہ سارا اثر اسی ایک نگاہ کا ہے۔ **قطعہ**

تختبی فکر کارہا دارد — عاقلاں از بلا حذر بکنند

(اے تختبی فکر بڑے کام کی چیز ہے — عقلمند مصیبت سے ڈرتے ہیں)

آن عزیزاں کہ چشم دِل دارند — خبر بغارت بکس نظر نکنند

(وہ عزیز جنہیں دلی آنکھیں میسر ہیں — وہ سوائے فکر کے کسی کی طرف نہیں دیکھتے)

سلوک ۵۱: پیغمبر خدا فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص ہوگا۔ جس نے اِس دُنیا میں اُس کا خوف کیا۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ خوف کیا ہے؟ اُس نے کہا "خوف بمنزلہ دلی تپ کے ہے۔ جبکہ وہ خلقت کی بابت کیا جائے۔ اور بمنزلہ دلی خوشی کے ہے۔ جبکہ خالق کے لیئے کیا جائے"۔

اے عزیز! جس روز دولتمند سے اندوہ سلب کر لیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ "شکر ہے خدا کا جس نے مجھ سے غم دور کیا"۔ لیکن جس روز درویش سے خوشی سلب کی جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے "اُس پروردگار کا شکر ہے۔ جس نے مجھے اندوہ عنایت کیا"۔ راہ محبت کے دردزدہ لوگوں کے درد کی قیمت دونوں جہان سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ غم زدہ دل سے محبت کرتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ راہ جو دردمند سالک ایک روز میں طے کرتا ہے۔ بے درد سالک اُسے مہینے میں طے کرتا ہے۔ اور ہر ایک زمانے میں ایک نہ ایک ایسا صاحب درد ہوتا ہے۔ کہ تمام جہان اُس کے درد کی پناہ میں گذران کرتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ جب سے فضیل رحلت فرما گئے ہیں۔ گویا زمین پر سے اندوہ ہی جاتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت یہ بھی تھی۔ آپ ہر وقت مغموم اور متفکر رہا کرتے تھے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو پہچان لیتا ہے۔ وہ اُس کے غموں کا طالب بن جاتا ہے۔ خواجہ سری رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کے وقت شیخ جنید رح پنکھا کر رہے تھے۔ سری نے فرمایا۔ اے فرزند تو ہم کو یاد کرتا ہے۔ اور حال یہ ہے۔ ہمارے سینے میں شوق کی آگ روشن کی ہوئی ہے۔ اور تجھے معلوم نہیں کہ باد سے یہ شوق دمبدم زیادہ ہوتا ہے۔ اے عزیز! کوئی راحت آمیز اندوہ

محبّت کے اندوہ سے بڑھکر نہیں +

سُنو! سُنو!! پیرانِ طریقت میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دس سال تک میں گرم آنسو روتا رہا۔ اور پھر اور دس سال خون رویا گیا۔ اور اب دس سال سے میں ہنس رہا ہوں + قطعہ

تخشبی شادمان ز اندوہ است | دلِ حزیں شادی طلب نکند
(نخشبی اندوہ کے سبب خوش ہے | اِس واسطے کہ غمگین دل خوشی طلب نہیں کرتا)
آنچہ اندوہ کرد در دلِ من | در دلِ دیگر طرب نکند
(جو اثر میرے دل میں اندوہ نے کیا ہے | وہ دوسروں کے دلوں پر خوشی بھی نہیں کر سکتی)

سلک ۱۰۶۔ عالمِ فقر کے دولتمند کہتے ہیں۔ کہ یہی درویشی ہی دولتمندی ہے۔ اے درویش! تو درویشی کے موتی کو دولتمندی کے شیشے سے ہرگز نہ بدلیو۔ اگر درویشوں کا درجہ دولتمندوں کو دیا جاتا۔ تو وہ دولتمندی کے فاخرہ لباس کو فقیرانہ گوڈری سے بدل لیتے۔ دولتمندوں کو مندرجہ ذیل چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ بدنی تکلیف۔ دل کی مشغولی۔ دین کا نقصان۔ قیامت کا حساب اور درویشوں کو مفصلہ ذیل چار چیزیں ملتی ہیں۔ بدنی آرام۔ دلی فراغت۔ دین کی سلامتی۔ قیامت کی خلاصی۔ جب تک دولتمند منکر نکیر کی گفتگو سے خلاصی پاتا ہے۔ درویش سیدھا اپنے صاحب اقتدار بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے پاس پہنچ جاتا ہے +

سُنو! سُنو! شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپکو لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ آپ نے منکر نکیر کے سوالوں سے کس طرح خلاصی پائی؟ آپ نے فرمایا۔ اے بے خبرو! یہ کونسا موقع اس بات کا ہے۔ اگر اس وقت تم وہاں ہوتے۔ تو دیکھتے۔ کہ انہوں نے مجھ سے کس طرح خلاصی پائی۔

اور باہر نکل گئے۔ جب اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا خدا کون ہے؟ تو میں نے کہا۔ اے فرشتو! کیا تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ تیرا خدا کون ہے؟ سُنو! میرا خدا وہ ہے۔ جس نے سب فرشتوں سے میرے باپ کو سجدہ کرایا۔ اور میں اُس وقت اپنے باپ کی پیٹھ میں معہ اپنے سارے بھائیوں کے تم کو دیکھ رہا تھا۔ منکر نکیر نے کہا۔ ہمیں اِس کے پاس سے چلے جانا چاہئے۔ کیونکہ ہم اُس سے سوال کرتے ہیں۔ اور وہ تمام ذریات آدمؑ کی نسبت جواب دیتا ہے + قطعہ

نخشبی فقر خوب تر رعنا است ۔۔۔ مرد راہ را ہزار آسان است

(اے نخشبی فقر بہت اچھی چیز ہے۔ ۔۔۔ اور مردِ راہ کے لئے بہت ہی آسان ہے)

چوں اسیری بہ از امیری شد ۔۔۔ ایں نہ مور یست بل سلیمان است

(چونکہ قیدی بننا امیر ہونے کی نسبت بہتر ہے + اس لئے یہ چیونٹی نہیں بلکہ سلیمان ہے)

سلک ۱۰۱۔ نیک عملوں کے عامل فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی نیکوکار نیک کام کرتا ہے۔ تو اُس کو نہ کیا ہوا خیال کرتا ہے۔ اہل واسطہ کے بعض نیکوکاروں کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ بہت سالوں تک روزہ رکھا کرتے۔ اور سوائے ماہ رمضان کے آفتاب کے غروب ہونے سے پیشتر ہی افطار کر دیا کرتے۔ شاید تو نے سُنا ہوگا۔ کہ ایک دفعہ ایک ماہی گیر نے ایک مچھلی پکڑی۔ جو اُس سے یوں گویا ہوئی۔ کہ میں تسبیح میں مشغول رہا کرتی ہوں۔ تو میری تسبیح کو کیوں مانع ہؤا۔ دوسری مچھلی نے اُسے کہا۔ تیری تسبیح اللہ تعالےٰ پر زیادہ قیمتی ہے۔ سُنو! سُنو! حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جبکہ آپ کی گرم بازاری تھی۔ عالم بالا میں قدم رکھا۔ تو بہت سے فرشتے استقبال کے لئے آئے۔ اور عرض کی۔ کہ آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ پھر گستاخانہ یہ کبھی نہ کہنا "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" (ہم تیری تعریف

کی تسبیح بیان کرتے ہیں - اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں) کہتے ہیں - کہ اُن فرشتوں نے شرمندگی سے ایسا سر جھکایا - کہ قیامت تک اُسی حالت میں رہینگے +

قطعہ - نخشبی ذکر کار خویش مکن یارِ منت نہندہ یار مداں

(اے نخشبی تو ذکر کو اپنا کام نہ خیال کر تو احسان جتلانیوالے یار کو یار نہ سمجھ)

گر بخواہی کہ کار پیش رود کار میکن ولیک کار مداں

(اگر تو چاہتا ہے - کہ تیرا کام ترقی پکڑے تو کام کئے جا - لیکن اُسے کام نہ خیال

سلک ۱۰۸ " وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی " (اور نافرمانی کی آدمؑ نے اپنے پروردگار کی اور بہک گیا) کے مجروح (آدم علیہ السّلام) کا گیہوں کا دانہ کھانے میں قصد اور ارادہ نہ تھا - اِس واسطے کہ نہی کے وقت سے لیکر کھانے تک پانسو سال کا عرصہ گذرا - تب وہ نہی کو بھولا یا درخت کو - اور اِسی لیئے قرآن شریف اُس کے حق میں خوشخبری دیتا ہے " فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا " (پس وہ بھول گیا - اور ارادہ سے اُس نے نہیں پایا) - باوجود اس بات بھی آپ کو معذور نہ رکھا گیا - اس واسطے کہ بھول جانے والا قابلِ مواخذہ ہے - لیکن یہ مواخذہ اس اُمت سے صاحب اُمت کی دُعا سے رفع ہو گیا ہے " لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِیۡنَآ " (ہمیں مواخذہ نہ کر - ہم بھول گئے ہیں) +

سُنو! سُنو! ایک بار کے بھول جانے سے آدم علیہ السّلام نے اس قدر ذلت اُٹھائی - اور عتاب ہُوا - اور تو اس قدر کبیرہ گناہ جو جان بوجھکر کرتا ہے معلوم نہیں - کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئیگا + قطعہ

نخشبی حالِ تو چہ خواہد شد آدمی ہم بدیں نمو نبود

(اے نخشبی تیری حالت کیسی ہو گی آدمی تو اِس نمائش کا نہیں ہوتا)

در محلے کہ نیکواں ترسند حالِ چو نتو کسے چگونہ بود

(جہاں پر نیک لوگ بھی ڈرتے ہوں + وہاں تیرے جیسے شخص کا کیا حال ہوگا)

سلک ۱۰۹ - مسیح قدم فرماتے ہیں - کہ اگر تو مسجد میں ہو تو بھی یاد الٰہی میں ہو - جو شخص گرجا میں خدا کی یاد میں ہو - وہ اُس شخص کی نسبت بہتر ہے - جو مسجد میں یاد الٰہی سے غافل ہے - کہتے ہیں - کہ ایک دفعہ بنی اسرائیلیوں کے زمانہ میں چار سال تک بارش نہ ہوئی - اور کسی کی بھی دُعا قبول نہ ہوئی - لوگوں نے کہا - اے پروردگار! یہ کیا بات ہے - کہ کسی کی دُعا قبول ہی نہیں ہوتی - اُس زمانے کے پیغمبر کو حکم ہؤا کہ انہیں کہدو - کہ تم پاخانے ہو کر ہاتھ صاف کئے بغیر اُسی حالت میں مسجد میں آتے ہو - اور مسجد کو آلودہ کرتے ہو - اِس سبب سے تمہاری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں +

اے عزیز! پہلی اُمتوں میں بعض شخصوں کے مسجد میں آنے سے مسجد آلودہ ہوتی تھی - لیکن اِس اُمت میں بعض ایسے ہیں - کہ اگر وہ گرجا میں جائیں - تو وہ پاک ہو جاتا ہے +

سُنو! سُنو!! ایک روز خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کے چند مرید گرجا کے دیکھنے کے لئے گئے - جب وہاں سے واپس آئے - تو خواجہؒ نے پوچھا - کہ گرجا سے کیا لائے ہو - انہوں نے عرض کی کہ گرجا سے کیا لایا جا سکتا ہے - شیخؒ نے فرمایا - آؤ - میں تمہیں گرجے جانا سکھاتا ہوں - جب وہاں پہنچے - تو دیکھا - کہ اُن لوگوں نے عیسےٰؑ اور مریم کی تصویریں دیواروں پر نقش کی ہوئی ہیں - اور اُن کی پرستش کرتے ہیں - شیخؒ نے ان تصویروں کو کہا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ "(کیا تو ہی ہے - جس نے لوگوں کو کہا تھا - کہ مجھے اور میری ماں کو سوائے اللہ کے دو خدا سمجھو) - اتنا کہنے سے فوراً وہ تصویریں گرجے کی دیواروں سے گر پڑیں - اور ان کے ہر ذرے

سے یہ آواز نکلنے لگی۔ "لا واللہ لا واللہ لا"۔ (بخدا نہیں۔ بخدا نہیں۔ نہیں)

قطعہ۔ نخشبی کافراں چہ سنگ دل اند آنکہ معبودِ خود ز سنگ کنند

(اے نخشبی کافر کیسے سنگ دل ہیں کہ اپنا معبود پتھر سے بناتے ہیں)

گر بتاں را زبان بود ہر دم با پرستندہ تا چہ جنگ کنند

(اگر بتوں کی زبان ہوتی۔ تو ہر دم اپنی پرستش کرنیوالوں کے ساتھ بہت ہی لڑتے)

سلک ۱۱۱۔ راہ طریقت کے سالک اور ملک حقیقت کے مالک جو نفس سے اس طرح باہر نکلے ہیں۔ جس طرح کہ سانپ کینچلی سے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ خدا کی راہ وہ راہ ہے۔ جس میں وجود کے اسباب سے ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتے اللہ اللہ یہ کیسی مشکل راہ اور عجیب بارگاہ ہے۔ کہ اس میں کوئی شخص اپنے اوپر بھی رحم نہیں کرتا۔

سنو! سنو! جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جن کے سوا اس راہ کو منزل تک کسی نے طے نہیں کیا۔ فرمایا۔ "لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ"۔ (اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ایسا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا) تو جبرائیل علیہ السلام اس بات سے شکستہ دل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ "وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ"۔ اور نبی مرسل سے مراد اپنی ذات مبارک سے لی۔ اس واسطے کہ آپ کے عہد میں نبوۃ کی ڈبیا کو قفل ختم لگ چکا تھا۔ (آپ خاتم النبیین تھے) اور نبی مرسل اور غیر مرسل باقی نہ رہا۔ اے جبرائیلؑ! اگر میں نے یہ بات کہی ہے۔ کہ درگاہ الٰہی میں میرے لئے ایک وقت ہے۔ جہاں فرشتے کی بھی گنجائش نہیں۔ تو اس سے شکستہ دل نہ ہو۔ کیونکہ وہاں محمدؐ کی بھی گنجائش نہیں۔

سنو! سنو! جب قاب قوسین کی کمان کھینچنے والا (محمدؐ) عالم قاب قوسین

سے واپس آیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا" یا رسول اللہ آپ جس مقام سے آرہے ہیں۔ وہاں کیا دیکھا؟ تو آنحضرت نے فرمایا" اے بھائی! یہ سوال کا کونسا موقع ہے۔ کیونکہ خود محمدؐ ہی محمدؐ سے پوچھتا تھا۔ کہ تو نے کیا دیکھا" جان لیا جس نے جان لیا۔ اور سمجھ گیا جو سمجھ گیا + قطعہ

تخشبی راز وصل دوست مپرس | بو العجب عاشقے کہ وا گوید

(نخشبی سے دوست کے وصل کی بات کچھ نہ پوچھ + وہ عاشق بہت ہی عجب ہے جو راز ظاہر کر دے)

آنکہ از خویش بے خبر باشد | خبر از دیگرے کجا گوید

(جو شخص اپنے آپ سے بے خبر ہو | وہ دوسرے کی خبر کب دے سکتا ہے)

سلک ۱۱۱۔ اہل قبول فرماتے ہیں۔ کہ حق کا قبول کرنا حق سے حق کے واسطے تواضع کہلاتا ہے۔ اے عزیز! اگر آدمی یہ جان لے۔ کہ اُس کا اول کیا تھا۔ اس کا اوسط کیا ہے۔ اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ تو سوائے متواضع ہونے کے وہ کچھ بھی نہ کرے۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ مردِ متواضع کسے کہتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو اور خاک کو یکساں خیال کرے۔ البتہ خاکی آدمی وہ ہے۔ کہ اُس میں اور خاک میں بیگانگی نہ ہو۔ اور اُٹھتے بیٹھتے اُس کے اور خاک کے درمیان کپڑے کا وسیلہ نہ ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ درویش کس سے مشابہ ہے۔ اُس نے کہا زمین سے۔ لوگوں نے پوچھا سبب؟ اُس نے کہا کہ اس سبب سے کہ جو نیک بد اُس پر گذرتا ہے۔ وہ دل جمع رہتا ہے اہل جنّت کا ایک گروہ دوسرے سے نفرت کرتا تھا۔ اِس لئے کہ ایک نے ان میں سے اپنے اور مٹی کے درمیان کوئی چیز حائل کی تھی +

اے عزیز! وہ لوگ جو آج منقش فرشوں پر بیٹھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کل انہیں کس فرش پر بٹھائینگے۔ اور وہ لوگ جو آج رنگا رنگ کے لباس پہنتے

ہیں۔ کچھ معلوم نہیں۔ کہ قیامت کے دن انکو کونسا لباس پہنایا جائیگا +

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ بغداد میں ایک مردِ خدا رہا کرتا تھا۔ جو سردی گرمی میں صرف ایک ہی کپڑا پہنا کرتا تھا۔ اُس سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ تو کس واسطے کبھی دُوسرا کپڑا نہیں پہنتا؟ اُس نے کہا اِس سے پہلے میں ایسا ہی کیا کرتا تھا۔ (دوہرے کپڑے پہنا کرتا تھا)۔ لیکن ایک رات خواب میں میں نے بہشت دیکھا۔ اور اُس میں اپنے بہت سے دوست دیکھے۔ جو ایک بلند مقام پر بیٹھے ہیں۔ اور دسترخوان ان کے آگے چُنا ہؤا ہے۔ مَیں بھی جا کر اُن میں بیٹھ گیا۔ فرشتوں نے وہاں سے مجھے ہٹا دیا۔ مَیں نے کہا۔ وہ میرے یار ہیں۔ مجھ کو اُن سے کیوں دُور کرتے ہو۔ اُنہوں نے کہا۔ تجھ میں اور اِن میں فرق ہے۔ کہ وہ ایک قمیص رکھتے ہیں۔ اور تیری دو ہیں۔ پس جب میری آنکھ کھُلی۔ تو مَیں نے عہد کر لیا۔ کہ صرف ایک ہی کپڑا پہنا کرونگا۔ اے عزیز! عالم ظاہر میں جو ایک جامہ پہنے وہ پہنا رہتا ہے۔ لیکن عالمِ باطن میں اگر دو بھی پہنے۔ تو وہ پہنے نہیں رہتے +

قطعہ۔ نخشبی زاں پیاز شد آگندہ دست　　کہ چو سوسن ندارد او یک پوست
(اے نخشبی پیاز اسواسطے ہاتھوں کو بودار کر دیتا ہے　　کہ وہ سوسن کی طرح ایک چھلکا نہیں رکھتا)

ہر کہ او را دو پیرہن باشد　　نزدِ اصحابِ دین برہنہ ہموست
(جس کے دو پیراہن ہوں ۔　　وہی صاحبِ دین لوگوں کے نزدیک ننگا ہے)

سلک ۱۱۲ ۔ جاننا چاہئے کہ نفس بیماری کی مانند ہے۔ اور اُس کی آرزو کو پورا کرنا اُس کے لئے بمنزلہ زہر قاتل ہے۔ اور اُس کا تریاق صرف اُس کی آرزو کو روک رکھنا ہے۔ جو حرص پر پاؤں رکھتا ہے۔ وہ گویا ہوا پر پاؤں رکھتا ہے اب جاننا چاہئے۔ کہ نفس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مطمئنہ۔ جو طاعت الٰہی سے اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اور امر الٰہی کی مخالفت نہیں کرتا۔ دوسرے لوامہ

جو گنہگاری کے لئے انسان کو ملامت کرتا ہے۔ تیسرے امّارہ۔ جو بُرے کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور مہلکات کیطرف بُلاتا ہے۔ اے عزیز! نفس کی سلامتی اُس کی مخالفت میں ہے۔ اور اُس کی مصیبت اُس کی تابعداری میں +

سُنو! سُنو!! ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں ایک پہاڑ پر گیا۔ جہاں انار بہُت تھے۔ میرے نفس نے انار کی خواہش کی۔ میں نے ایک دانہ لیکر منہ میں ڈالا۔ تو ترش معلوم ہؤا۔ میں نے تھوکدیا۔ آگے بڑھکر ایک آدمی کو دیکھا جو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ اور بہُت سی بھڑیں اُس کے گرد جمع تھیں۔ میں نے سلام علیک کہی۔ اُس نے کہا علیک السّلام اے ابراہیم۔ میں نے کہا۔ تو نے مجھے کس طرح پہچانا۔ اُس نے کہا جس نے اللہ تعالٰے کو پہچان لیا۔ اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میں نے کہا۔ اے خواجہ تجھے اللہ تعالٰے کے ساتھ ایک خاص حالت ہے۔ آپ کس واسطے اللہ تعالٰے سے رحمت طلب نہیں کرتے۔ کہ یہ بھڑیں آپ سے دُور ہو جاویں۔ اُس نے کہا۔ اے ابراہیم! میں بھی دیکھتا ہوں۔ کہ تجھے بھی اللہ تعالٰے کے ساتھ ایک خاص حالت ہے۔ تو نے کس واسطے اللہ تعالٰے سے اسبات کی خواہش نہ کی۔ کہ تجھ سے انار کی خواہش دور ہو جاتی + قطعہ

مَپیچ سر ز حکمِ یار متاب	کارِ نابالغ است شور و خروش
(اے مخنثی یار کے حکم سے سر نہ پھیر۔	جوش و خروش کرنا نابالغ کا کام ہے)
ہیچ دانی کہ صدق چیست بحق	ارّہ بر سر نہند و تو خاموش

(کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالٰے پر صدق کرنا کس بات کا نام ہے؟ یہ ہے کہ اگر قضاء و قدر تیرے سر پر آرہ بھی رکھدے تو بھی تو خاموش رہے)

سلک ۱۱۳ - اگر کوئی پوچھے کہ وہ لوگ کون ہیں۔ کہ اُن کو بے چیزی میں تمام چیزیں مہیّا ہیں۔ اور ہر وقت بے نوائی میں با نوا ہیں۔ تو کہنا چاہئے۔ کہ وہ تونگر باطن

والے درویش ہیں۔ اہلِ تحقیق ظاہری دولتمندی کو دولتمندی نہیں خیال کرتے۔ بلکہ باطنی دولتمندی کو دولتمندی خیال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ارسطا طالیس سے کسی نے پوچھا کہ فلاں غنی ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا مجھے اتنا معلوم ہے۔ کہ اُس کے پاس مال ہے۔ لیکن یہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ غنی بھی ہے یا نہیں کیونکہ مجھے یہ معلوم نہیں۔ کہ اُس میں اُس کے عمل کی کیا کیفیت ہے +

اے درویش! تجھے یاد رہے۔ کہ درویش اُس شخص کو کہتے ہیں۔ کہ اُس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ بلکہ درویش اُسے کہتے ہیں۔ جس کے پاس سب کچھ ہو اور بعض بادشاہ درویشوں سے اسی طرح التماس کرتے ہیں۔ جس طرح بعض درویش بعض بادشاہوں سے التماس کرتے ہیں۔ البتہ درویشوں میں جو قناعت کی قوت ہے۔ وہ ایسی قوی ہے۔ کہ بادشاہ بھی اُس کے سامنے حقیر ہیں +

سنو! سنو! کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کوئی درویش پاؤں پھیلائے ران پر گودڑی رکھکر سی رہا تھا۔ اُسی اثنا میں خلیفہ وقت اُس کے دیکھنے کے لئے آیا۔ درویش نے اپنے حال کی بابت کچھ نہ کہا۔ اور نہ ہی اپنے پاؤں سکیڑے خلیفہ نے اپنی حاجت بیان کی اور کہا کہ پاؤں سُکیڑ لو۔ شیخ نے کچھ نہ کہا۔ اور نہ ہی توجہ کی۔ دوسری دفعہ خلیفہ نے کہا۔ درویش! پاؤں سُکیڑ لے۔ شیخ نے کہا اے خواجہ ہم نے مدّت ہوئی ہاتھ سکیڑ لئے ہیں۔ اس لئے اگر پاؤں نہ سُکیڑیں تو جائز ہے۔" (یعنی چونکہ ہم کسی سے التجا نہیں کرتے۔ اس لئے بے فکر ہیں اور کسی کی تعظیم وغیرہ نہیں کرتے + قطعہ

تخشبی دست پیش کس مکشا	نیست از غیر خواست گیر دست
اے تخشبی تو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا	غیر سے دستگیری بھی درخواست نہ کر

ہر کہ او دستِ خویش گرد آرد ہیچکس را بر و نبا شد دست

(جو شخص اپنا ہاتھ سُکیڑ لیتا ہے۔ کوئی شخص اُس پر قابو نہیں پاتا۔)

سلک ۱۱۴۷۔ صاحب معرفت کہتے ہیں۔ کہ خلقت پانچ مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ اور انہی پانچ کے باعث اُن کے کام کو بدنظمی حاصل ہوتی ہے۔ اوّل شہوت کی محبت جس سے قساوت قلبی حاصل ہوتی ہے۔ دوّم نیند کی محبت جس سے عمر کا نقصان ہوتا ہے۔ سوم۔ آرام کی محبت جس سے افلاس بڑھتا ہے۔ چہارم مال کی محبت جس سے قیامت کے دن حساب کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ پانچویں تعریف کی محبت جس سے ثواب گم ہو جاتا ہے۔ اور یہ پانچویں سب سے زیادہ بُری ہے۔ اِس واسطے کہ آدمی کے لئے خود پرستی سے بڑھ کر اور کوئی بُرائی نہیں۔ اور خود بینی سے بڑھکر کوئی کفرانِ نعمت نہیں +

سُنو! سُنو!! ایک صاحب کرامت کو لوگوں نے کہا۔ ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ پانی پر چلتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ اگر میں سو سال بھی پانی پر چلتا رہوں۔ تو بھی تنکے سے زیادہ بہتر نہیں چل سکونگا۔ اور ایک بزرگ کو لوگوں نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ بے خطر آگ میں رہتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ اگر میں ساری عمر بھی آگ میں گذار دوں۔ تو بھی سمندر (ایک جانور چوہے کی شکل کا جو ہمیشہ آگ میں رہتا ہے) جیسا اس میں نہیں رہ سکتا۔ اور اُس مقام والے وہ لوگ ہیں۔ جو ہرگز اپنی طرف نہیں دیکھتے۔ ایک صاحب مقام سے لوگوں نے پوچھا کہ انصاف کیا ہے۔ اُس نے کہا۔ یہ کہ لوگوں کا انصاف اپنے آپ سے دے اور اپنا انصاف کسی سے طلب نہ کرے + قطعہ

تخشبی کمتر است از خسے بدھر منطق الطیر کم کسے داند

(تخشبی جہان میں تنکے سے بھی کم ہے جانوروں کی بولیاں کوئی بہت کم جانتا ہے)

آنکہ او در جہاں کسے باشد خویش را کمتر از خسے داند

(جو شخص جہان میں کچھ ہے - وہ اپنے تئیں تنکے سے بھی کم خیال کرتا ہے)

سلک ۱۱۵۔ صاحب ریاضت کہتے ہیں۔ کہ ریاضت نیند کے دروازے کو بند کر دیتی ہے۔ اور لوگوں کے میل جول سے دور کرتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ریاضت حکم شریعت کی بجا آوری اور بیماریٔ طبیعت کا علاج ہے۔ اور ریاضت کا اصل بھوک ہے۔ کیونکہ بھوک اولیاء کے لئے بمنزلہ تہذیب ہے اور اشقیاء کے لئے بمنزلہ عذاب کے ہے۔ ابراہیم ادہم علیہ السلام جن سے بڑھ کر نفس کے گھوڑے کو کسی نے ریاضت نہیں کرائی ایک دوست کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ آپ نے کھانا تھوڑا سا کھایا۔ میزبان نے عرض کی۔ کہ میری خواہش ہے۔ کہ آپ معمول کی نسبت زیادہ کھانا کھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے خواجہ تو نے اپنا کام کیا ہے۔ اب ہم کو اپنا کام کرنا چاہیئے۔ تجھ پر طعام کی تقریب لازم ہے۔ اور ہم پر اجسام کی تادیب ✦

اے عزیز! ریاضت کے درخت کا پھل باطن کی روشنی ہے۔ سبحان اللہ وہ کیسی روشنی ہے۔ جو اہل ریاضت کے باطن میں ہے۔ جس سے جو کچھ ہے بعینہ انہیں دل کے ثمرہ میں متصور ہے ✦

سنو! سنو! سکندر اور دارا کے درمیان لڑائی ہونے سے پیشتر سکندر نے خواب میں دیکھا۔ کہ مجھے دارا نے زمین پر دے پٹکا ہے۔ یہ خواب اس نے کسی اہل ریاضت کے روبرو بیان کیا۔ اس نے کہا۔ خاطر جمع رکھو۔ کہ دارا تمہیں ملک دیدیگا ✦ قطعہ

بخشی غیب عالمے ست دگر غیب را ہست عینہا روشن

(اے بخشی غیب ایک اور ہی عالم ہے غیب کی آنکھیں روشن ہوا کرتی ہیں)

ہر کہ او جوشن صفا پوشد گردد ش جملہ عیبہا روشن ؛

(جو شخص صفائی کا جوشن پہنتا ہے اُسے سارے عیب معلوم ہو جاتے ہیں)

سلک ۱۱۶ - باطنی محل کے معمار فرماتے ہیں - کہ گھر بھی عمر کی طرح برباد ہو جاتا ہے - اور خلقت خود آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے - اے محل کے بنانے میں مشغول تجھے یہ معلوم نہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے کچی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی - فرماتے ہیں - کہ جب کوئی شخص اپنے قد سے اونچا مکان بناتا ہے - تو فرشتے کہتے ہیں "کہاں ہے تو اے لعنتی" حدیث شریف میں آیا ہے - کہ آخری زمانے میں بعض ایسے لوگ بھی ہونگے - کہ وہ اپنے گھروں کو اس طرح منقش کرینگے کہ گویا یمن کی چادر ہے - حضرت عمرؓ نے شام سے صرح کو جاتے ہوئے رستے میں ایک مکان دیکھا - جو چونے اور پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا - آپ نے فرمایا - مجھے تو یہ خیال نہ تھا - کہ اس اُمت میں ایسے آدمی بھی ہونگے - جو ہامان اور فرعون کی طرح مکان بنائینگے ؛

سُنو! سُنو! ایک روز کوئی شخص امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو کہ حقیقت کے بانی مبانی تھے - آیا - اور عرض کی - کہ میں نے ایک مسجد بنوائی ہے - اور میری یہ خواہش ہے - کہ آپ کے کیسے سے بھی کچھ ملجائے - تاکہ اُس مسجد کی آرائش میں خرچ کروں - ممکن ہے کہ اُس کی برکت سے خلقت اُس کی طرف آئے - امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سوچ بچار کے بعد کچھ دیا - اور وہ لیکر چلا گیا - کچھ دنوں بعد وہی نقدی واپس لاکر آپکو دیدی - اور عرض کی - کہ جس مصلحت کے لئے میں لیگیا تھا - وہ آپ کے بغیر ہی پوری ہو گئی ہے - امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے - اور وہ نقدی لے لی - حاضرین نے عرض کی - کہ آپ نے یہ نقدی دیتے وقت تو بہت تامل فرمایا - اور واپس لیتے

وقت آپ خوش ہوئے۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ کہ حلال کی کمائی فضول مٹی میں خرچ نہیں ہوتی۔ اِس لئے دیتے وقت میں نے تامّل کیا تھا۔ کہ میری کمائی حلال کی ہے۔ یہ کس طرح فضول مٹی میں خرچ ہوگی۔ خواہ وہ مسجد میں ہی کیوں نہ لگائی جائے۔ اور واپس لیتے وقت میں اس واسطے خوش ہُوا۔ کہ درحقیقت یہ حلال کی کمائی ہے۔ کہ اِس مہم میں صرف نہ ہوئی ✚ قطعہ

نخشبی خانہ بر زمین چہ کنی — نقدِ خود کس بخاک راہ ندہد

(اے نخشبی تو زمین پر گھر کیوں بناتا ہے — کیا کوئی اپنی نقدی رستے کی خاک میں برباد کرتا ہے)

آنکہ پیرائی جہاں بدست — خشت بر خشت ہیچگہ ننہد

(جس کو جہان کی خوبصورتی مُیسّر ہے — وہ کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھتا)

سلک ۱۱۷۔ صادق طالب فرماتے ہیں۔ کہ طالب کو چاہئے۔ کہ مطلوب کو بغیر واسطہ دوست رکھے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے۔ تو تعریف کرنے والے سے کم نہ ہو۔ ایک شاعر کہتا ہے: "قِیْلَ لِلشَّاعِرِ لِمَ تَمْدَحُ مُسَیْلَمَ بِنْ وَہْنٍ بَعْدَ عَزْلِہٖ عَنِ الْوِلَایَۃِ قَالَ اِنَّ عَمَلَہٗ وَکَرَمَہٗ اَکْرَمُ مِنْ وِلَایَتِہٖ وَاَنَا اَمْدَحُ کَرَمَہٗ مَعَہٗ وُلِّیَ اَمْ عُزِلَ" (کسی شاعر کو کہا گیا کہ تم نے مسیلم بن کی تعریف اُسکے معزول ہونیکے بعد کیوں کی۔ اُس نے کہا کہ میں نے اسکے نیک عمل اور کرم کے لحاظ سے اُسکی تعریف کی ہے جو اسکے والی ہونے سے زیادہ معتبر ہے اور وہ عمل ہر وقت اُسکے ساتھ ہے خواہ والی ولایت ہو (مراد خواہ معزول ہو ✚)

اے عزیز! اگر تو کسی وقت کوئی عمل کرے۔ تو فوراً اُس کے اجر کی طمع نہ کر۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ عمل کی برکت سے آپکو علم غیب کی اطلاع نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو نیک عمل میں کرتا تھا۔ اُس کے اجر کی طمع نہیں رکھتا تھا۔ اِس واسطے اللہ تعالےٰ نے مجھے اس قدر عنایت کیا کہ جس کا حساب ہی نہیں ہو سکتا۔ اے بھائی یہ ایسی راہ ہے۔ کہ اگر

اس راہ میں کوئی عمل نہ کرے تو اس سے بہتر ہے۔ کہ عمل کر کے مزدوری کی طمع کرے اور عمل سے مزدوری کی امید رکھنا خود خواہ آدمیوں کا کام ہے۔ اور لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ بعض تو اپنی اور لوگوں دونو کی خیر خواہی چاہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ نہ اپنی اور نہ دوسروں کی نیکی چاہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ اپنی نیکی چاہتے ہیں اور دوسروں کی نہیں چاہتے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ دوسروں کی نیکی چاہتے ہیں۔ اور اپنی نہیں۔ اور یہی لوگ اچھے ہیں +

سُنو! سُنو!! ایک صاحب ذکر کرتے ہیں۔ کہ بتوک کی لڑائی میں بہت سے ہمراہی پیاس کے مارے بے تاب ہو کر گر پڑے۔ انہیں میں میرے چچا کا بیٹا بھی تھا۔ جب میں کوزہ بھر کر اُن کی تلاش کرتے کرتے اُن کے پاس پہنچا۔ تو پہلے اپنے چچا کے بیٹے کو کہا۔ کہ تو پانی پیئیگا۔ اُس نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ جب دوسرے کے پاس گیا۔ تو اُس نے تیسرے کی طرف اشارہ کیا۔ جب میں تیسرے کے پاس پہنچا۔ تو اُسے مردہ پایا۔ پھر لوٹکر جب دوسرے کے پاس آیا۔ تو وہ بھی فوت ہو چکا تھا۔ جب پہلے کے پاس پہنچا۔ تو وہ بھی انتقال کر گیا + قطعہ

نخشبی نیک خواہِ مردم باش   مثلِ ایں کار در جہاں کار یست

(اے نخشبی تو لوگوں کا خیر خواہ ہو   ایسا کام ہی جہان میں کام کی چیز ہے)

مردمان جملہ نیک خواہِ خود اند   نیک خواہی مردمان کار یست

(تمام لوگ اپنی خیر خواہی چاہتے ہیں   دوسروں کی نیکی چاہنا کام ہے)

سلک ۱۱۵۔ اہلِ معرفت کہتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں سے تعجب آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تو اُن کو ایسی چیز عطا کی ہو۔ جو بہشت سے ہزار گنا بڑھکر ہے یعنے معرفت۔ اور وہ باوجود ایسی نعمت کے دُنیا میں مشغول ہیں۔ ہُشیار مرد وہ ہے۔ جو اپنے تئیں نہ دُنیا میں مشغول رکھے۔ نہ عاقبت میں۔ بلکہ مولا کی طرف لگائے رکھے۔

اور ہرگز دُنیا کا ذکر نہ کرے - اگرچہ بُرائی سے اُس کا ذکر کرنا پڑے - (یعنی اگر دُنیا کی بُرائیاں بیان کرنی پڑیں تو بھی نہ کرے) - شاید آپ نے سُنا ہوگا - کہ ایک دفعہ کسی شخص نے کسی تارک الدُنیا کے روبرو دُنیا کی بہت مذمت کی - تارک الدُنیا نے کہا - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ تو دُنیا کو چاہتا ہے - اُس نے کہا جس حالت میں مَیں اُس کی بُرائیاں بیان کرتا ہوں - مَیں اسے کس طرح دوست رکھ سکتا ہوں - تارک نے کہا - چیز کے نقص بیان کرنے والا اُس کا خریدار ہی ہوتا ہے - اگر تو دُنیا کو دوست نہ رکھتا - تو اُس کے اتنے عیب بھی بیان نہ کرتا - اس قسم کے کاموں سے کنارہ کشی کرنا اُن سالکوں کا کام ہے - جو عالم ہیں - اور علم کا اسی قدر ثواب ملتا ہے - جس قدر اُس پر عمل کیا جائے +

سُنو! سُنو!! امام محمّد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہمسایہ تھا تو دولتمند لیکن بخیل تھا - ایک دن اُس نے آپ کے پاس آکر عرض کی - کہ مجھے ایسی تجویز بتائیں جس سے مجھ پر زکوٰۃ کا دینا جائز نہ رہے - ہرچند امامؒ نے کوشش کی - کہ اسے کوئی حیلہ نہ بتایا جائے آخر مجبور ہوکر اُسے ایک حیلہ بتایا - جس سے وہ مارے خوشی کے سر دُھنتا ہوا گھر پُہنچا - گھر میں مینڈھا بندھا ہوا تھا - مینڈھے نے یہ خیال کرکے کہ شاید مجھے ٹکّر مارنے کا اشارہ کرتا ہے - اُس نے اُس پر حملہ کیا - اور ایک ایسی ٹکّر لگائی - کہ اُس شخص کا دماغ کان کی راہ بہ گیا - جب یہ خبر امام محمّدؒ نے سُنی - تو فرمایا - کہ بیشک جو ایسی زکوٰۃ دے وہ اسی ثواب کا مستحق ہوتا ہے + قطعہ

نختشی جان زکس دریغ مدار ہاں زحکمش تو سر نتابی باز
(اے نختشی تو کسی کے لئے جان تک دینے میں دریغ نہ کر خبردار تو اُس کے حکم سے سر نہ پھیرنا)

خوب رسمیست درجہان چرا ہرچہ بدہی ہماں بیابی باز
(جہان میں یہ کیا ہی عمدہ رسم ہے - کہ جو کچھ تو دیگا - وہی تجھے واپس ملیگا)

سِلک ۱۱۹ - باطن کے تونگر کہتے ہیں - کہ جس قدر انسان رزق سے تعلق رکھتا ہے اگر خدا سے رکھے - تو وہ کبھی بھوکا نہ رہے - اور نہ ہووے - ابراہیم ادہم رحمۃ نے جب اپنے فقر کے دبدبے کو جہان کی چاروں طرفوں سے سُننا شروع کیا - تو بارہا یہ فرماتے - کہ ہم فقر کی تلاش میں باہر نکلے ہیں - اور دولتمندی خود ہمارے سامنے آتی ہے - اور اگر اس کو چند روز کوئی باطن تونگر درویش نظر نہ آتا - تو کہتا - کہ ہم بارہا دولتمندی کو چاہتے ہیں - لیکن درویشی پیش آتی ہے - ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے مسجد حرام میں ایک جوان کو دیکھا - جو بہت بُری حالت میں پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے - لیکن یادِ الٰہی میں مستغرق - میرے پاس سَو درم کی ایک تھیلی موجود تھی - میں اُس کے پاس لے گیا - لیکن اُس نے ذرا بھی توجہ نہ کی - جب مَیں نے بہت مِنّت وزاری کی کہ آپ ضرور لیں - تو اُس نے کہا - "اے شیخ یہ حالات ہیں - میں اِن کو آخرت دیکر نہیں خریدتا - چہ جائے کہ دُنیا کے بدلے خریدوں" البتہ جس شخص کی نظر باقی رہنے والے خزانوں پر ہے - وہ کیونکر فنا ہونے والی نقدی کی طرف توجہ کریگا - اور جس کو حقیقی بادشاہ کا قُرب حاصل ہوگیا - وہ کب مجازی مراد کی رغبت کریگا +

اے عزیز! وہ امیر جو فقیروں کے دروازوں پر آئیں - وہ اُن کی نیک بختی ہے - اور جو فقیر امیروں کے دروازوں پر آئیں - وہ اُن کی بدبختی ہے - بعض درویش بادشاہوں سے ایسی ہی نفرت کرتے ہیں جیسی کہ بعض بادشاہ فقیروں سے +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ کوئی بادشاہ کسی فقیر کی زیارت کے لئے گیا - اور چند دینار ہمراہ لیتا گیا - جب فقیر کے آگے بطور نذرانہ رکھے - تو اُس نے قبول نہ کئے - بادشاہ نے کہا - اگر آپ دینار نہیں لیتے تو مجھ سے کچھ اور ہی مانگ لیجئے - درویش نے کہا - میری حاجت فقط یہی ہے - کہ تو پھر مجھے تکلیف نہ دے -

قطعہ۔ تخشبی فقر گنج بر گنج است　　اہلِ نعمت ہمیشہ در رنج است

(اے تخشبی فقر خزانہ ہی خزانہ ہے۔　　اہلِ نعمت ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں

پائے درویش بر درے نرود　　فقر را پائے بر سرِ گنج است

(درویش کا پاؤں کسی دروازے پر نہیں جاتا　　فقر کا پاؤں خزانے کے سر پر ہے)

سلک ۱۲۰۔ اے طریقت کے طور کے موسیٰ اللہ تعالےٰ کے اس قول "فَقُولَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا" (پس کہا ان دونو نے اُسے نرم قول) کی طرف نظر کر۔ اور دیکھ کہ اکرم الاکرمین نے کیا کیا ہے۔ کہ اپنے پیغمبروں کو ایسے شخص کے دروازے پر بھیجا ہے۔ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور اُن کو وصیت کی۔ کہ اُس کے ساتھ نرمی سے بات کریں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ دراصل میری تیری تعلیم کے لئے ہے۔ کہ اگر تجھے کسی زبردست سے کوئی بات پسند نہ آئے۔ تو اُسے سزا نہ دینا۔ بلکہ اُس عیب پر اُسے تنبیہ اِس طرح کرنا۔ کہ دیکھ تیرے نیک عادات کو دیکھ کر خلقت تیری کیسی تعریف کر رہی ہے۔ بلکہ اِس بارے میں مَیں یہ حکایت یاد رکھنا + حکایت۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مَیں مُتوکّل کے دستر خوان پر جو خلیفہ مُتوکّل تھے۔ حاضر تھا۔ وہ پیالہ جو خلیفہ کے روبرو تھا اُس میں ایک مکھّی تھی۔ جب اُسے نکالا تو ایک اَور پائی گئی۔ اِسی طرح ہر مرتبہ کرتے اور خلیفہ کھائے جاتا تھا۔ جب باورچی نے دستر خوان اُٹھانا چاہا۔ تو خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ صبح کو بھی ہمارے لئے یہی کھانا پکانا۔ لیکن جتنی مکھّیاں اب ڈالی ہیں۔ اس سے کم ڈالنا۔ اِس قسم کے معاملے کی امید سوائے صاحب مکارمِ اخلاق کے اَور کسی سے نہیں ہو سکتی +

سُنو! سُنو!! جب عبد العزیز کے بیٹے عمرؒ کو زہر دیا گیا۔ تو وہ غلام جس نے یہ حرکت کی تھی۔ اُس کو بُلا کر کہا "کیا تو نے یہ کام کیا ہے؟" اُس نے کہا "ہاں۔

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی
محلہ نواباں بہاولپور

مجھے فلاں وزیر نے طمع دی- اُس مردم خوردیو کے بہکانے سے مجھ سے یہ کبیرہ گناہ ہؤا- عمرؓ نے فرمایا- یہ زہر میرے بہت مُفید مطلب ہؤا ہے- میں اب جینے کے لائق نہ تھا- اور چونکہ یہ بات سب کو معلوم ہو گئی ہے- اِس لئے تو کہیں نکل جا- ایسا نہ ہو کہ میرے سبب سے تجھے قتل کریں + قطعہ

نخشبی خوش خوے کجا یابند | طیب صندل بہر خسے ندہند
(اے نخشبی خوش خو کہاں پائے جاتے ہیں | صندل کی خوشبو ہر گھاس کو نہیں ملتی)
خُلقِ نیکو سعادتِ ابدیست | ایں سعادت بہر کسے ندہند
(نیک عادت ہمیشہ کی نیک بختی ہے | یہ نیک بختی ہر شخص کو نہیں ملتی-)

سِلک ۱۲۱- یہ کہا گیا ہے- کہ خدمت کا ادب بجالانے سے بہتر ہے- ایک بزرگ کا قول ہے- کہ بیس ۲۰ سال سے مَیں نے کبھی اپنے پاؤں خلوت میں بہ سبب بجا آوری ادب الٰہی ظاہر نہیں کئے- البتہ اگر عمل کم ہونگے- اور ادب زیادہ ہوگا- تو اُس کا گذارہ ہو جائیگا- لیکن جس کے عمل زیادہ ہیں- اور ادب کم ہوگا- تو اُس کا گذارہ نہیں ہو سکیگا- ایک شخص کو لوگوں نے پوچھا- کہ وہ شخص جس میں ادب نہیں کس چیز کی مانند ہے- اُس نے کہا وہ شخص ایسے گھر کی مانند ہے- جو آراستہ ہو- لیکن اُس کے اندر کوئی شخص نہ ہو- ایک اَور شخص سے پوچھا گیا- کہ جس شخص میں ادب نہیں وہ کس کی مانند ہے- اُس نے کہا وہ ایسے برتن کی مانند ہے- جس میں ترش سرکہ ہو- اَے بھائی ادب اور تواضع سب سے بھلی معلوم ہوتی ہے- لیکن بزرگوں سے بہت ہی خوب معلوم ہوتی ہے- شیخ الشیوخ العالم قدس سرہٗ فرماتے ہیں- کہ مَیں اپنے شیخ کے ہمراہ شام کا سفر کر رہا تھا- کہ بعض دنیادار قیدیوں کے سروں پر کھانا لوا لائے- اور وہ مُدت سفر میں اُن کے ہمراہ حکماً قیدی رہے

اور قیدی آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے خادم کو حکم دیا۔ کہ ان قیدیوں کو بلاؤ۔ اُن کو بُلا کر فقیروں کے ہمراہ دستر خوان پر بٹھا دیا۔ اور آپ بھی انہی کی طرح اُن کے ہمراہ بیٹھ گئے۔ اور سب نے مِلکر کھانا کھایا۔ اور یہ سب کچھ صرف تواضع کی وجہ سے تھا۔

اَے عزیز! بزرگ ہمیشہ خلق اور ادب اور تواضع کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جس نے جب کبھی ملحوظ نہیں رکھا۔ اُس نے وہی سُنا جو سکندر نے ایک پادری سے سُنا +

سُنو! سُنو! ایک دفعہ سکندر نے ایک شہر فتح کرنے کے بعد پوچھا۔ کہ یہاں کوئی عابد بھی ہے۔ لوگوں نے بتا دیا۔ جب سکندر وہاں پُہنچا۔ تو اُسے سویا ہُوا پایا۔ اور اپنے پاؤں سے اُسے جگایا۔ جب وہ جاگا۔ تو اُس نے ایک بزرگ کو اپنے پاس کھڑا ہُوا دیکھ کر پوچھا۔ تو کون ہے؟ سکندر نے کہا۔ مَیں وہ شخص ہوں جس نے یہ شہر فتح کیا۔ عابد نے کہا۔ بادشاہوں کی نسبت یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ وہ شہر کو فتح کریں۔ لیکن یہ عجب کام ہے۔ کہ سوئے ہوئے درویش کو پاؤں سے جگائیں + قطعہ

تخشبی شاہ باعقیدہ نکو + ملِک بے رفق ترکتازی داں

(اے تخشبی بادشاہ کا باعقیدہ ہونا ہی بہتر ہے + بے ملائمت بادشاہ قزاق کی طرح ہے)

سلک ۱۲۲ حاتم کی شنوائی والے مستمع کہ ان کے کان نا سُننے کے لائق باتوں کے سُننے سے بہرے ہیں۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص سُننے کے لائق ہے۔ تو وہ یہ بات ہے جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو۔ خواجہ علی سیاح فرمایا کرتے کہ میری اس کے سوا اور کوئی تمنا نہیں۔ کہ یا تو میں اللہ تعالیٰ کی بابت ذکر کروں اور کوئی سُنے یا کوئی اللہ کی بابت ذکر کرے اور مَیں سُنوں۔ اَے عزیز! اگر کوئی شخص تیرے حق میں بُرا کہے۔ تو اُس کی حرارت تیرے دل سے نکلنے کے لئے کئی سال چاہئیں۔ اور جس حالت میں جھوٹی

بات کا اِس قدر اثر ہوتا ہے۔ تو مناسب یہی ہے کہ سچی بات کا اس سے بھی بڑھکر اثر ہو۔ سچ بات سوائے بزرگان دین کے اور کسی سے نہیں سُن سکتے۔ اے درویش! تو کوشش کرکے اپنے تئیں بزرگانِ دین کی پناہ میں لا +

خواجہ جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ جو طریقت کے چہرے کا جمال تھے۔ کئی سال تک خون جگر کھانیکے بعد ایک قبر کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ کے مقابل پائی اور اس کے بعد وصیّت کی۔ کہ جب میری قبر بنائیں۔ تو اُس پر یہ لکھ دیں " کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید" یعنے وہ کُتّا جو کسی صاحب سعادت کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ وہ بہتر ہے۔ کیونکہ نیک صحبت انہیں کے وسیلے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مالک دینار کو ایک دہریہ سے دینی معارضہ پیش آیا۔ دونو میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا۔ کہ مَیں حق پر ہوں۔ دونو اِس بات پر متفق ہوگئے کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑکر آگ میں سے گذریں۔ جو نہ جلے وہ حق پر ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن دونو کو ضرر نہ پہنچا۔ مالک سوچ میں پڑا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ جب وہ جھوٹا تھا۔ تو کیوں نہ جل گیا۔ غیب سے اُسے اِلہام ہُوا۔ کہ وہ تیری صحبت کی برکت سے بچ گیا ہے۔ اے مالک! جبکہ وہ تیرے ہمراہ آگ میں جائے۔ تو آگ کو اتنی جرأت کہاں ہے۔ کہ گرم ہو سکے +

اے عزیز! قیامت کے دن جب جہان کے سارے گنہگار کسی صاحب اقبال کا دامن پکڑے ہوئے دوزخ میں جائینگے۔ تو اُن پر دوزخ ایسا سرد ہو جائیگا۔ کہ بہشت کو دوزخ سے غیرت آئیگی۔ ذوالنّون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کس شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا اُس شخص کی صُحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ کہ جس میں مَیں تُو باقی نہ رہی ہو +

اے عزیز! اگرچہ نیک صُحبت بہت اچھی ہے۔ لیکن مردِ خدا جب کمال درجے

پر پُہنچ جاتا ہے۔ تو نہ وہ کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ اور نہ کسی کو اپنی صحبت میں آنے دیتا ہے۔ اہل تحقیق کا قول ہے۔ کہ سالک کے لئے تنہائی خضر کی صحبت سے بڑھکر ہے +

سُنو! سُنو!! ابو وراق مُدّت تک خضرؑ کی صُحبت کے آرزومند رہے۔ ہر روز اسی نیّت سے قبرستان میں جاتے۔ اور قبرستان آتے جاتے قرآن شریف پڑھتے۔ ایک روز خضر علیہ السّلام کی آپ سے ملاقات ہوئی اور اکٹھے باتیں کرتے ہوئے قبرستان میں پُہنچے۔ جب واپس آئے۔ تو خضر علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ تو نے مدت تک میری صحبت کی آرزو کی۔ آج تمہیں میری صحبت نصیب ہوئی۔ اور قرآن کے پڑھنے سے باز رہا +

اے عزیز! جہاں پر خضر علیہ السّلام کی صحبت کا یہ اثر ہے۔ وہاں دوسروں کی صُحبت کا کیا کچُھ اثر ہوتا ہوگا + قطعہ

نخشبی راہِ دیں عجب راہیست ۔۔۔ نشود جز بپائے خود کوتاہ

(اے نخشبی دین کی راہ بڑی عجب راہ ہے ۔۔۔ جو سوائے اپنے پاؤں کے کبھی طے نہیں ہو سکتی)

گرچہ در راہ ہمرہاں باید ۔۔۔ مرد ایں راہ بری است از ہمراہ

(اگرچہ راستے میں کوئی راستے کا ساتھی ہونا چاہیئے ۔۔۔ لیکن اِس راہ کے مرد ہمراہی سے بری ہیں)

سلک ۱۲۳۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔ کہ ایسی چیز کی طلب میں کیا عمر صرف کرنی چاہیئے۔ جس کو اسی جہان میں چھوڑ جانا ہے۔ بلکہ ایسی چیز کی طلب میں عمر صرف کرنی چاہیئے۔ جس کو اُس جہان میں بھی ساتھ لے جا سکیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں سے گذر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سب جھوٹے لوگ سوئے پڑے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کیوں ؟

آپ نے فرمایا۔ اِس سبب سے کہ وہ زندگی میں کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارے پاس مال ہے اور ہمارا بال بچہ ہے اگر وہ درحقیقت اُن کی ملکیّت ہوتی۔ تو ان میں سے کوئی ایک ہی اپنے ساتھ لاتے۔ سکندر نے مرتے وقت حکم دیا۔ کہ جب میں مرجاؤں تو میرے دونو ہاتھ تابوت سے باہر نکال دینا۔ لوگوں نے پوچھا اِس میں کیا حکمت ہے۔ اُس نے کہا۔ یہ کہ اہل جہان کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں جاتے وقت خالی ہاتھ جاتا ہوں +

اے عزیز! تو اِس بات کی کوشش کر کہ اِس جہان سے کچھ حصّہ تو اُس جہان میں لے جا سکے۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے کسی درویش کو کہا۔ کہ مجھے کچھ نصیحت کر۔ درویش نے کہا۔ کیا تُو اپنے مال کو دوست رکھتا ہے یا اپنے دشمن کو بادشاہ نے کہا اپنے مال کو۔ درویش نے کہا۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ تو اپنے مال کو تو اِس جہان میں چھوڑتا ہے۔ اور اپنے دشمن کو ہمراہ لیجاتا ہے۔ انصاف تو یہ ہے۔ کہ تو دشمنوں کو یہاں چھوڑ جائے۔ اور مال کو ہمراہ لیجائے۔ جیسا کہ اُس وزیر نے کیا تھا +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ ایک وزیر کو جو بہت سخی تھا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا۔ کہ تو مال کیوں ضائع کرتا ہے۔ اگر تو مال کو دوست نہیں رکھتا تو مجھے ہی دیدے۔ تاکہ میں اپنا ہی جاہ و جلال بناؤں۔ وزیر نے کہا۔ تم اپنے مال کو دوست نہیں رکھتے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے مال کو ہمراہ لے جاؤں + قطعہ

تخشبی مال خود بخود مے بر	نیست چیزے ہر آنچہ گوشۂ تُست
(اے تخشبی تو اپنا مال اپنے ساتھ لے جا	وہ چیز جو تیرے کونے میں ہے وہ بے فائدہ ہے)
ہر چہ درویش را دہی امروز	در رہ ہے کوشش او کہ توشۂ تُست

(جو کچھ تو آج درویش کو دیگا۔ تو اسی بات کی کوشش کر کیونکہ یہی تیرا توشہ ہے

سلک ۱۲۴۔ راہِ طریقت کے وہ راہرو جنہوں نے ہر وقت اپنا پاؤں سیدھی راہ پر رکھا ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ یہ راہ (طریقت کی) ایسی ہے کہ اس میں سوائے اپنے تئیں ہلاک کرنے کے منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ علی محمدؒ جو کہ طریقت کے بازار کے عطار تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ایک درویش کو میں نے دیکھا۔ جو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ جونہی کہ میری نگاہ اُس پر پڑی۔ مجھے اُس پر رحم آیا۔ درویش نے بلند آواز سے کہا "تو تکلف نہ کر۔ تجھے اس معاملہ میں کیا دخل۔ یہ میں نے خود التجا کر کے لی ہے۔ کیونکہ بعد میں وہ خود (خدا) میرے ساتھ ایسا کرنا چاہتا تھا" اور پھر کہا "اے پروردگار اب مجھے تیری بزرگی اور عزت کی قسم کہ اگر تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے نہ کردیگا۔ اور مجھ پر طرح طرح کی کماحقہٗ طور پر مصیبتیں نازل نہ کریگا۔ تو میرا شوق اور محبت تیری نسبت زیادہ نہ ہوگا"

سُنو! سُنو!! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی آگ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا "اے خلیل اللہ کیا تجھے کسی بات کی ضرورت ہے" ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "ہے تو سہی لیکن تجھ سے نہیں بلکہ اُس کی (خدا) طرف۔ پس وہ کافی ہے۔ میرے سوال کے لئے۔ اور میری حالت کو میرے سوال کرنے سے پہلے ہی اچھی طرح جانتا ہے۔ اے جبرائیل! تو کون ہے جو خدا اور بندے کے درمیان اپنے تئیں وسیلہ ٹھیراتا ہے۔ جا مجھ سے دُور ہو جا۔ میری آگ دوزخ کی آگ اور نمرود کی آگ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ اُس بادشاہ نے کہ آگ اور پانی اُس کے حکم کے ماتحت ہے جو معاملہ ابراہیم علیہ السلام اور نمرود علیہ اللعنۃ کے درمیان گذرا بہت سی خلقت

کی رہنمائی کی۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ سب کچھ اس لئے تھا۔ تاکہ خلقِ خدا کو معلوم ہو جائے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ اُسے کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ اور یہ کہ اہلِ معرفت کو اللہ تعالیٰ کے ہمراہ آگ میں خوش زندگی۔ عمدہ حالت اور بہت سرور حاصل ہوتا ہے۔ بہ نسبت اِس کے کہ اہلِ جنّت کو نصیب ہوتی ہے ✣

سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز اگر بہشت والوں کو مشاہدہ الٰہی سے باز رکھا جائے۔ تو اہلِ بہشت سے ویسی ہی آہ وزاری سُننے میں آئے جیسی کہ اہلِ دوزخ سے ✣ **قطعہ**

نخشبی جان عزیز نہ یاران است گرچہ امروز خود عزیزے نیست
(اے نخشبی یہ پیاری جان یار کی ہے اگر آج وہ عزیز نہ رکھی جائے۔)
بے جمالِ عزیز ہمنفساں گرچہ خلدِ برین است چیزے نیست
(دوست کے جمال کے بغیر اگر اعلےٰ بہشت بھی ہاتھ آئے۔ تو بھی ہیچ ہے۔)

سِلک ۱۲۵۔ وہ گروہ جس نے دُنیا اور عاقبت دونو سے ہاتھ اُٹھالیا ہے۔ یوں فرماتا ہے۔ کہ خواجہ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عالم معرفت کے سلطان تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سُنا۔ جب وہ اِس آیت پر پہنچا۔ آیت "مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ" (تم میں سے بعض ایسے ہیں جو دُنیا کو چاہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں)۔ تو ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے رو دیا۔ اور فرمایا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی شکایت ہے۔ کہ فرماتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جو مجھ سے صرف دُنیا پر راضی ہو گئے۔ اور بعض ایسے ہیں جو مجھ سے مجھی پر راضی ہو گئے ✣ اے عزیز! کامل مرد وہ ہے۔ جو خدا سے خدا پر راضی ہوا۔ نہ وہ کسی

سے رنج اُٹھاتا ہے۔ اور نہ کسی کو رنج پہنچاتا ہے۔ اور جہان میں اس سے بڑھکر نیک کام اور کوئی نہیں۔ کہ کسی کے باطن میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔ اے بھائی! اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تجھے ہمیشہ دلجمعی حاصل ہو۔ تو کسی کے باطن کو پریشان نہ کر +

سُنو! سنو!! ایک دفعہ کسی شخص نے کچھ درم ایک درخت کی جڑ میں دبا دئے۔ اُس نے بہتیرا ڈھونڈا لیکن کچھ نہ پایا۔ اُس نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر سارا قصّہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس کے لئے کچھ تجویز کرونگا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اُس شہر کے حکیموں کے پاس گئے اور دریافت فرمایا۔ کہ فلاں درخت کی جڑ کس بیماری کو نفع دیتی ہے۔ حکیم نے کہا۔ فلاں بیماری کو بہت فائدہ دیتی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا۔ کہ اِن دنوں میں کوئی آپ کے پاس ایسا بیمار آیا ہے۔ جس کو اُس درخت کی جڑ استعمال کرنے کے لئے حُکم دیا ہو۔ حکیم نے کہا۔ ہاں۔ فلاں شخص کو مَیں نے کہا ہے۔ کہ فلاں درخت کی جڑ استعمال کر۔ یہ سُنکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اُس بیمار کے پاس جاکر پوچھا۔ کہ تیری کیا حالت ہے۔ اُس نے کہا مجھے بڑی سخت تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو بالکل صحت چاہتا ہے۔ تو درموں کے مالک کو تکلیف نہ دے۔ اور وہ درم جو تو درخت کے نیچے سے لایا ہے وہ واپس کردے۔ اُس نے واپس کرتے ہی صحت حاصل کی + قطعہ

تخشی چند ذکر رحمت خود ... خلق را خبر کہ زحمتے مرساں

(اے تخشی تو کب تک اپنی تکلیف کے بکھیڑوں میں رہیگا۔ خبردار تُو خلق کو تکلیف نہ پہنچانا۔)

اگر بخواہی کہ زحمتے برود ... ہیچکس را تو زحمتے مرساں

(اگر تو چاہتا ہے کہ تیری تکلیف دُور ہوجاوے۔ تو کسی شخص کو تکلیف نہ دے۔)

سلک ۱۲۶ - جاننا چاہئے کہ زہد کے تین حرف ہیں۔ زؔ سے مراد ترکِ زینت اور ہؔ سے حرص وہوا۔ اور دال سے مراد دُنیا کا ترک کرنا ہے۔ نیک بختی اس شخص کو حاصل ہے۔ کہ جس نے دُنیا کو جو ہر طرح سے نقصان دِہ ہے۔ تین طلاقیں دی ہیں +

محمد اسود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات فرشتہ غیب کی آواز سُنی۔ کہ عبد اللہ مبارک کو کہدے۔ کہ اب تیری عمر ایک سال سے زیادہ نہیں رہ گئی۔ جب میں نے یہ بات عبد اللہ کو کہی۔ تو اُس نے سُنکر رو دیا۔ اور کہا۔ کہ ابھی مجھے دُنیا میں سال بھر رکھیگا۔ ہاں جب مرد درجہ کمال کو پُہنچ جاتا ہے۔ تو وہ اپنے وجود کے درودیوار کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور روح کے پرند کو دُنیا کے پنجرے سے عالم علوی میں لیجانا چاہتا ہے۔ کیونکہ ساری عمر ریاضت کا دعوےٰ کرنا ہیچ ہے۔ اِسی واسطے خواجہ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا۔ کہ ریاضت کسے کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا وہ کہ جو لڑکوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ ناک صاف کرو +

اے عزیز! اگر کوئی شخص عاقبت کی خواہش رکھتا ہے۔ تو وہ دُنیا کیطرف مائل نہیں ہوتا۔ میری بات کو سرسری خیال نہ کرنا۔ کہ عقبےٰ کا خیال وہی شخص رکھ سکتا ہے۔ جو دُنیا کی طرف مائل نہ ہو۔ منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کو کہ جس کے سوا کسی کو یہ خیال نہ تھا۔ لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ کا سر کٹا ہؤا ہے اور ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ آپنے فرمایا۔ دوست ہی سرکٹوں کو جام دیتا ہے۔ پس اے درویش اگر تو چاہتا ہے۔ کہ اس سر کو حاصل کرے۔ تو جو بال تیرے سر پر ہیں۔ ان کو دُور کر اور اپنے سر کو خلق میں بے سر خیال کر۔ اور سر میں بال بھر بھی خود پسندی کو جگہ نہ دے۔ اور اس معاملہ میں ایسا ہو جا۔ جیسا کہ وہ عارفوں کا سر (منصور رح) ہو گذرا ہے +

سُنو! سنو!! سلطان العارفین طیفور یعنے ابو یزید بسطامیؒ جو کہ بحر معرفت تھے ایک روز قبرستان سے گھر کی طرف آرہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شہر بسطام کے لڑکوں میں سے ایک جس کے نام اِس مقام کی بزرگ زادگی منسوب (امیر زادہ) تھی۔ گھر میں بیٹھا رباب بجا رہا ہے۔ جب رباب کی آوازہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سُنی۔ تو آپ نے لاحول پڑھا۔ اُس بزرگ زادے کو یہ بات ناگوار گذری۔ اُس نے اُٹھکر رباب کا پیالہ خواجہ صاحب کے سر پر دے مارا۔ جس سے رباب کا کاسہ بھی اور خواجہ صاحب کا سر دونو پھوٹ گئے۔ جب صبح ہوئی۔ تو خواجہ علیہ الرحمۃ نے خادم سے پوچھا۔ کہ رباب کتنے کو بکتا ہے۔ اُس نے کہا۔ اتنے درم کو۔ آپ نے فرمایا۔ جا۔ اتنے درم لیکر فلاں محلے فلاں بزرگ زادے کے پاس جاکر میری طرف سے معافی مانگنا۔ کہ کل میرے سر کے سبب تیرے رباب کا پیالہ پھوٹ گیا ہے۔ یہ اُس کی قیمت ہے۔ اِن درموں سے اَور رباب خرید لو۔ اور راضی ہوجا*

قطعہ۔ نخشبی خلق خوش کجا یا بند | چند باشی چنیں سر افگندہ
(اے نخشبی خوش خلقی کہاں پائی جاتی ہے | تو کب تک اسطرح فکر مند سر جھکائے رہیگا)
تا توانی تو خوئے خوب گزیں | خُلقِ خوش خلق را کند بندہ
(جہانتک تجھ سے ہوسکے نیک خصلت اختیار کر | خوش خلقی خلقت کو مطیع بنا دیتی ہے)

سلک ۱۲۷۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اگرچہ درویش کہتے ہیں۔ کہ درویشوں کی بھلائی اسی میں ہے۔ کہ دین کے لئے دُنیا کو ترک کردیں۔ لیکن فقر کی دُنیا کا بادشاہ فرماتا ہے "لَیْسَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَرَکَ الدُّنْیَا لِلْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃَ لِلدُّنْیَا وَلٰکِنْ خَیْرُکُمْ من اخذ من ھٰذہٖ ھٰذہٖ" (تم میں سے وہ شخص اچھا نہیں جو دُنیا کو آخرت کے لئے یا آخرت کو دُنیا کے لئے ترک کردے۔ بلکہ تم میں سے اچھا وہ شخص ہے جو دُنیا کے ذریعہ عاقبت حاصل کرے)*

اے زہد کے باغ کے نوخیز پودے زہد اس بات کا نام نہیں۔ کہ کچھ نہ کھایا جائے۔ بلکہ زہد اسے کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ کھایا جائے۔ وہ حلال ہو۔ ایک روز کسی درویش کو لوگوں نے لذیذ کھانا کھاتے ہوئے دیکھکر پوچھا۔ کہ کیا یہ طعام اہل زہد کے لائق ہے۔ درویش نے کہا۔ صاحبو! ہم دُنیا میں مہمان ہیں اور مہماں کو جو کچھ مِل جائے کھا لینا چاہیئے +

کہتے ہیں۔ کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو سر سے پاؤں تک نیکی ہی نیکی تھے۔ مرزوق کو کہا۔ کہ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ تو میٹھا اور روغنی کھانا نہیں کھاتا۔ اُس نے کہا۔ ہاں مَیں جان بوجھکر نہیں کھاتا۔ آپ نے پوچھا۔ کیوں؟ مرزوق نے کہا۔ اِس واسطے کہ مَیں اُس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے کبھی سرد پانی بھی پیا ہے؟ اُس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیا تو اُس کا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو پھر تو لذیذ کھانا کیوں نہیں کھاتا۔ جا وہ بھی کھا لے۔ اے درویش! اگر تو کبھی دولتمند کے دستر خوان پر جائے۔ تو لذیذ کھانوں سے پرہیز نہ کرنا۔ اور اگر کسی فقیر کی کُٹیا میں بطور مہمان وارد ہو۔ تو اُس کی بے نمک روٹی سے شرم نہ کرنا۔ اور اُس کو بے نوائی کے تازیانہ سے تکلیف نہ دینا +

سُنو! سُنو!! ایک مرتبہ کسی درویش نے ایک دولتمند کو مدعو کیا جب دولتمند نے اُس کی غریب جھونپڑی میں نگاہ کی۔ تو دوسرے روز اُس کے پاس کچھ نقدی بھیجدی۔ درویش نے اُس کو واپس کر دیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ اُس کی سزا اُس سے بری ہے۔ جو تجھے اپنی درویشی سے محرم بنائے + قطعہ

نخشبی سِرّ فقر پنہاں بہ نوشِ خود را بقہر نیش مکن

(اے نخشبی فقر کا بھید چھپا ہُوا ہی بہتر ہے تو اپنے شہد کو قہر سے ڈنگ نہ بنا لے۔)

گرچہ سر دادنی است خلقے را ‌ ‌ ‌ محرمِ سِترِ فقرِ خویش مکن

(خواہ تجھے خلقت کو سر دینا پڑے ‌ ‌ ‌ تو بھی تو اپنے فقر کے بھید کا محرم نہ بنا)

سلک ۱۲۸۔ فصاحت و بلاغت کے جنگل کے شیر فرماتے ہیں۔ کہ یہ قاعدے کی بات ہے کہ جب شکاری کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ تو بہت دور سے چھوڑتے ہیں۔ اور کتا شکار کے پیچھے بہت دور تک دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اِس کے برخلاف چیتے کو گھات میں بٹھائے رکھتے ہیں۔ اور چیتا صرف ایک مرتبہ شکار کے لئے کوشش کرتا ہے۔ دوبارہ نہیں کرتا۔ اور نہ ہی شکار کے پیچھے بہت دوڑتا ہے اِسی طرح آدمیوں کو بھی چاہئے۔ کہ کتے کی طرح رزق کے پیچھے نہ دوڑیں۔ اور اگر کوئی چیز سامنے سے مل جائے۔ تو چیتے کی طرح اُس پر قبضہ کرلے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ چیتا شکار میں سُستی کرے۔ تو کتے کو اُس کے روبرو لاکر سزا دیجاتی ہے۔ تاکہ چیتا کتے کو دیکھکر متنبہ ہو جائے۔ اِسی طرح لوگوں کو بھی چاہئے۔ کہ دوسروں کے حالات دیکھکر عبرت حاصل کریں۔ اے درویش! اصحاب کہف نے پہلے بلّی سے اور پھر کتے سے عبرت حاصل کی۔ اور تیری یہ حالت ہے۔ کہ تو آدمیوں کے حال سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتا۔ کیا یہ مناسب ہے؟ اگر تو دانا ہے۔ تو دوسرے کی درد کو دیکھکر دردمند بن۔ اور دوسرے کے حال سے عبرت حاصل کر۔

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک بھیڑیا اور ایک لومڑی کسی شیر کی ملازمت میں تھے۔ اور جو فضلہ شیر سے بچ رہتا وہ دونو اُس پر اپنی زندگی بسر کرتے ایک دفعہ شیر نے ایک شکار مارا۔ شیر نے بھیڑئے کو کہا۔ کہ اس کو ہم تینوں میں تقسیم کر۔ اُس نے تین برابر حصے کرکے ہر ایک کے سامنے رکھدئے۔ جب شیر نے یہ حال دیکھا تو ہنس پڑا۔ اور بھیڑئے کے سر کو پنجہ مار کر اُڑا دیا۔ پھر لومڑی کو کہا۔ کہ اِس شکار کو ہم دونو کے درمیان تقسیم کر۔ اُس نے سارا اُٹھاکر شیر کے سامنے رکھدیا۔ شیر نے

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی

پوچھا - کہ اس طرح کی تقسیم تجھے کس نے سکھائی - اُس نے کہا - مقتول بھیڑئیے نے ؛

قطعہ - بخشی اعتبار عبرت راست معتبر ہمچو تو جہان گیر د ؛

(اے بخشی اعتبار عبرت کا ہے - تیرے جیسا معتبر جہان سے عبرت حاصل کرتا ہے)

صاحب اعتبار اوست کہ او عبرت از حالِ دیگراں گیرد

(صاحب اعتبار وہ شخص ہے - جو دوسروں کے حال سے عبرت حاصل کرے)

سلوک ۱۲۹ - تجرید کے جنگل کے شیر فرماتے ہیں - کہ یہ قاعدے کی بات ہے - کہ کتا چلتے وقت اکثر دائیں بائیں دیکھتا ہے - لیکن شیر جب چلتا ہے - تو سیدھا سر جھکائے چلا جاتا ہے - امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جو دین کے جنگل کے شیر تھے - جب کبھی مسجد میں تشریف فرما ہوتے - تو سر جھکائے پیٹھ کبڑی کئے ہوئے آتے - ایک دفعہ کسی نے آپ سے پوچھا - کہ آپ کی پیٹھ پر کوئی بوجھ تو ہے نہیں - پھر آپ کیوں اتنے جھکے جھکے چلتے ہیں - آپ نے فرمایا - کہ اس سے بھی اور کوئی بھاری بوجھ ہے کہ جس کے اُٹھانے سے زمین و آسمان اور تمام پہاڑوں نے انکار کر دیا - اور کہدیا - کہ ہم میں اس کے اُٹھانے کی طاقت نہیں - اللہ تعالےٰ جل شانہ فرماتا ہے " اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ " (ہم نے آسمان اور زمین کے روبرو امانت پیش کی - پس اُنہوں نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا - لیکن اُسے انسان نے اُٹھالیا) - البتہ بیخبری راہ دین کے مخنثوں کی علامت ہے - نہ کہ مردانِ یقین کی ؛

ایک دفعہ عبداللہ مرزوق کو لوگوں نے مکّہ میں دیکھا - اور پوچھا - کہ کیا آپ سوار ہو کر آئے ہیں - یا پیدل - اُس نے کہا - کہ یہ بھاگے ہوئے نافرمان غلام کا حق نہیں - کہ اپنے آقا کے دروازے پر سوار ہو کر آئے - اگر ممکن ہوتا - تو البتہ میں سر کے بل آتا ؛

اے عزیز! اگر کوئی شخص اِس راہ میں قدم رکھنا چاہے۔ تو اِس طرح رکھے۔ جیسا کہ اُن جوانمردوں نے رکھا ہے۔ اور یہ قاعدہ تب تک مسلّم نہیں ہوتا جبتک کہ اُس کے دل کا گھر دُنیا کی محبّت اور اُس کے فائدوں سے بالکل خالی نہ ہو جائے۔ اے درویش! سلطان نے دُنیا کی دوستی سے بہشت کو کھویا اور تو اپنے دل کو جو دُنیا کی محبّت سے بھرا ہوا ہے۔ خالی نہ کرکے چاہتا ہے۔ کہ بہشت مِلجائے۔ یہ کب ہو سکتا ہے۔ آدم علیہ السّلام نے بہشت میں گناہ کیا اور دُنیا میں رویا۔ اور تُو دُنیا میں گناہ کرتا ہے۔ اِس لئے بہشت میں روئیگا۔ معلوم نہیں۔ تجھے کس عمل پر اتنا بھروسا ہے۔ کہ مغفرت الٰہی کی امید رکھتا ہے۔ نیک بختی کی علامت یہ ہے۔ کہ طاعت کرے اور ڈرتا رہے۔ اور بدبختی کی علامت یہ ہے۔ کہ گناہ کریں اور اِس بات کے امیدوار رہیں۔ کہ آخر کار بخشے جائینگے +

سُنو! سُنو!! بایزید قدس سرہ ہر مرتبہ جب سلام پھیرتے۔ تو دونو ہاتھ چہرے پر رکھ لیتے۔ لوگوں نے اِس کی وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں کہیں یہی نماز میرے مُنہ پر نہ دے ماریں۔ اے درویش! مردانِ دین نے ایسے کام کئے ہیں۔ اور ہر وقت اپنے تئیں اپنی نظروں اور لوگوں کی نظروں میں حقیر رکھا ہے + قطعہ

نخشبی غیر خلق چیزے نیست	حال معلوم از تمیز شود
(اے نخشبی خلق کے سوا اور کوئی چیز نہیں	انسان کا حال اس کی تمیز سے معلوم ہوتا ہے)
ہر کہ نزدیک خلق خوار زید	بنزدِ خالق ہموں عزیز شود
(جو شخص خلقت کی نظروں میں ذلیل زندگی بسر کرے	وہی خالق کے نزدیک عزیز ہوتا ہے۔)

سلک ۱۳۔ اہل حقیقت فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح انسان اقوال سے بندۂ خدا بنتا ہے اسی طرح اِسے فعلوں سے بھی بندہ بننا چاہئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ لوگ

یحیےٰ معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور عرض کی - کہ ہم کو کچھ نصیحت کیجئے - آپ نے فرمایا "کُوْنُوْا عَبِیْدًا بِاَفْعَالِکُمْ کَمَا کُنْتُمْ عَبِیْدًا بِاَقْوَالِکُمْ" (اپنے افعال کے ذریعہ ایسے ہی بندے بنو جیسے کہ تم اقوال سے بنتے ہو) البتہ تجھے ایسا ہونا چاہیئے - جیسا کہ تو دکھائی دیتا ہے - اور اپنے تئیں ایسا ظاہر نہ کرنا - جیسا کہ تو ہے - اور ایسا کرنا واقعی بہت بڑا کام ہے - ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوست کو فرمایا "کہ تو خلقت کو کیوں نصیحت نہیں کرتا" اُس نے کہا "مجھے یہ ڈر ہے - کہ کہیں ایسی بات نہ کہہ بیٹھوں - جو میں خود نہیں کرتا" آپ نے فرمایا "خدا تجھ پر رحم کرے - جو کچھ تو کہتا ہے - کر"

اے عزیز! وہ لوگ جن کے قول اور فعل میں مطابقت ہوتی ہے - بہت کم ہوتے ہیں - لیکن وہ لوگ جن کے قول اور فعل میں مخالفت ہوتی ہے - بہت ہوتے ہیں - اِس لحاظ سے لوگ چار قسم کے ہیں - اوّل وہ جو کہتے ہیں - کرتے ہیں - اور دوسرے کرتے ہیں - اور کہتے نہیں - تیسرے نہ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں - چوتھے کہتے ہیں - اور کرتے نہیں - اے بھائی! کہنے یا نہ کہنے سے کام نہیں چلتا - کام کرنا چاہیئے - اور اگر تو نیک کام نہیں کر سکتا - تو سب چھوڑ دے - رسول مقبول کے زمانے میں ایک شخص کا ایک لڑکا تھا جو نہایت بدکار تھا جب وہ مرگیا - تو باپ نے اُس کا جنازہ نہ کیا - اُس کو خواب میں پوچھا گیا - کہ تو نے اپنے بیٹے کا جنازہ کیوں نہ کیا؟ اُس نے کہا اِس واسطے کہ وہ بدکار تھا - پھر اُسے کہا گیا - کہ اُس پر اُس شخص نے نماز جنازہ ادا کی جو تجھ سے نیک ہے یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آسمان کے فرشتوں نے - اُس مرد نے پوچھا کیوں؟ اُسے کہا گیا کہ ایک روز شراب پینے میں مشغول تھا - کہ اُس نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے ہیں - پس وہ خوش ہُوا - اور خوشی مرگ اُسے لاحق ہوئی - اور اللہ تعالےٰ نے اُسے بخشدیا - اللہ تعالےٰ

تھوڑا قبول کرنیکے لئے مشہور ہے۔ اور بہت بخشنے سے متصف۔ اگر آج تیرا ایک سجدہ قبول ہوگیا ہے۔ تو کل اُس کا کئی گنا ثواب ملیگا +

سُنو! سُنو!! زبیدہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ تو پوچھا۔ کہ آپ سے کیسی گذری۔ آپنے فرمایا۔ کہ مجھے بخشدیا گیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کس طاعت کے بدلے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دفعہ مَیں ہاتھی پر سوار جارہی تھی۔ اور قرآن پڑھ رہی تھی۔ جب میں سجدے کی آیت پر پہنچی۔ تو چاہا۔ کہ اسی جگہ سجدہ کروں ہیبت الٰہی کے نقیبوں نے مجھے للکارا۔ کہ او بڑھیا تجھ جیسی کو یہ مناسب نہیں۔ کہ ایسی بارگاہ میں ہاتھی پر بیٹھکر سجدہ کرے۔ مَیں نیچے اُتری اور گرم ریت پر سجدہ کیا۔ جو نہ سجدہ سہو تھا۔ نہ سجدہ عبادت۔ وہ مجھ سے قبول کرلیا گیا۔ اور میری معافی کا سبب ہؤا۔ قطعہ

نخشبی عجز ساز پیشۂ خود + شاہ بازاں ہمہ بدیں پرند

(اے نخشبی تو عاجزی کو اپنا پیشہ بنا شاہ باز اسی سے اُڑتے ہیں۔)

زاں سوئے کائنات ہر ہمہ کس عجز و بیچارگی ہمہ خرند

(موجودات کے اس سرے پر سب لوگ عاجزی اور بے چارگی کے خریدار ہیں)

سلک ۱۳۱۔ سہیل بن عبداللہ نے کہا۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے دُنیا پیدا کی تو بھوک میں علم اور حکمت رکھی اور سیری میں جہالت اور گناہ۔ یعنی فطرت کے درخت کا رحمانی پھل بھوک ہے۔ اور سیری کا نتیجہ شیطانی ہے۔ علم و حکمت جیسی نیک بختی بھوک میں رکھی ہے۔ اور جہالت اور گناہ جیسی بدبختی سیری میں رکھی ہے۔ محمد ختلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے۔ کہ دُنیا ایک دن ہے جس میں ہم روزہ دار ہیں یعنی اس میں سے ہمارے نصیب کچھ بھی نہیں۔ صاحب نصیب اور کامل شخص وہ ہوتا ہے کہ جسے دُنیا سے کامل نصیب حاصل نہ ہو۔ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اوّل اوّل قباپوش

تھے۔ جب آپنے امیری چھوڑ فقیری اختیار کی۔ تو چار لاکھ دینار دجلہ میں پھینکدئے لوگوں نے جب پوچھا۔ کہ آپنے یہ کیا کیا؟ آپنے فرمایا۔ کہ پانی میں ہی اِن کا پھینکنا بہتر ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپنے کسی کو کیوں نہ دیدیئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ جو بات اپنے لئے جائز قرار نہ دیں وہ دوسروں کے لئے بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ انصاف سے بعید ہے۔ کہ اپنے دل سے پردہ دُور کرکے دوسرے مومن بھائی کے دِل پر ڈالدوں۔ اگر یہ دستور نیک ہوتا تو میں اُنہیں نہ پھینکتا۔ البتہ جس شخص کے پیچھے ملک الموت جیسا دشمن لگا ہو۔ اگر وہ اپنے تئیں دنیاوی شغلوں میں مشغول رکھے۔ تو وہ سب سے بڑھکر بیوقوف ہے +

تختِ حقیقت کے سلطان صلوات اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ملک الموت کے بغیر دُنیا آدھی دمڑی کے برابر بھی قیمت نہیں پاتی۔ لوگوں نے پوچھا۔ کس واسطے آپنے فرمایا۔ اِس لئے کہ وہ حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے۔ لیکن بندہ نخشبی کہتا ہے۔ کہ دُنیا ملک الموت کے ساتھ ایک دمڑی بھی قیمت نہیں پاتی۔ اگر اس کی وجہ پوچھیں۔ تو یہ ہے کہ چونکہ آخر کار مرجانا ہے۔ اور جو کچھ ہے اُسے چھوڑ جانا ہے۔ اگر ساری دُنیا کو پیسہ کے بدلے بیچیں۔ تو خریدنے والا بڑا احمق ہوگا۔ کہ اُس نے اپنی موت بھلادی ہے۔ اور یہی خیال کرتا ہے۔ کہ باقی سب مرجائینگے +

سُنو! سُنو!! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ شہر کے نزدیک ہی کسی بنئے کی دُوکان تھی وہ ہر وقت ایک لوٹا اپنے پاس رکھتا۔ جب کسی مُردے کو اُس دروازے سے باہر لیجاتے۔ وہ اُس کوزے میں ایک کنکر ڈالدیتا۔ اور ہر مہینے کے بعد وہ گنتا۔ اور کہتا۔ کہ اِس مہینے اتنے آدمی کوزے میں گئے ہیں۔ اتفاقاً ایک روز وہ بھی مرگیا۔ کچھ مدت کے بعد اُس کا ایک فقیر دوست وہاں آپہنچا۔ اُس بنئے کو نہ پاکر دریافت کیا۔ کہ اِس دوکان میں ایک بنیا بیٹھا کرتا تھا۔ جو کوزے میں کنکر ڈالا کرتا تھا۔ وہ کہاں گیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ وہ بھی مرکر کوزے میں چلا گیا ہے + قطعہ

تختشی مرگ دارو یست کزو   گر سلیمان است ہمچو مور شود

(اے تختشی موت ایک ایسی دوا ہے۔   جس سے خواہ سلیمان ہی ہو۔ تو بھی چیونٹی بنجاتا ہے)

ہیچکس را ز مرگ نیست خلاص   گورکن ہم شبے بگور شود

(کوئی شخص موت سے نہیں بچ سکتا   گورکن بھی ایک رات قبر میں ضرور جائیگا (یعنی مرجائیگا)

سلک ۱۳۲- تختِ ریاضت کے شہنشاہ جنہوں نے اپنے تئیں ہر وقت ریاضت کے شکنجے میں رکھا ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ ڈرنے والا بندہ وہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے نفس سے بہ نسبت شیطان کے زیادہ ڈرے۔ اِس واسطے کہ شیطان بندے سے جدا ہے۔ اور نفس اس کے اندر۔ اور از روئے عقل کے قریبی دشمن سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ بہ نسبت دُور کے دشمن کے۔ اسیواسطے جب بادشاہ کسی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے سب سے نزدیک والے کو مارتے ہیں۔ اے عزیز! اپنے نفس کے مکر و حیلہ کو بغیر عنایت الٰہی کی ڈھال کے دُور نہیں کر سکتے +

سُنو! سُنو! شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جبکہ میں نے اپنے نفس پر قہر کیا تھا۔ اور اُس کے سر اور پاؤں کو کوٹا۔ ایک غزا کی نشاط اس میں پائی گئی۔ میں نے کہا۔ اے نفس! تو نے تو کبھی ایسے کام کی خواہش نہیں کی تھی۔ اس میں ضرور تو کوئی مکر کھیلیگا۔ شاید تیرا مکر یہ ہے۔ کہ چونکہ میں تجھے دن بھر روزے سے رکھتا ہوں۔ اِس لئے تو چاہتا ہے۔ کہ شرعی حُکم سے روزہ کھائے۔ اور سفر کی اجازت کو اپنا دستور بنائے۔ نفس نے کہا۔ آج تو مجھے غزا میں لے چل۔ اور میں عہد کرتا ہوں کہ کچھ نہیں کھاؤنگا اور سفر و حضر کا یکساں حُکم بجالاؤنگا۔ میں نے کہا۔ کہ اقامت کی حالت میں چار سو رکعت ادا کرتا ہے۔ کیا تو سفر کی حالت میں بھی ادا کریگا۔ جب تو گوشے سے باہر نکلیگا۔ تو لوگوں سے ملے جُلیگا۔ اور اُن سے محبت کریگا۔ اور میری اتنی مدت کی ریاضت کو اکارت کریگا۔ اُس نے کہا۔ میں لوگوں سے میل جول اور محبت نہیں کرونگا۔ جب

میں نفس کے جوابوں سے لاجواب ہوگیا۔ تو میں نے کہا۔ اے پروردگار! نفس کی اس سے کیا غرض ہے۔ آپ کے نفس کو حکم ہؤا۔ کہ جو تیری غرض ہے۔ وہ اپنے مالک سے کہدے۔ نفس نے کہا۔ اے احمد! یہ جو کچھ تو نے گنا ہے۔ یہ میری غرض نہیں۔ بلکہ میری غرض یہ ہے۔ کہ چونکہ تو ہر روز مجھے نامرادی کے خنجر سے ہلاک کرتا ہے۔ اگر تو مجھے غزا میں لے جائے۔ تو ممکن ہے۔ کہ ایک ہی دفعہ میرا کام تمام ہو جائے۔ اور سب دردوں سے خلاصی پا جاؤں۔ اور درجہ شہادت بھی حاصل کرلوں + قطعہ

نخشبی شد خراب ہیچ نکرد ۔۔۔ خانۂ نفسِ خویش را نالہ

(نخشبی خراب ہوگیا۔ کیونکہ اُس نے ۔۔۔ اپنے نفس کے گھر کا رونا نہیں رویا)

دیگراں کز نفس نالہ کنند ۔۔۔ نفسِ او مے کند ازو نالہ

(دوسرے لوگ نفس کے ہاتھوں روتے ہیں ۔۔۔ اور اُس کا نفس اُس کے ہاتھوں روتا ہے)

سلک ۱۳۳۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ بالیقین اور قدوہ اربعین پوشیدہ آفتاب اور نفسِ رحمانی تھے۔ خواجہ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم بارہا یمن کی طرف رخ کرکے فرمایا کرتے "اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ النَّفَسِ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ" (بے شک مجھے یمن کی طرف سے نفس رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اویس قرنی کی شکل کے پیدا کریگا تاکہ خواجہ صاحب اِن کے درمیان ہو کر نمودار ہوں۔ جب پوچھا جائیگا۔ کہ یہ کیا؟ جواب آئیگا۔ کہ چونکہ دُنیا میں اس نے ہماری بالکل پوشیدہ طور پر پرستش کی ہے۔ اور وہاں ہمارے اُس کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب بھی مناسب ہے۔ کہ آج بھی ہمارے سوا اسے کوئی نہ پہچانے۔ کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن خواجہ علیہ السلام اپنے محل سے اس طرح نکلینگے۔ کہ گویا کسی کی تلاش کر رہے ہیں۔ بارگاہ الٰہی سے حکم ہوگا۔ کہ آپ کس کو تلاش کرتے ہیں۔ آپ عرض کرینگے۔ کہ اویس کو۔ پھر حکم ہوگا۔ کہ چونکہ آپ نے دُنیا

ہیں اُسے نہیں دیکھا۔ یہاں بھی نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر آپ عرض کرینگے کہ اے پروردگار! وہ کہاں ہے؟ حکم ہوگا۔ وہ صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس خاص مقام میں ہے۔ پھر آپ عرض کرینگے۔ کہ اے بار خدایا! وہ مجھے دیکھنا کیوں نہیں چاہتا۔ حکم ہوگا۔ اے محمدؐ! وہ ہماری خاطر تجھے نہیں دیکھتا۔ جس نے ہمیں دیکھ لیا۔ وہ تجھے کب دیکھیگا۔ تیرا دیدار ہمارے بغیر کس کام کا۔ اور ہمارا دیدار بغیر تیرے نقصان دِہ ہے +

نقل ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کی رحلت کا وقت نزدیک آن پہنچا۔ تو آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یا حضرت آپکے بعد آپ کا مرقع کس کو دیا جائے۔ آپنے فرمایا۔ اویس کو۔ کچھ مُدت کے بعد فاروق اور مرتضےٰ اُس کی تلاش میں نکلے۔ اُس کا پتا پوچھا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ ایک شتربان ہے۔ لوگوں کے اونٹ چرایا کرتا ہے۔ اور اونٹوں ہی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اور کبھی بستی کی طرف نہیں آتا۔ آخر بڑی تلاش کے بعد اُس کو ملے۔ اور مرقع اُسے دیکر کہا۔ کہ فرمان پیغمبری اسی طرح ہے۔ کہ اِس مرقع کو پہنتے وقت میری اُمّت کو نہ بھولنا۔ آپ مرقع لیکر ایک گوشے کی طرف چلے گئے۔ اور کہنے لگے۔ اے پروردگار! میں یہ مرقع اس وقت تک نہیں پہنونگا جب تک کہ تو ساری اُمّت محمّدی کو میرے بدلے نہ بخشے۔ حکم ہؤا۔ کہ بعض کو تیرے صدقے بخشا۔ آپنے عرض کی نہیں۔ میں سب کی بخشش چاہتا ہوں۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما آپکے پاس چلے گئے۔ کہ دیکھئے وہ کرتا کیا ہے۔ جب آپنے انہیں دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ افسوس آپنے بہت جلدی کی۔ اور مجھے حال سے بے حال کیا۔ نہیں تو میں اُس وقت تک مرقع نہ پہنتا۔ جبتک کہ ساری اُمّت محمدی نہ بخشوا لیتا۔ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ نے باطنی چشم سے یہ زندہ عظمت دیکھی۔ اور اس کے درجے کو معلوم کیا۔ تو فرمایا۔

کہ کون ہے۔ جو مجھ سے اس خلافت کو مُفت لیجائے۔ اِس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کہ اے اویس تو نے کیوں عرب میں آکر رسُول کی زیارت نہ کی۔ آپ نے پوچھا کیا آپ نے کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بیشک ہم تو ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ خواجہ اویس قرنی رہ نے فرمایا۔ کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا تھا کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا۔ ہاں بیشک ہم نے دیکھا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پھر کیوں اپنے دانت تم نے سلامت رہنے دیئے۔ رسُول کی موافقت سے خواجہ صاحب نے بھی دو دانت توڑ دئے تھے پس حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میرے لئے کچھ دُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اِسلام میں محبت نہیں رہی۔ اِس لئے ہر روز میں یہ پڑھتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور اس میں آپ بھی شامل ہیں۔ جب کچھ وقت گذر گیا۔ تو خواجہ صاحب نے معذرت چاہی۔ کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ آپ واپس چلے جاویں۔ قیامت نزدیک ہے۔ اور میں قیامت کا توشہ حاصل کرنے میں مشغول ہوں۔ کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کبھی رات کو نہ سوتے۔ کبھی فرماتے کہ یہ قیام کی رات ہے۔ اور کبھی یہ فرماتے۔ کہ آج رکوع کی رات ہے۔ اور کبھی یہ کہ آج رات سجدے کی ہے! ایک مرتبہ لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ آپ ساری رات ایک حالت میں کس طرح بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا سُنّت ہے۔ میں ایک بار بھی نہیں کہنے پاتا۔ کہ دن ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ آپ وقت کس طرح گذارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اِس طرح کہ جب دن نکلتا ہے تو یہ امید نہیں ہوتی۔ کہ رات تک زندہ رہونگا۔ اور جب رات پڑتی ہے۔ تو یہ امید نہیں ہوتی کہ دن تک زندہ رہونگا۔ اور یہ بھی آپ فرمایا کرتے۔ اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوَحْدَۃِ۔ (سلامتی تنہائی میں ہے) یہاں تنہائی سے مراد یہ ہے۔ کہ وحدت

میں فرد ہونا چاہئے - اور وحدت سے یہ مطلب ہے - کہ غیر کو دخل نہ ہو - اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہے - کہ مَیں نے سرفرازی کو طلب کیا - اور تواضع میں پایا - اور ریاست کو طلب کیا - اور اُسے نصیحت میں پایا - اور مروّت کو طلب کیا - تو اُسے فقر میں پایا - اور اللہ کو طلب کیا تو اُسے تقوےٰ میں پایا - اور شرف کو طلب کیا تو اُسے قناعت میں پایا - اور راحت کو طلب کیا تو اُسے زہد میں پایا +

کہتے ہیں - کہ جب آپنے دار فانی سے رحلت فرمائی - تو شہادت میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ سے موافقت کی - اور وہیں معاویہ کے آدمیوں کے ہاتھوں درجہ شہادت حاصل کیا - تنہا اور بے نظیر ہوکر زندگی بسر کی اور فرد ہوکر شہید ہوئے - یہ فضل الٰہی ہے - جس کو چاہے عطا کرے + قطعہ

نخشبی دولت است تنہائی ۔ تا چہ دولت کہ مرد تنہا برد

(اے نخشبی تنہائی دولت ہے - وہ کیسی اچھی دولت ہے جو مرد اکیلا لیجائے)

ہر کہ تنہا بزیست با حق زیست ۔ وآنکہ با حق زیست تنہا مُرد

(جسنے تنہائی میں زندگی بسر کی اس نے گویا خدا کے ساتھ زندگی بسر کی - اور جس نے خدا سے زندگی بسر کی وہ اکیلا مرگیا)

سلک ۱۳۴ - محبّت کی کُٹیا کے گوشہ نشین اور دوستی کے کعبے کی زیارت کرنیوالے یوں فرماتے ہیں - کہ معرفت کی ایک علامت محبّت ہے - اس واسطے کہ جس نے اُسے پہچانا - اُس نے اُسسے محبّت کی - اور جس نے اُس سے محبّت کی اُس نے اُس کے دروازے کو لازم پکڑا - اور یہ بھی کہا گیا ہے - کہ اللہ کی طرف دل کے رجوع ہونے کا نام محبّت ہے - ایک محبّ سے لوگوں نے پوچھا - کہ محب کون ہے - اُس نے کہا - اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز محبّت سے بڑھکر لطیف نہیں بنائی پس جس میں وہ پائی جاتی ہو - اُس کی صفت لفظوں میں کس طرح بیاں ہو سکتی ہے - عشق کے دردمندوں کا قول ہے - کہ محبت ایک بیماری ہے - جس میں ہر قسم

کی شفا موجود ہے ✤

اے عزیز! وہ درد کیا ہی عجیب ہے۔ جس میں ہر قسم کا دارو موجود ہو۔ خود محبت ہی علاج ہے۔ اِس درد والا اِس درد سے جوش و خروش نہیں کرتا۔ اور اپنے درد کی نقدی کو لاکھوں دواؤں کے بدلے بھی نہیں بیچتا۔ غیر کی طرف دیکھنے سے آنکھ کو اِس طرح بند کرے۔ کہ دِل کے اندھے یہی خیال کریں۔ کہ وہ اندھا ہے۔ کہتے ہیں۔ عمر بن عبد العزیز جب کبھی باہر نکلا کرتے۔ تو اپنی دونو آنکھیں ڈھانپ لیا کرتے۔ تاکہ کوئی مکروہ چیز نظر نہ آئے۔ جن دنوں شبلی رحمۃ اللہ علیہ محجوب ہوئے تو ایک لائق طبیب نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں آپکی آنکھ کا علاج کروں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ طریقت کی بینائی تھے اُسے بڑے زور سے کہا۔ کہ اے جھوٹے۔ مَیں نے سو چالبازیوں سے ایک دفعہ غیر کے دیکھنے سے آنکھ بند کی ہے۔ اور تو اِسے کھولنا چاہتا ہے۔ آئین محبت کے سرمچو سے تیری آنکھ اندھی کروں۔ تاکہ آئندہ تو بھی میری طرح کسی کو نہ دیکھ سکے۔ مگر اللہ تعالےٰ کو ✤

اے عزیز! خدا کی محبّت خدا کی اطاعت کی محبت ہے۔ نہیں تو ایسے خاکی کو اُس پاکیزہ سے کیا محبت ہو سکتی ہے۔ بندہ کیا کر سکتا ہے۔ جبکہ اپنے اللہ تعالےٰ کو دوست نہ رکھے۔ ہاں البتہ اِس بات کی کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ بندے کو دوست رکھے ✤

سُنو! سُنو! ایک دفعہ کوئی شخص مہتر یوسف علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔ کہ مَیں آپ سے محبّت کرتا ہوں۔ آپنے فرمایا۔ مَیں نہیں چاہتا۔ کہ خدا کے سوا کوئی اَور مجھ سے محبّت رکھے ✤ قطعہ

تخشبی دوستی حق را باش — کہ درو نیست جز ہمہ رحمت

(اے بخششی اللہ تعالیٰ کی دوستی اختیار کر کیونکہ اُس میں رحمت ہی رحمت ہے)

خلق را بیہودہ چہ داری دوست نیست زین دوستی مگر زحمت

(تو بیہودگی سے خلقت کو کیوں دوست دور کھتا ہے اِس دوستی سے سوائے تکلیف اور کچھ حاصل نہیں)

سلک ۱۳۵ - کہا گیا ہے - کہ دورِ فلک - طبعیتوں کی ترکیب اور قیاس - وہم اور روا جب میں یہ جائز نہیں - کہ کوئی شخص محجب ہو - اور اُسے محبوب کی راہ نہ ملے - اے عاشق! تو محبت لکڑی سے سیکھ - اگر اُس کے سر پر ارہ چلائیں - تو زکریا کی طرح سر تک نہیں کھجلاتی - اور اگر آگ میں پھینک دیں - تو ابراہیم علیہ السّلام کی طرح دم نہیں مارتی +

کہتے ہیں - کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں منبر لایا گیا اور آپ اس کے اوپر تشریف لیگئے - تو آنحضرت کے شوق کے سبب وہ ستون اتنا رویا کہ اُس کے رونے سے حاضرین رو پڑے - انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - کہ میں اُس مجلس میں حاضر تھا - جب تک پیغمبر خدا خطبہ پڑھتے رہے - وہ ستون رویا کیا - جب آنجناب نے نیچے اُتر کر ستون کو بغل میں لیا - تو پھر وہ رونے سے باز آیا +

سُنو! سُنو!! حبش کی خاک کو پکایا گیا - تو اُس سے درد کا ذرّہ نکلا - اور جب روم کی خاک کو پکایا - تو اُس سے عشق کا ذرّہ نکلا - اور جب ایران کی خاک کو پکایا - تو اُس سے شوق کا ذرّہ نکلا - پہلے ذرّہ سے بلالؓ کو دوسرے سے صہیب کو اور تیسرے سے سلیمان کو پیدا کیا - اور جہان میں ہر طرف یہ آواز دیدی - کہ بلالؓ حبش کا سردار ہے - اور صہیب روم کا اور سلیمان ایران کا - میں نہیں جانتا کہ فرعون کا سخرہ کس راہ سے آیا - تاکہ ہم بھی اُسی دروازے سے آئیں - اور ہلال اور بلال نے کیا کیا - تاکہ ہم بھی ویسا ہی کریں - لیکن حق تو یہ ہے - کہ جو کچھ اُنہوں نے کیا - وہ وہی کر سکتے تھے - یحییٰ علیہ السلام کی خلوت

اُس روز تھی۔ جبکہ آپ کا سر چیرا گیا۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی خلوت اُس روز تھی۔ جبکہ آپکو آگ میں ڈالا گیا۔ جب یحییٰؑ علیہ السلام کے سر پر آرہ چلایا گیا تو اُس وقت آپ سے کسی نے پوچھا۔ کہ تیری کیا خواہش ہے۔ آپنے فرمایا۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ میرا آدھا حصّہ شرق کی طرف اور آدھا مغرب کی طرف پھینکا جائے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ جس راہ میں ہم نے قدم رکھا ہے وہ ایسا خونخوار ہے۔ کہ اَور اس میں اپنے وجود کے ساتھ قدم نہیں رکھ سکتے+

قطعہ۔ نخشبی راکہ وجودِ خود کہ بود۔ اندوہِ دلبراں ہلاکش کرد۔

(نخشبی کے اپنے وجود کو دلبروں کے غم نے ہلاک کر دیا)

عشقِ در من نشانِ من بگذاشت بس وجود کہ وجد خاکش کرد

(عشق نے مجھ میں میرا نشان چھوڑ دیا بہت سے وجودوں کو وجد نے خاک کر دیا)

سِلک ۱۳۶۔ حاذق طبیب یعنے صادق فقرا کہ فقر فسق کی بیماری کا علاج وہی کر سکتے ہیں۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ عالم شخص دین کا طبیب ہوتا ہے۔ اور درہم علاج۔ جبکہ طبیب ہی درموں کے سمیٹنے میں مشغول ہو۔ تو وہ دوسروں کا علاج کس طرح کر سکتا ہے۔ اے بھائی! جب پہلے پہل دینار پر مُہر لگائی گئی۔ تو شیطان نے اُسے چوم کر سر آنکھوں پر رکھا۔ اور کہا "اے میرے بھائی دینار تیری دوستی کی وجہ سے کئی آدمی میرے دوست ہونگے"+

اے عزیز! جس طرح فقیر دینی امور میں علماء کو مقتدی جانتے ہیں اُسی طرح علماء ترک دُنیا میں فقیروں کو مقتدی جانتے ہیں۔ فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں۔ کہ جب علماء حلال مال کے جمع کرنے میں مشغول ہوں۔ تو عام لوگ مشتبہ مال کو جمع کرتے ہیں۔ اور جب علماء مشتبہ مال کو حاصل کریں۔ تو عام لوگ حرام مال اکٹھا کرتے ہیں۔ اور جب عالم حرام مال اکٹھا کریں۔ تو عام لوگ کافر

ہو جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا +

اے عزیز! درویش کو عالم اور عالم کو درویش ہونا چاہئے۔ وہ عالم جس میں فقر کی چاشنی نہیں۔ وہ ایک گدھے چوپائے کی طرح ہے۔ اور وہ درویش جس میں علم کی شیرینی نہیں ہے۔ وہ ایک جھنڈے کی طرح ہے۔ جو بیکار پڑا ہو +

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بزرجمہر نے جو دقائق کے آسمان کا ستارہ تھا ایک درویش کو جو بہت بڑا جاہل تھا۔ یوں کہنا شروع کیا۔ کہ یہ بیچارہ نہ تو اپنے فقر کے سبب اپنی دُنیا کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اور نہ اپنی جہالت کے سبب اپنی عاقبت ٹھیک کر سکتا ہے۔ یعنی اُس کی دُنیا خراب ہونیکا سبب اس کا فقر ہے۔ اور اُس کی عاقبت کی خرابی کا باعث اُس کی جہالت ہے +

سُنو! سنو!! کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو بھائی کہیں رہا کرتے تھے۔ ایک کے دل میں علم کا اور دوسرے کے دل میں زہد کا شوق پیدا ہؤا۔ وہ عالم اپنے بھائی کو بارہا کہا کرتا کہ پہلے علم حاصل کرلے۔ پھر اِس کام میں مشغول ہونا۔ کیونکہ زہد بغیر علم کے بُرا ہے۔ اُس نے یہ بات نہ مانی۔ اور یہانتک ہؤا۔ کہ امیرانہ ٹھاٹھ وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ پہاڑ کی چوٹی پر جا عبادت الٰہی میں مشغول ہوگیا۔ جب دوسرا بھائی پورا عالم ہوگیا۔ اور طرح طرح کے علوم سے واقفیّت حاصل کرلی۔ تو دل میں ارادہ کیا کہ چلو چلکر دوسرے بھائی کو دیکھیں۔ کہ اُس نے کہانتک ترقی کی ہے۔ جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اُس کا بھائی بڑی نزاہت سے نماز میں مشغول ہے۔ جب نماز سے فارغ ہؤا تو مصافحہ کرتے وقت اُسی عالم کو بدبو آئی۔ اُس نے پوچھا اے بھائی۔ ایسی جگہ میں یہ بو کہاں سے آرہی ہے۔ اُس نے کہا۔ چند روز کا ذکر ہے۔ کہ میرے

دماغ میں بڑی اعلےٰ درجہ کی خوشبو آنی شروع ہوئی - تو میں نے خیال کیا - کہ میں تو نفس پر قہر کرنے اور اسے ریاضت سکھانے میں مشغول ہوں - ایسی خوشبو کا میرے دماغ میں کیا کام ہے - اس لئے میں نے نجاست کے دو پلیتے ناک کے دونوں سوراخوں میں رکھ لئے - عالم نے کہا - اے بھائی میں نے تجھے پہلے ہی نہیں کہا تھا - کہ کچھ علم پڑھ لے - آدھ سیر نجاست ناک میں رکھکر نماز کب جائز ہو سکتی ہے + قطعہ

نخشبی فقر با علوم بجو
شہد بے منفعت ہمہ زہر است

(اے نخشبی فقر علم کے ساتھ ہی اچھا ہوتا ہے
بے فائدہ شہد زہر کی مانند ہے -)

آنچہ در آدمی بکار آید
فقر با علم - علم با فقر است

(وہ جو چیز جو آدمی میں کام آسکتی ہے
وہ فقر مع علم اور علم مع فقر ہے)

سلک ۱۳۷ - کہتے ہیں - کہ بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے - کہ اگر میرا بندہ ایک ساعت میری حسب منشاء کام کرے - تو میں بھی اُس کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرتا ہوں +

اے عزیز! اس سے زیادہ فائدہ بخش اور کونسی تجارت ہوگی - کہ ایک گھڑی میں سعادت ابدی حاصل کرے - لیکن ایسا حاصل کنندہ کہاں - اہل دُنیا بھی عجب قسم کے لوگ ہیں - کہ اللہ تعالےٰ کو رازق خیال کرتے ہیں - اور پھر اپنی کمائی پر بھروسہ رکھتے ہیں - اور اپنے تئیں بندہ کہتے ہیں - اور کام آزادوں کے سے کرتے ہیں - جہان میں یا تو غلامی ہے - یا آزادی - غلامی کی تعریف کی کوئی حاجت نہیں - کیونکہ لوگوں کو معلوم ہے - کہ بزرگی کیا چیز ہے - اب وہی حریت یا آزادی - اس کا یہ مطلب ہے - کہ سب سے روگردانی کرکے اللہ تعالےٰ کی طرف پھرنے کو حریت یا آزادی کہتے ہیں +

حسین منصورؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو بندہ عبودیت کے سارے مقامات طے کرلے
اُس کو حُر (آزاد) کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ انبیاؑ اور صادقوں کا ہے۔ جنید علیہ الرحمۃ سے
لوگوں نے پوچھا۔ کہ اگر سالک کے پاس دُنیا سے اِس قدر ہو کہ اُسے محسوس کرسکے۔ تو اُس کو حُرّ
کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بندہ وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور ایک اور بزرگ فرماتے ہیں
جو اِس دُنیا میں غلام ہے وہ بہشت میں آزاد ہے +

اے عزیز! جس شخص نے عبودیت کے طریقہ کو کماحقہٗ طے کیا۔ وہ طریقت کا حُرّ
(آزاد) ہے۔ حسنؓ نے فرمایا ہے۔ کہ جو حُرّیت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُسے پہلے عبودیت
اختیار کرنی چاہیئے۔ جب زلیخا یوسفؑ کے عشق سے کمزور۔ دُبلی اور بے جمال و کمال
ہوگئی۔ تو ایک روز یوسف علیہ السلام کے راہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ آپ اُدھر سے
گذرے۔ تو دیکھ کر آہ بھری اور کہنے لگی۔ کہاں تقوےٰ ایسی چیز ہے جو غلام کو آزاد کر دیتا ہے
اور نفسانی خواہش ایسی ہے جو آزاد کو غلام بنا دیتی ہے۔ اے بھائی تجھے بندگی کے لئے
پیدا کیا ہے۔ تو سرداری کا ساز و سامان کرتا ہے۔ یہ کب درست ہوگا +

سُنو! سُنو!! ایک روز بشر حافیؒ کسی مکان کے پاس سے گذرے تھے۔ کہ گھر میں سے
شور کی آواز سُنی۔ لونڈی سے اُس کی وجہ دریافت کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ گھر کے مالک نے
شراب پی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا گھر کا مالک ہے۔ بندہ ہے یا آزاد۔ لونڈی نے کہا۔
آزاد۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ اگر بندہ ہوتا تو بندوں کے سے کام کرتا + قطعہ

نخشبی ہمچو بندگاں مے باش — ورنہ آفاق بر تو خندہ کنند
(اے نخشبی تو بندوں کی طرح رہو۔ — نہیں تو زمانہ تجھ پر ہنسی اُڑائیگا)
کارِ احرار کارِ احرار است — بندہ باید کہ کارِ بندہ کنند
(آزاد کا کام آزاد ہی کو مناسب ہے — غلام کو چاہیئے۔ کہ غلاموں کے سے کام کرے)

سلک ۱۳۸ :- اہل تفکر و فکرت جو تفکر سے دور اندیش ہیں۔ اور عالم علوی و سفلی دونو

کے رموز انہیں معلوم ہیں۔ یوں فرماتے ہیں۔ کہ تفکر درجے میں عبادت سے بڑھا ہوا ہے۔ اسواسطے کہ بہشت میں عبادت مومنوں سے الگ ہو جائیگی۔ لیکن تفکر جُدا نہیں ہوگا۔ اور جو ہمیشہ رہے وہی اصل ہے۔ جیسا کہ توحید اور معرفت۔ اور فکر کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلا اللہ تعالےٰ کی آیات قرآنی کا فکر جس سے معرفت پیدا ہوتی ہے دوم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا فکر اس سے محبّت پیدا ہوتی ہے۔ سوم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا فکر جس سے رغبت پیدا ہوتی ہے۔ چہارم اللہ تعالیٰ کی دھمکیوں کی فکر جس سے رہبت پیدا ہوتی ہے۔ پنجم نفسوں کی جفا کی فکر جس سے حیا پیدا ہوتی ہے +

اے عزیز! تفکر خلقت میں کرنا جائز ہے۔ لیکن خالق میں نہیں۔ اگر کوئی شخص سُنی رہنا چاہے۔ تو اُسے چاہئے۔ کہ ہمیشہ عبودیت کے اثبات کے اندیشہ میں رہے۔ نہ کہ ربوبیّت کے اندیشہ میں +

سُنو! سُنو! کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مولانا فخرالدین رازی اپنے ایک سفر میں کسی بڑھیا کے قرب جوار میں اُترے۔ جو میدان معرفت کا رستم تھی۔ جب اُس کا غوغا سُنا تو اپنے ایک لڑکے کو بھیجکر سلام دیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ آیا آپنے خدا کو بھی پہچانا ہے۔ یا نہیں۔ جب یہ سخت پیغام اُس لڑکے نے مولانا کو پہنچایا۔ تو مولانا مسکرا دئے اور فرمایا۔ کہ اُسے کہدے کہ میں نے کئی ایک کتابیں وحدانیّت الٰہی کے اثبات میں لکھی ہیں۔ مجھے تو کس طرح کہتی ہے۔ کہ خدا کو پہچانا ہے یا نہیں۔ جب بڑھیا نے یہ سُنا۔ تو کہا۔ کہ اُسے جا کر کہدے کہ تو نے ابھی خدا کو نہیں پہچانا۔ کیا تو کہہ سکتا ہے۔ کہ تیری کتابیں لکھنے سے پیشتر اُس کی وحدانیّت نہیں تھی۔ اسکے ثبوت کیلئے تو قل ہو اللہ احد ہی کافی ہے۔ جا اس سے زیادہ اچھے کام میں مشغول ہو + قطعہ

نخشبی کُنہ وحدتش کہ رسید ۔۔۔ چہ سُہی در بیان مہ گوید

(اے نخشبی اسکی وحدت کی حقیقت کو کون پہنچ سکتا ہے۔ سُہی چاند کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہے)

ہر کہ از سرِ وحدتش برسد وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید +

(جو شخص اسکی وحدت کے بھید کو پہنچ جاتا ہے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کہتا ہے)

سلک ۱۳۹ - ملک فقر کے نگہبان یوں فرماتے ہیں - کہ جو ٹوپی درویش سر پر رکھتے ہیں اُس کی دو قسمیں - ایک کو لاطبہ کہتے ہیں - اور دوسری کو ناشرہ - لاطبہ وہ کلاہ ہوتی ہے - جو سر کے ساتھ ملی رہتی ہے - اور ناشرہ وہ ہوتی ہے جو سر سے ذرا اوپر اُٹھی رہتی ہے لولاک کے تاجدارؐ کلاہ لاطبہ پہنا کرتے تھے - نہ کہ ناشرہ - اہل ترک جن کی چہار ترکی کلاہ ترک الدُنیا رأس کل عبادۃ (دُنیا کا چھوڑنا تمام عبادتوں کا سر ہے) سے مرکب ہے - یوں فرماتے ہیں - کہ کسی سے کوئی چیز مانگنی نہیں چاہیئے - اور اپنے پاس رکھنی چاہیئے - تاکہ اُس سے دوسرا نہ مانگے - اور اِس کے وقت کو ضائع نہ کرے - اور نیز یہ بھی فرماتے ہیں - دُنیا مسافر کا بازار ہے - پس دانا کو یہ مناسب نہیں کہ اپنی روزی سے زیادہ اِس میں سے خریدے - اور بعض کے نزدیک سے مراد نہ صرف درم و دینار کی ترک ہے - بلکہ جو غیر خدا ہے سب کی ترک مراد ہے - خبردار یہ خیال نہ کرنا - کہ اگر تو دُنیا کو چھوڑ دیگا - تو دُنیا تجھے چھوڑ دیگی - جو خدا کے لئے دُنیا ترک کرتا ہے - اُسے خلقت ہرگز ترک نہیں کرتی +

سُنو! سُنو!! ایک بزرگ فرماتے ہیں - کہ ایک جنگل میں ایک گڈرئے کو میں نے دیکھا کہ نماز ادا کر رہا ہے - اور بھیڑیا اُس کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے - میں نے کہا - بھیڑئے نے کب سے بکریوں کے ساتھ صلح کر لی ہے - اُس نے کہا - جب سے بھیڑوں کے چرواہے نے بھیڑوں کے خدا سے صلح کی ہے - تب سے بھیڑئے نے بکریوں سے صلح کر لی ہے

قطعہ - نخشبی گریہ ساز پیشۂ خود تاجہاں زیرِ خندۂ تو بود -

(اے نخشبی تو رونے کو اپنا پیشہ بنا لے تاکہ جہان پر تو ہنسی اڑا سکے -)

گر تو در بندگی نکو باشی ہمہ آفاق بندۂ تو بود

(اگر تو بندگی میں نیک ہو گا۔ تو تمام جہان تیرا بندہ ہو جائیگا)

سلک [١٤٧]۔ جاننا چاہیئے۔ کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کا کعبہ اور حلم اور بندگی کا قبلہ تھے۔ اِن کے اوصاف بیشمار ہیں۔ آپکی والدہ ام سلمہ کی لونڈیوں میں تھی۔ جب آپکی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتی! اور آپ روتے۔ تو ام سلمہ رضؓ دودھ والا کپڑا لیکر آپ کے مُنہ میں ڈالتیں۔ اور اوپر چند قطرے دودھ کے ڈال دیتیں۔ اور آپ اُسے چوس لیا کرتے۔ جو کچھ آپ میں تھا۔ وہ اِسی دُودھ کی برکت سے تھا۔ اور جب آپ پیدا ہوئے۔ تو آپکو حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ آپنے فرمایا اس کا نام حسن رکھو۔ اِس واسطے کہ اِس کا چہرہ بہت خوبصورت ہے۔ آپنے ارادت امیر المومنین حضرت علیؓ سے کی۔ اور خرقہ بھی آپ ہی سے حاصل کیا۔ خواجہ حسن بصری ابتدا میں گوہر فروش رہے اسی واسطے آپ کو حسن لولو فروش کہتے ہیں۔ اِس کے بعد آپنے تجارت چھوڑ کر بصرہ میں رہائش اختیار کی۔ اور ریاضت اور مجاہدہ کے کام میں یہاں تک ترقی کی۔ کہ لکھی نہیں جا سکتی۔ ہفتہ میں ایک بار آپ ذکر کیا کرتے۔ جب آپ منبر پر کھڑے ہوتے اور رابعہ رحؒ کو نہ دیکھتے۔ تو منبر سے نیچے اُتر آتے۔ اگر آپ سے کہا جاتا کہ اتنے ہزار آدمی یہاں موجود ہیں۔ اگر ایک بڑھیا نہیں تو نہ سہی۔ تو آپ فرماتے کہ جو شربت ہم نے ہاتھیوں کے لئے تیار کیا ہے۔ اُسے کس طرح چیونٹیوں کے حلق میں ڈالیں۔ جب مجلس گرم ہوتی۔ تو آپ فرماتے۔ اے میرے سردار یہ تیرے دِل کی چنگاریاں ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ذکر کر رہے تھے۔ کچھ آدمیوں نے کہا۔ اے خواجہ ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں۔ آپ کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ آپنے فرمایا۔ کاشکے سوئے ہوئے ہوتے۔ کیونکہ سوئے ہوئے سے جاگنے کی امید کیجا سکتی ہے۔ لیکن تمہارے دِل تو مردہ ہیں۔ اِن کے جاگنے

کی ہرگز امید نہیں - ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا - کہ مومن حسد کرتا ہے - آپ نے
فرمایا - کیا تم یوسفؑ کے بھائیوں کا قصہ بھول گئے - ایک روز آپ نے ایک آدمی
کو روتے ہوئے دیکھکر وجہ دریافت کی - تو اُس نے کہا - کہ میں سعد وسطی قرمنی کی
مجلس میں تھا - اُس نے کہا - کہ قیامت میں ایک ایسا آدمی ہوگا - کہ اپنے گناہوں
کی شومی کی وجہ سے اتنی مُدّت وہ دوزخ میں رہیگا - اور پھر باہر نکلیگا - حسنؓ
نے فرمایا - کاشکے وہ حسن ہی ہوتا - کہ اتنی مُدّت کے بعد رہائی کی امید تو ہوتی -
نقل ہے - کہ ہر مرتبہ جبکہ حسن دُعا کرتے - حبیب عجمی اپنا دامن پھیلا کر بڑے
نیاز سے آمین کہتے - اور یاروں سے کہتے کہ اس کی دُعا قبول ہو جائیگی ؛

کہتے ہیں - کہ ایک دفعہ ابو عمر مصری رحمۃ اللہ علیہ لڑکوں کو قرآن کی تعلیم
دے رہے تھے - کہ ایک لڑکے کی طرف خیانت کی نگاہ سے دیکھا - فوراً شروع
سے لیکر اخیر تک سارا قرآن آپکو بھول گیا - جب حسن کے پاس آئے - اور ماجرا بیان
کیا - تو حسنؓ بہت رنجیدہ ہوئے - اور فرمایا - کہ جو سعادت تجھ سے واپس لیگئی
ہے - اُس کے واپس لانے کی حسنؓ میں طاقت نہیں - لیکن میں تجھے ایک ایسے شخص کا
پتا بتاتا ہوں جس کی دُعا کی برکت سے تیرے ہاتھ آجائیگی - اور وہ شخص خواجہ
خفیف رحمۃ اللہ ہے - ابو عمر وہاں سے نکلکر پہلے کعبہ میں گئے - اور کعبہ کو اپنا شفیع
بنایا - اور پھر خواجہ خفیفؒ کے پاس گئے - اور اپنا سارا ماجرا کہہ سُنایا - خواجہ خفیفؒ
بھی اس معاملہ کی نسبت سوچ میں پڑ گئے - اور کچھ وقت کے بعد آسمان کیطرف
دیکھا - تو ابو عمر کے اندر روشنی پیدا ہوئی - اور حفظ قرآن اپنی اصلی حالت پر
آگیا - اِس سے خواجہ صاحب نے پوچھا - کہ تجھے میرے پاس کس نے بھیجا ہے - اُس نے کہا
حسن نے - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ جب شہر میں حسن جیسا آدمی ہو - تو میرے
پاس اتنا فاصلہ طے کر کے آنے کی کیا حاجت ہے ؛

کہتے ہیں۔ کہ حسنؓ کا ایک ہمسایہ شمعون نام آتش پرست تھا۔ اُس کی جان کنی کے وقت آپ اُس کے پاس گئے۔ اور فرمایا۔ اے شمعون! تو مسلمان ہو جا اُس نے عرض کی کہ میں نے اسّی سال تک آتش پرستی کی ہے۔ اگر آپ ضامن ٹھیریں۔ اور خط لکھدیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے بہشت میں لیجائیگا۔ تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ حسنؒ نے اسی طرح کیا۔ شمعون نے کہا اِس خط کو میرے ساتھ قبر میں رکھنا چاہئے۔ خط کو ہاتھ میں لیکر کلمہ طیّب پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جب شمعون کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس کو دفن کیا گیا۔ تو حسنؒ نے بہت افسوس کیا۔ کہ یہ کیا فضول میں کر بیٹھا۔ کیا یہ ضرور ہے کہ میں بہشت میں جاؤں۔ میں خواہ مخواہ دوسرے کا ضامن ہؤا۔ اسی رات شمعون کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہی خط ہاتھ میں لئے ہوئے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ اے شمعون تیری کیا حالت ہے اُس نے عرض کی۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کلمہ طیّب کی برکت سے بخشدیا۔ اب آپ ضمانت سے بری الذمہ ہیں آپ اپنا رقعہ واپس لیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ جب حسنؒ خواب سے بیدار ہوئے تو بعینہٖ وہی رقعہ اپنے ہاتھ میں پایا + قطعہ

بخشی از خدا مشو نومید   اہل این در ہمیشہ دلشادند
(اے بخشی تو خدا سے نا امید نہ ہو   کیونکہ اس دروازے والے ہمیشہ خوشدل رہتے ہیں)
کہ بہ صدقِ دل زند این در   کہ بروقفل بستہ بکشائیند
(کیونکہ جو شخص صدقِ دل سے اس دروازے کے پاس جاتا ہے + اُسی کے لئے یہ قفل کھول دیا جاتا ہے)

سلک ۱۴۱۔ جاننا چاہئے۔ کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ دین و دنیا کے بادشاہ اور کوہِ یقین کے سیمرغ تھے۔ ابتدائے حال میں آپ ایک سلطنت کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ ایک بار عسب آدمی آپ کے مکان میں آیا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہاں سے آیا

ہے۔ اُس نے کہا میں اس سرائے میں بسیرا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے خواجہ یہ سرائے نہیں۔ یہ میرا گھر ہے۔ اُس نے کہا پہلے اِس گھر کا کون مالک تھا۔ اُس نے کہا میرا دادا۔ اور جب وہ فوت ہوُا۔ تو میرا باپ مالک بنا اور اب میں ہوں۔ اُس نے کہا۔ پس اے دیوانے جس جگہ ایک آئے اور دوسرا چلا جائے۔ وہ سرائے ہے نہ کہ گھر۔ یہی بات آپ کی تنبیہ کا باعث ہوئی۔ اُس کے سامنے آپ گھر میں بیٹھ گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے پندرہ سال تک محنت برداشت کی۔ تب کہیں مجھے کہا گیا۔ کہ جیسا تجھے حکم کیا گیا ہے تو اُس پر مستقل ہو کہتے ہیں۔ کہ ایک روز ابراہیمؒ نے ایک درویش کو اپنی درویشی کے سبب روتا ہوُا دیکھکر فرمایا۔ کہ شاید تجھے درویشی مُفت مِل گئی ہے۔ کہ تو اِس کے ہاتھوں روتا ہے۔ اُس نے کہا اے خواجہ کیا درویشی کو بھی قیمتاً خریدتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ ہاں مَیں نے بلخ کا ملک دیکر خریدی ہے۔ اور جب میں غور کرتا ہوں۔ تو مجھے یہ سودا سستا معلوم ہوتا ہے ٭

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس راہ میں کامل مرد وہ ہے۔ کہ اگر دو نوجہان اُسے دیدیئے جائیں۔ تو بھی خوش نہ ہو۔ اور اگر اُس سے واپس لئے جائیں تو غمناک نہ ہو۔ اور کسی تعریف یا مدح سے مغرور نہ ہو۔ اتنی دفعہ آپ صبح کو گئے۔ لیکن آپ زمزم کبھی نوش نہ فرمایا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ اس میں کیا بھید ہے۔ آپنے فرمایا کہ اس کے ڈول و رسّی کا خرچ شاہی خزانہ سے آتا ہے۔ اور بادشاہوں کے بیت المال میں شبہ کی گنجائش ہے۔ اور وہ آمدنی حلال کی آمدنی نہیں۔ ایک مرتبہ آپسے لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کا پیشہ کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ خدائی کارکن پیشے کے محتاج نہیں۔ ایک مرتبہ آپکو کسی نے بخیل کہا۔ آپنے فرمایا ایسے شخص کو بخیل کس طرح کہ سکتے ہیں۔ جس نے تیرے

جیسے کو ملک بخشدیا ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔
جب آپ اُن کے پاس گئے۔ تو اُنہوں نے کہا۔ اے خواجہ واپس چلا جا۔
تجھ سے دُنیا کی بُو آتی ہے۔ سبحان اللہ جہاں پر ایسے تارک کو یہ بات کہی جاتی
ہے۔ وہاں دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ ایک دفعہ آپسے لوگوں نے پوچھا۔ کہ
اگر کوئی شخص بھوکا ہو اور اُس کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا کرے۔ آپنے فرمایا وہ صبر
کرے۔ ایک نے پوچھا۔ کہ اگر وہ مر جائے۔ تو اُس کا خون بہا کس کے ذمے؟ آپنے فرمایا
"مارنے والے کے ذمے" ایکمرتبہ ابراہیمؒ نے حمام کا ارادہ کیا۔ لیکن خالی ہاتھ ہونے
کی وجہ سے لوگوں نے اندر نہ جانے دیا۔ آپنے فرمایا۔ جب شیطانی گھر میں خالی ہاتھ
نہیں جانے دیتے۔ تو رحمانی گھر میں کس طرح جانے دینگے۔ ایک دن آپکو کسی سے
کچھ تکلیف پہنچی۔ آپنے اس کے حق میں نیک دُعا کی۔ اُس نے کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے
کہ مَیں نے تیرے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ اور تو ایسا کرتا ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ مَیں تیرے
سبب بہشت کا مستحق بنا۔ اب یہ مناسب نہیں کہ تو میرے سبب دوزخ کا مستحق ہے۔

ابراہیمؒ ایک دفعہ ایک شرابی کے پاس سے گذرے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اُس کا
مُنہ لتھڑا ہؤا ہے۔ آپنے پانی لیکر اُس کا مُنہ دھو دیا اور فرمایا۔ کہ وہ مُنہ جس میں
اللہ تعالےٰ کا نام ہو۔ اُس کو آلودہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ جب وہ شخص ہوش
میں آیا۔ تو لوگوں نے اُسے سارا حال کہہ سُنایا۔ اُس نے اُسی گھڑی توبہ کی ابراہیمؒ
نے خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم ہؤا۔ کہ اگر تو نے اس کے
منہ کی ظاہری آلودگی کو صاف کیا ہے۔ تو ہم نے تیری موافقت سے اِس کی باطنی
آلودگی کو دھو دیا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے
آپسے پوچھا کہ کامل مرد کسے کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ کامل مرد وہ ہے۔ کہ اگر وہ

پہاڑ کو جنبش کا حکم دے۔ تو وہ مان لے۔ اتنا کہنے سے پہاڑ جنبش میں آیا اور روانہ ہونا چاہا۔ ابراہیمؒ مسکرادئے اور فرمایا۔ اے پہاڑ ٹھیر میں نے تجھے نہیں کہا ✤ قطعہ

نخشبی نرم کن دل سنگیں آنچہ نرم است زود گرم شود

(اے نخشبی تو سخت دل کو نرم کر کیونکہ جو نرم ہے وہ جلدی گرم ہو جاتا ہے)

ہر کہ او کوہ دل چو موم بود کوہ پیشش نرم چو موم بود

(جس شخص کے دل کا پہاڑ موم کیطرح نرم ہو اُس کے آگے پہاڑ موم کی طرح نرم ہوتا ہے)

سلک ۱۴۲ ۔ جاننا چاہئے کہ خواجہ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عارفوں کے سلطان اور مجتہدوں کی دلیل تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ چنانچہ ایک روز جنیدؒ نے فرمایا کہ ابویزید ہم میں وہی شرف رکھتا ہے۔ جو جبرائیل فرشتوں میں۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ راہ توحید کے راہروں کا انتہا ابویزید کے کام کا ابتدا ہے

کہتے ہیں کہ جب آپ والدہ کے شکم میں تھے۔ تو اُس حالت میں اگر کوئی مشتبہ چیز اُن کی والدہ کھاتیں۔ تو آپ شکم میں تڑپتے رہتے۔ جب تک کہ وہ چیز شکم سے نکل نہ جاتی۔ آپ قرار نہ پکڑتے ✤

کہتے ہیں کہ آپ کے گھر سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا۔ آپ نے کبھی مسجد کی طرف رُخ کر کے آب دہن نہیں پھینکا۔ جس وقت آپ مسجد میں آتے۔ تو دروازے پر کھڑے ہو کر ایک لمحہ رو دیتے۔ اگر لوگ پوچھتے کہ یہ کیا کرتے ہو۔ تو آپ فرماتے۔ کہ میں اپنے تئیں مستحاضہ عورت کی طرح پاتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اندر گیا تو مسجد آلودہ نہ ہو جائے ✤

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کسی گلی میں جا رہے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے آیا۔ آپ نے اُسے راہ دیدی۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہے

آپ نے فرمایا- زبان حال سے کتا یہ کہہ رہا تھا- کہ ازل میں مجھ سے کونسا قصور ہوگیا اور تجھ سے کونسی تقصیر حاصل ہوئی- کہ مجھے کتے کی پوستین دی گئی اور تجھے بایزیدی خلعت عطا ہوئی- میں نے اس بات کے شکریہ میں اُسے راہ دیدی ÷

کہتے ہیں کہ ایک روز آپ جا رہے تھے- ایک کتا سامنے سے آیا- آپ نے اپنا دامن سمیٹا- کتے نے کہا- اے خواجہ اگر میں خشک ہوں- تو مجھ میں کچھ حرج نہیں اور اگر میں تر ہوں- تو مجھ میں اور تجھ میں سات مرتبہ دھونے سے صلح ہو سکتی ہے لیکن اگر تُو نے یہ دامن رعونت کی وجہ سے سمیٹا ہے- تو خواہ تُو اپنے تئیں سات دریاؤں میں بھی دھوئے تو بھی تُو پاک نہ ہوگا- خواجہ صاحب نے یہ بات سنکر فرمایا اے کتے تُو ظاہر اپلید ہے اور میں باطنی- آؤ آج اکٹھے گذارہ کریں- دیکھیں کل کون پاک ہو کر نکلتا ہے ÷

ایک دفعہ احمد خضرویہؒ نے ابو یزیدؒ کو کہا- کہ میں نے دیکھا ہے- کہ شیطان کو آپ کے دروازے پر پھانسی دی گئی ہے- آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے- اُس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا- کہ میں بسطام کے نزدیک کبھی نہ آؤنگا- آج کہیں چھپکر آگیا ہے اور ایک مرید کے دل میں وسوسہ ڈالدیا ہے- اور چور کی یہی سزا ہُوا کرتی ہے کہ بادشاہ اُسے سولی چڑھاتے ہیں- ایک روز کوئی شخص آپ کو کہہ رہا تھا- کہ مجھے اُس شخص سے تعجب آتا ہے- جو خدا کو پہچان لے- اور طاعت کرے یعنے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں- کہ وہ قائم رہ سکے- ابو یزید نے فرمایا- کہ پہلا قدم جو میں نے اس راہ میں اُٹھایا- تو میں عرش پر پہنچ گیا- کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آلودہ دہن اور بھوکے بھیڑیئے کی طرح ہے- میں نے کہا اے عرش بعض لوگ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" کے مطابق تیرا نشان دیتے ہیں- عرش نے کہا اے خواجہ یہ کونسا موقعہ اس بات کا ہے- مجھے تیرا نشان دیتے ہیں "اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَرَۃِ قُلُوْبُہُمْ"

ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا - کہ بندہ کمال کے درجے کو کب پہنچتا ہے - آپنے فرمایا اُس وقت جبکہ اپنے عیبوں کو پہچان لے - اور خلقت کی تہمت کو برداشت کرے - اُس وقت اُسے اپنے نفس کی دوری کے مطابق اپنی حضوری عنایت کرتے ہیں - آپ سے لوگوں نے پوچھا - کہ درویشی کیا ہے - آپنے فرمایا - یہ کہ انسان گوشہ نشین ہو جائے - آپ زیادہ تر مریدوں کو مجاہدہ کی بابت حکم فرمایا کرتے تھے - اگر وہ پوچھتے کہ یہ کیا - تو آپ فرماتے - کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا - تو کبھی خدائی کا دعوےٰ نہ کرتا - اور یہ نہ کہتا کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں +

ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا - کہ آپ پانی پر چلتے ہیں - یہ کیا بات ہے - آپنے فرمایا - اِس میں کونسی عزّت کی بات ہے - تنکا بھی تو پانی پر چلتا ہے - ایک مرتبہ آپنے یہ بھی فرمایا - کہ لوگ تو عمل کے دریا میں ڈوبتے ہیں لیکن عمل کا دریا مجھ میں غرق ہے +

کہتے ہیں - کہ ابو یزیدؒ نے ستّر مرتبہ بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کیا - ہر مرتبہ جب باہر آتے تو جنیو پہنتے - اور پھر توڑ ڈالتے - جب آخری حصّہ عمر کا آیا - تو محراب میں بیٹھکر پھر آپنے جنیو پہنا - اور اُلٹی پوستین پہنی - اور اُلٹی ہی ٹوپی سر پر کی - اور یوں کہنے لگے - اے پروردگار میں ساری عمر کی ریاضت کو نہیں بیچتا - اور نہ ہی ہر رات کی نماز کو بیچتا ہوں - اور نہ ظاہر کرتا ہوں - اور نہ عمر بھر کے روزوں کی نمائش کرتا ہوں - اور نہ ہی قرانجید کے ختموں کو گنتا ہوں - اور نہ ہی مناجات اور قرب کے مقامات کو بیان کرتا ہوں - تو جانتا ہے - کہ میں نے ہر دفعہ کچھ نہیں کہا - اور یہ جو کچھ زبان نیاز سے عرض کر رہا ہوں - یہ فخر اور اعتبار کے طور پر نہیں - بلکہ میں عرض کر رہا ہوں - کہ جو کچھ میں نے کیا ہے - اُس سے مجھے شرم آتی ہے - اور یہ خلعت بھی تو نے ہی عنایت کی ہے - کہ اپنے تئیں ایسا جانتا ہوں - ستّر سال میں بدگمان رہا - بال سپید ہو گئے - اب میں بیابان سے ڈرتا ہوں - اور خدا کہنا اب سیکھتا ہوں

اور جنیو کو توڑ کر دائرہ اسلام میں قدم رکھتا ہوں۔ اور گواہی کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ تیرا کام علت سے نہیں اور تیری قبولیت طاعت سے نہیں۔ جو کچھ میں نے کیا۔ اُسے پراگندہ گرد خیال کیا۔ تو نے جو کچھ مجھ سے دیکھا اور ناپسند کیا۔ اِس پر معافی کی لکیر کھینچ۔ اور مجھ سے گناہوں کی گرد جھاڑ۔ کہ میں اپنی طاعت کے گمان سے درگذرا

ایک بزرگ نے آپ کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور عرض کی۔ کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ آپ نے فرمایا۔ خلقت دریائے بے پایاں کی طرح ہے۔ اور درویش لوگ کشتی کی طرح ہیں۔ تو اس بات کی کوشش کر۔ کہ اپنے تئیں اُس کشتی میں پہنچائے اور اپنے مسکین بدن کو اِس غرق ہونے سے بچائے ٭ قطعہ

نخشبی خلق مایۂ غم و جان است — نیست زین دو دیدہ از غم دور

(اے نخشبی خلقت غم و اندوہ کا سرمایہ ہے — اور یہ دونوں آنکھیں غم سے دور نہیں ہیں)

تا توانی ز خلق دوری جو — ہر کہ از خلق دور از غم دور

(جہاں تک تجھ سے ہوسکے خلقت سے دور رہو — جو خلقت سے دور رہتا ہے وہ غم سے دور رہتا ہے)

سلوک ۱۴۳۔ جاننا چاہیئے کہ خواجہ جنیدؒ شیخ علی الاطلاق اور قطب باستحقاق اور اسرار کے منبع اور انوار کے مرقع تھے۔ آپ کا اوّل و آخر پسندیدہ مقبول اور محمود تھا آپ کے اقوال اہل طریقت میں بطور حجت کے ہیں۔ آپ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے اور آپ ہی مرید تھے۔ ایک مرتبہ خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا مرید کا مرتبہ پیر سے بڑا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو آجکل جنیدؒ کا مرتبہ ہم سے بڑھا ہوا ہے۔ باوجود اس بات کے آپ حاسدوں سے نہیں بچے تھے۔ چنانچہ خلیفہ وقت کو آپ کی نسبت بہت کچھ کہا گیا۔ ایک روز خلیفہ نے امتحان کے طور پر ایک لونڈی کو جس کی شکل و صورت زاہدوں کو کٹیا سے چلخانے بھیجتی تھی۔ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ کہ خواجہ کو جا کر کہو۔ کہ مجھ سے نکاح کر لے۔ جب لونڈی آپ کے

پاس آئی۔ اور خواجہؒ نے امتحان کے آثار صاف طور پر اُس میں دیکھے۔ تو خرقہ سے سر نکالکر اس کی طرف دیکھا تو لونڈی لڑکھڑا کر پڑی۔ اور مر گئی۔ خلیفہ نے جب یہ سُنا۔ تو بہت متفکر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ جو شخص ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے۔ جن سے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ ضرور وہ دیکھیگا جو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بادشاہ نے چاہا کہ جنیدؒ کو دیکھے۔ اُس نے کہا آگ کے ایسے شعلے کو گھر میں نہیں لانا چاہیئے۔ وہیں کونے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ اے خواجہ تونے دل سے کس طرح رخصت لی۔ کہ ایسی صورت کو ناچیز کر دیا آپ نے فرمایا تیرے دل نے کس طرح اجازت دی کہ ایک درویش کی چالیس سالہ ریاضت کو برباد کرے۔ میرا بیچ میں کیا دخل ہے۔ تو نہ کرتا کہ وہ بھی نہ کرتے آپ فرماتے ہیں کہ مدت تک میری یہ حالت تھی۔ کہ اہل زمین اور آسمان میری حالت پر روتے تھے۔ اور پھر میری یہ حالت ہو گئی۔ کہ میں اُن کی حالت پر رویا کیا۔ اب میری یہ کیفیت ہے۔ کہ نہ مجھے اُن کی نسبت کچھ خبر ہے اور نہ اپنی نسبت۔ اور یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے۔ کہ دس۱۰ سال میں دل کی محافظت کرتا رہا۔ اور پھر دس۱۰ سال وہ میری نگہبانی کرتا رہا۔ اب وہ وقت ہے۔ کہ تیس۳۰ سال سے نہ مجھے دل کی خبر ہے۔ نہ دل کو میری۔ یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے۔ کہ جب سے مجھے "ان الکلام لفی الفواد" معلوم ہوا۔ تو میں نے بہت سالوں تک نماز قضا کی۔ اور نیز آپ فرماتے ہیں۔ کہ ساٹھ۹۰ سال تک میں نے کبھی تکبیر اولے تک قضا نہیں کی۔ اور اگر نماز کے وقت میرے دل میں دنیوی اندیشہ راہ پاتا تو میں از سر نو نماز شروع کرتا۔ اور اگر عاقبت کا خیال آجاتا تو سجدہ سہو بجالاتا۔

کہتے ہیں کہ جنیدؒ خرقہ کم پہنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ خرقہ کیوں نہیں پہنتے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر گھڑی میرے باطن میں یہ آواز آتی ہے۔ کہ

خرقہ پر اعتبار نہیں۔ البتہ خدمت پر اعتبار ہے۔ ایک روز جنیدؒ نے ایک بزرگ کو کہا۔ کہ ایک ساعت کے لئے دل کو حاضر کر کہ میں تجھ سے ایک بات کہنی چاہتا ہوں اُس نے کہا اے خواجہ کئی سال سے میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک ساعت کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن مجھے میسر نہیں آتا +

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میرے ہاتھ میں فتویٰ تھا۔ میں نے چاہا کہ پیغمبرؐ خدا کے دست مبارک میں دوں۔ وہاں پر جنیدؒ بھی حاضر تھے۔ مجھے حکم ہوُا کہ جنیدؒ کو دیدو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی حضوری میں کسی کے ہاتھ کب فتوے دے سکتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس طرح تمام نبیوں کو اپنی امت پر فخر ہے۔ مجھے اکیلے جنید پر ہے۔ جب میں مجبور ہو گیا تو جنید رہ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک زخم لگا ہوُا تھا۔ میں نے کہا۔ اے پروردگار مجھے شفا عنایت کر۔ فوراً بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوُا۔ اے جنیدؒ یہ کیا تصرف ہے۔ تو بندے اور خدا کے درمیان کرتا ہے +

ایک روز کسی نے جنیدؒ سے پوچھا کہ دل کو خوشی کس وقت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُس وقت جبکہ دوست دل میں ہو۔ ایک دفعہ کوئی شخص ایک ہزار دینار آپ کی خدمت میں لایا۔ اس غرض سے کہ شاید قبول کر لیں۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس اور بھی دینار ہیں؟ اُس نے عرض کی بہت۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو ہی لے جا۔ کیونکہ یہ جنس تیرے پاس بہُت ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں +

کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک چور کو بغداد میں سولی چڑھایا گیا۔ جنیدؒ نے جا کر اُس کے پاؤں چومے اور کہا۔ اس بیچارے پر رحمت ہو۔ کیونکہ یہ اپنے کام میں ایسا چست نکلا۔ جب تک سر نہ گیا کام ہاتھ سے نہ دیا +

ایک رات کوئی چور آپکے گھر میں آیا۔ پیراہن کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ وہی چرا کر لیگیا۔ دوسرے دن دلال کو دیا۔ دلال ہاتھ میں لیکر خریدار کی تلاش میں نکلا۔ آپ اُس طرف سے گذرے۔ جب آپنے پیراہن دیکھا تو پہچان لیا۔ اور کہا۔ کہ اس پیراہن کو میں پہچانتا ہوں۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس آکر بھوک اور ننگے پن کا گلہ کیا۔ آپنے فرمایا۔ تو اس کے بعد کبھی بھوکا اور ننگا نہیں رہیگا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اُس شخص کو بھوک اور ننگاپن عطا نہیں کرتا۔ جو اُس کا گلہ کرے ÷

ایک روز کسی مرید نے ایک ہزار دینار اور کچھ اور دُنیاوی مال لیا۔ کہ اُسے جنیدؒ کی خدمت میں لیجاؤں۔ پھر سوچا کہ آپ دُنیاوی مال نہیں لیا کرتے۔ میں اُس سے آپکو کیوں آلودہ کروں۔ پانی کے کنارے بیٹھ ایک ایک کر کے سب پانی میں پھینکدیں۔ جب خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ تو آپنے فرمایا۔ کیا سبب ہے۔ کہ جو راہ ایک قدم سے طے کی جاسکتی ہے۔ آج تونے ہزار قدم سے طے کی ہے ÷

ایک دفعہ آپکے ایک مرید کے دِل میں کچھ وسوسہ پیدا ہؤا۔ اُس کا سارا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ تیسرے روز تک آہستہ آہستہ ٹھیک ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے اُس کی طرف رقعہ لکھا۔ کہ آج تین دن رات سے میں تیرے دھوبی پنے میں مشغول ہوں۔

ایک دفعہ کسی مرید نے آپسے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ فرض بے غرض یعنی جو کچھ فرض ہے۔ اخلاص اُس میں فرض ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ مصیبت کیا ہے۔ آپنے فرمایا امتحان کی کٹھالی۔ لوگوں نے پوچھا صحبت کس کی اختیار کرنی چاہیئے؟ آپنے فرمایا۔ اُس شخص کی جو تیرے حق میں نیکی کرے۔ لوگوں نے پوچھا۔ حجاب کیا ہے؟ آپنے فرمایا۔ عام کا حجاب ہر ایک نفس دُنیاوی

محلہ نوابان بہاولپور

اور خلقت اور خاص کا حجاب طاعت ثواب اور کرامت کی طرف نظر رکھنا۔ لوگوں نے پوچھا۔ ذلت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ عام لوگوں کی ذلت حلال سے حرام کی رغبت کرنے میں ہے۔ اور خاص لوگوں کی ذلت بقا سے فنا کی طرف رغبت کرنے میں ہے۔ اور عارف کی ذلت کریم سے کرامت کی طرف رغبت کرنے میں ہے۔ لوگوں نے پوچھا مومن اور منافق کے دلوں میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا مومن کا دل دن میں ہزار مرتبہ پھرتا ہے۔ لیکن منافق کا دل ستر سال میں بھی ایک دفعہ نہیں پھرتا۔ لوگوں نے کہا بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ جو پانی پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بعض ایسے بھی ہیں۔ جو پیاس کے مارے مرجاتے ہیں۔ وہ اُن سے اچھے ہیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا علم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دو باتیں ہیں۔ ایک عقیدے کا صحیح کرنا۔ اور دوسرا خدمت کا ہر دم تازہ کرنا۔ لوگوں نے پوچھا مدعی کون ہے آپ نے فرمایا وہ جو بغیر مشاہدے اللہ کہے۔ لوگوں نے پوچھا سالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ شخص سالم ہے۔ جس کا علم یقین کو اور یقین خوف کو اور خوف عمل کو اور عمل عبادت کو اور عبادت اخلاص کو اور اخلاص مشاہدہ کو پہنچ جائے۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ ریاضت کا انجام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ جس وقت اپنے دل کو ڈھونڈیں اُسے ملازم حق پائیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے آپ نے فرمایا وہ ایک ذکر ہے۔ جو مل کر کیا جائے۔ اور ایک وجد ہے جو سننے سے ہو اور ایک عمل ہے جو تابعداری سے کیا جاوے۔ یہ بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ عارف کے لئے بہت سے مقامات ہیں۔ ان میں سے ایک دُنیاوی مرادوں کا گم کرنا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کئی سالوں سے علم توحید لکھا ہوا ہے۔ اور لوگ اس کے حاصل کرنے کی نسبت گفتگو کرتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ دو آدمیوں کے درمیان کب راستی آسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا جبکہ

ایک دوسرے کو مومن کہ سکے۔ لوگوں نے پوچھا۔ محبّت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ کہ رغبت کی زیادتی کے سبب غیر کی مراد کی رغبت کرے نہ کہ اپنی مراد کی۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ مراقبے اور حیا میں کیا فرق ہے؟ آپنے فرمایا مراقبہ میں غائیب کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور حیا میں حاضر سے شرمندگی۔ لوگوں نے پوچھا وقت کیا ہے؟ آپنے فرمایا ایسے عزیز کی مانند ہے جس نے سفر کیا ہو اور اُس کے واپس آنے کی امید نہ ہو۔ یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ہزار سال تک خدا کی طرف خیال رکھے اور پھر ایک گھڑی کے لئے اُس سے رُخ پھیر لے۔ تو وہ گھڑی جو اُس سے ضائع ہوئی ہے۔ وہ ہزار سال سے بڑھکر ہوتی ہے۔ اِس لئے کہ ممکن ہے۔ کہ جو کچھ اُس گھڑی میں حاصل ہونا تھا وہ ہزار سال میں بھی حاصل نہ ہؤا ہو۔ لوگوں نے آپسے پوچھا کہ توکّل کیا ہے؟ کمانا یا نہ کمانا۔ آپنے فرمایا نہ یہ نہ وہ۔ البتہ توکّل سے یہ مراد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سچّے وعدے پر دل لگایا جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یقین کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ اپنے رزق کے غم نہ کھانے کو یقین کہتے ہیں +

ایک دفعہ آپنے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اے پروردگار! مجھے قیامت کے دن نابینا اُٹھا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپنے فرمایا۔ اِس واسطے کہ جس نے تجھے دیکھا ہے۔ مَیں اُسے نہ دیکھوں +

سُنو! سُنو!! جنید رحمۃ اللہ علیہ کو آپکے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپنے منکر اور نکیر سے کس طرح خلاصی پائی۔ آپ نے فرمایا۔ جب اُن دو باہیبت مقربوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے تو مَیں اُن کی طرف دیکھکر ہنس پڑا۔ اور کہا۔ کہ اُس روز تم کہاں تھے۔ جب الست بربکم کے پوچھنے والے نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اور مَیں نے اس کا جواب

ہاں میں دیا تھا۔ یہ سُنکر اُنہوں نے کہا کہ جو شخص بادشاہوں کا جواب کہتا ہے وہ غلاموں کے جواب کی کیا پرواہ کرتا ہے۔ قطعہ

مردِ خوش عیش گوئے دولت برد | بخشبی نیک زی چو خواہی رفت

(اے بخشبی چونکہ تونے چلے ہی جانا ہے اسلئے زندگی بسر کر۔ کیونکہ خوش زندگی والا انسان دولت کی بازی جیت جاتا ہے)

ہر کہ نیکو بزیست نیکو مرد | تا بدانی کہ نیک و بد میرد

(چونکہ تجھے معلوم نہیں کہ نیک ہوکر کون مرتا ہے اور بد ہوکر کون۔ سُنو۔ جو نیکی سے زندگی بسر کرتا ہے وہ نیک ہو کر مرتا ہے)

مسلک ۱۴۴۔ جاننا چاہیئے کہ خواجہ عبداللہ خفیفؒ احدیت کے مقرب اور صمدیت کے مقدس اور بارگاہ الٰہی کے برگزیدہ مرد تھے۔ آپ کو خفیف اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپنے افطار صرف سات دانہ منقہ پر مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ آپکے خادم نے آٹھ دانے دیدئے۔ آپکو معلوم نہ ہوا کہ ایک زیادہ ہے۔ اُس رات آپکو ذکر کا کچھ مزا نہ آیا۔ خادم سے دانوں کی بابت پوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ میں نے آج رات آپکو آٹھ دانے دیدئے تھے۔ آپنے فرمایا کیوں؟ اُس نے کہا۔ مَیں نے آپ کو بہت کمزور دیکھا۔ اِس لئے مَیں نے کہا شاید آپکو کچھ قوت حاصل ہو جائے۔ آپنے فرمایا تو میرا دشمن ہے نہ کہ دوست۔ دوستی تو یہ تھی کہ مجھے چھ دانے دیتا۔ تاکہ عبادت میں مجھے پہلے کی نسبت زیادہ مزا آتا۔ اُس خادم کو معاف کرکے پھر اُسے اپنے پاس نہ آنے دیا۔

نقل ہے۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دونوں انگوٹھوں پر نماز ادا کیا کرتے تھے عبداللہ خفیفؒ ایسے شخص تھے۔ کہ آپسے کوئی سُنّت نبوی فوت نہ ہوئی تھی۔ آپنے چاہا۔ کہ وہ نماز بھی ادا کی جائے۔ ایک رکعت دونوں انگوٹھوں کے بل ادا کی اور جب دوسری رکعت بھی ادا کرنی چاہی۔ تو گویا پیغمبرؐ نے محراب سے سرِ مبارک نکالکر فرمایا۔ "اے خفیف یہ فعل ہمارا ہی خاصہ ہے۔ اس میں تعرض نہ کر"

ایک روز خفیفؒ نے اپنے خادم کو حکم دیا۔ کہ میرے لئے ایک عورت نکاح کرو۔ اُنہوں نے ویسا ہی کیا۔ جب کچھ عرصے کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ تو اُسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اِس میں کیا بھید ہے۔ آپنے فرمایا۔ ایک رات مَیں نے قیامت کو دیکھا۔ کہ ایک آدمی پلصراط پر رہ گیا ہے۔ ایک بچہ آیا اُس نے ہاتھ پکڑ کر وہاں سے سلامت پار کر دیا۔ میرا مطلب اِس نکاح سے یہ تھا۔ کہ میرا بھی کوئی بچّہ ہو۔ جو بچپن میں گذر جائے۔ اور ایسے موقعہ پر میری مدد کرے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو صوفی بڑی دُور سے آپکے دیکھنے کے لئے آئے۔ آپکو خانقاہ میں نہ پاکر پوچھا۔ کہ شیخ صاحب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ کہ عضد والدولہ کی سرائے میں ہیں۔ صوفیوں نے کہا۔ کہ درویشوں کو بادشاہوں کے پاس جانے میں کیا مصلحت ہے۔ یہ کہکر خانقاہ سے باہر نکل آئے اُسی وقت اُن پر کوئی تہمت لگاکر سرائے میں لے آئے۔ عضد الدولہ نے اُن کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ شیخ رہ نے فرمایا۔ ہاں جو شخص اعتقاد کا ہاتھ درویشوں کے دامن سے ہٹالے۔ وہ تہمت میں دھرا جاتا ہے۔ تاکہ اُس کا ہاتھ برباد کیا جائے۔ پھر آپ نے سفارش کی۔ اور فرمایا۔ اے عزیزو۔ بادشاہ کے دروازہ پر میرا آنا فضول نہ تھا۔ مَیں اِس واسطے آیا تھا۔ تاکہ تمہارے ہاتھوں کو کاٹے جانے سے محفوظ رکھوں ۔ قطعہ

نخشبی تو بعیب کس منگر کارِ بیہودہ جز رفت نبود

(اے نخشبی تو کسی کے عیب کیطرف نہ دیکھ بیہودہ کام سوائے بدبقینی کے نہیں ہوتا)

قول و فعل حکیم مے باید کہ سر سوزنے عبث نبود

(حکیم کے قول اور فعل کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ سوئی کا سر بے فائدہ نہیں ہوتا)

سلک ۱۴۵ ۔ جاننا چاہیئے۔ کہ حسین منصور حلاجؒ تحقیق کے جنگل کے شیر اور معرکہ تصدیق

کے بہادر تھے۔ آپ کو حلاج اِس لئے کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ روئی کے انبار خانے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ فوراً بنولے الگ ہو گئے اور دھنی ہوئی روئی الگ ہو گئی +

شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے۔ کہ میں اور حلاج ایک جیسے ہیں۔ مجھے دیوانہ بنایا۔ اور میں خلاصی پا گیا۔ اُس کی عقل زیادہ دانا ہو گئی +

ایک دفعہ جنیدؒ نے شبلیؒ کو کہا۔ اب وہ وقت آنے والا ہے۔ جبکہ تو لکڑی کو سُرخ کریگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس روز میں لکڑی سُرخ کرونگا۔ اُس روز تو اہلِ تصوّف کا لباس نہیں پہنیگا۔ بلکہ اصل صورت کا لباس پہنیگا +

کہتے ہیں۔ کہ جس روز اماموں نے حسین منصورؒ کے قتل کا فتوےٰ دیا۔ جنیدؒ اس وقت تصوّف کا لباس پہنے بیٹھے تھے۔ آپ نے مدرسہ میں جا کر پگڑی اور کوٹ پہن لیا۔ اور گواہی کے لئے بیٹھ گئے۔ کہ ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں +

ایک مرتبہ حسین منصورؒ سے پوچھا گیا۔ کہ خیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کہ کسی کے ہاتھ اور پاؤں کاٹکر سولی چڑھا دیں۔ تو وہ خاطر جمع رکھے۔ اور بعد میں یہی حال آپکا ہوُا۔ آپ اپنے طبق میں سب سے الگ کام رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ابراہیم خواص کو پوچھا۔ کہ تو کس کام میں ہے۔ اُس نے کہا۔ توکّل کی راہ درست کر رہا ہوں۔ آپنے فرمایا۔ تو ساری عمر پیٹ کی عمارت میں رہیگا +

کہتے ہیں۔ کہ جب واقعہ نزدیک پہنچا۔ تو ایک روز شبلیؒ کو کہا۔ کہ میری طرف خیال رکھنا۔ مجھے ایک بڑا بھاری کام درپیش ہے۔ چنانچہ خلیفہ کو اُس کی نسبت بُری خبر دی گئی۔ کہ وہ انا الحق کہتا ہے۔ اور امام اُس کے قتل پر متفق ہو گئے۔ آپ کو اماموں نے کہا کہ انا الحق نہ کہو۔ بلکہ ہو الحق کہ۔ آپنے فرمایا۔ کہ مَیں تو وہی کہتا ہوں۔ لیکن تم کہتے ہو۔ کہ وہ گم ہو گیا ہے +

نقل ہے۔ کہ جس روز حسینؒ کو قید خانہ میں بند کیا گیا۔ تو پہلی رات جب اُسے طلب کیا گیا۔ تو اُسے نہ پایا۔ دوسری رات اُسے طلب کیا۔ پھر بھی اُسے نہ پایا۔ اور تیسری رات قیدیوں کو بھی طلب کیا۔ تو سب کو پایا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپنے فرمایا۔ پہلی رات میں دوست کے ہاں گیا ہوا تھا۔ اِس لئے میں نہ مِلا۔ اور دوسری دوست یہاں آیا ہوا تھا۔ اس لئے نہ ملا۔ اور آج رات میں اِسی جگہ ہوں تاکہ جو شریعت کا حکم ہے اُسے بجالاؤں۔

کہتے ہیں کہ اس قید خانے میں تین ۳۰۰ سو قیدی تھے۔ آپنے اُنہیں کہا۔ کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ جاؤ۔ اُنہوں نے کہا۔ اگر تو ہمیں آزاد کر سکتا ہے تو آپ کس لئے نہیں جاتا۔ آپنے فرمایا میں خدا کی قید میں ہوں۔ اور شریعت کا پاس ہے۔ پس دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ تو اُس میں کئی ایک رخنے پڑ گئے۔ جن سے سارے قیدی باہر نکل گئے۔ صبح کو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ قیدی کہاں گئے۔ آپنے فرمایا۔ میں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اُنہوں نے پوچھا۔ تو آپ کیوں نہیں گیا۔ آپنے فرمایا۔ میں اِس لئے نہیں گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا مجھ پر عتاب ہے۔ یہ خبر خلیفہ نے سُنی تو اُس نے کہا۔ کہ بڑا فساد برپا ہوگا۔ اِس کا کام جلدی تمام کرو۔ آپ کو باہر لائے۔ اور تین ۳۰۰ سو لکڑی ماری تاکہ انا الحق کہنے سے باز آجائے لکڑیاں مارنے والا جب لکڑی مارتا۔ تو ہر دفعہ صاف صاف اُسے سُنائی دیتا کہ اے منصور تو کچھ خوف نہ کر۔ شیخ عبد الجلیل صفارؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اُس لکڑی مارنے والے سے حیرت آتی ہے۔ کہ اُس میں شرعی طاقت کس قسم کی ہوگئی۔ کہ باوجود ایسی آواز سننے کے وہ مارتا رہا۔ جس روز آپکے مارا جانا تھا اُس روز ایک درویش نے آپسے پوچھا۔ کہ عشق کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ تجھے عشق کا بھید آج کل اور پرسوں تک معلوم ہو جائیگا۔ اُس روز آپکو مارا۔ دوسرے

روز آپ کو جلایا اور تیسرے روز آپکی خاک کو برباد کیا۔ جب آپکو سولی کے پاس لایا گیا۔ تو آپنے فرمایا۔ یہی مردوں کی سیڑھی ہے۔ جب آپکے ہاتھ کاٹے گئے۔ تو فرمایا۔ بندھے ہوئے کے ہاتھ کاٹنے آسان ہیں۔ لیکن میں مرد اُسے جانتا ہوں۔ جو اُس صفائی کے ہاتھ کو کاٹے جو عرش کے سر سے ٹوپی اُتارے جب پاؤں کاٹے گئے۔ تو آپ مسکراتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یہ بھی سہل ہے۔ میرے پاس ابھی ایسے پاؤں ہیں۔ کہ میں دو نو جہان کا سفر کر سکتا ہوں۔ پھر خون آلودہ بازو چہرے پر ملنا شروع کیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ آپنے فرمایا میں وضو کرتا ہوں۔ اِس واسطے کہ عشق میں دو رکعت نماز ہوتی ہے۔ جن کا وضو اپنے نفس کے خون سے کیا جاتا ہے ✣

کہتے ہیں۔ کہ آپکے سارے اعضاء کاٹ لیئے گئے۔ لیکن پیٹھ اور گردن سولی پر رہی۔ اُس گردن اور دھڑ سے انا الحق کی آواز نکلتی۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ شخص مرنے کے بعد بھی فتنہ برپا کریگا۔ پس دوسرے روز آپکے سارے اعضاء جمع کر کے جلائے گئے۔ تو بھی خاک سے انا الحق انا الحق کی آواز نکلتی تھی۔ تیسرے روز اُس خاک کو بہتے پانی میں پھینکا گیا۔ پانی کے اوپر ہر ذرّے سے بھی یہی آواز نکلتی تھی ✣ قطعہ

تختشبی مردِ پاک مردے داں — کہ بہ ہر موئے خود ثنائے گوید

(اے تختشبی اِس پاک مرد کو تو مردِ خدا جان — جس کے ہر بال سے اللہ تعالےٰ کی تعریف نکلے)

خاکِ او را اگر بہ آب دہند — بر سرِ آب مرحبا گوید

(اگر اس کی خاک کو پانی پر پھینکدیں — تو پانی پر بھی وہ مرحبا کہے۔)

سِلک ۱۴۶ - جاننا چاہیئے۔ کہ رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا اللہ خاص پردہ نشین اور اخلاص کے بھید کے چھپانے والی تھیں۔ آپ کا ذکر مردوں کے سِلسلے

ہیں کرنا مواخذے کا موجب نہیں۔ اس واسطے کہ ایسی عورت کو جو راہِ خدا میں مردانہ ہو۔ اُس کو عورت نہیں کہہ سکتے +

کہتے ہیں کہ رابعہ کا والد تنگ حال شخص تھا۔ اور اُس کی تین لڑکیاں اَور تھیں اور چوتھی آپ تھیں۔ اسی واسطے آپ کو رابعہ کہتے تھے۔ جس رات آپ پیدا ہوئیں۔ آپکے باپ کے پاس چراغ جلانے کی بھی توفیق نہ تھی۔ باپ بہت ملول ہؤا۔ اُسی رات خواب میں پیغمبر خدا کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ یہ لڑکی ایسی ہوگی۔ کہ قیامت کے دن ستّر ہزار گنہگار اِس کے بدلے بخشے جائینگے +

کہتے ہیں کہ جب رابعہ بڑی ہوئیں۔ تو ہر روز ایک ہزار رکعت ادا کیا کرتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں۔ شروع میں آپ کسی مطرب کے ہاتھ پڑیں۔ بعد ازاں حسن بصریؒ کے ہاتھ توبہ کی۔ اور کٹیا میں بیٹھ گئیں۔ جب حج کے سفر کا ارادہ کیا۔ تو دیکھا کہ کعبہ آپکے استقبال کے لئے آیا ہے۔ جب آپنے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ میں گھر کو کیا کروں مجھے گھر کا مالک چاہئیے +

کہتے ہیں۔ حج کی راہ میں وہ گدھا جو رابعہؒ کا اسباب اُٹھائے ہوئے تھا گر پڑا۔ آپنے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ کیا بادشاہ بیچاری عورت سے اسطرح سلوک کرتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔ اور میری گدھیا کو مار ڈالا ہے اور مجھے اِس تنہائی میں چھوڑ دیا ہے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائی تھیں۔ کہ گدھا ہلکر کھڑا ہو گیا۔ اسی راہ میں کئی مرتبہ اور بھی اسے مدد دی جب رابعہؒ کو فقر کی ہوس ہوئی۔ تو بارگاہ الٰہی سے حکم ہؤا۔ کہ فقر ہمارے قہر کی خشک سالی ہے۔ کیونکہ ہم نے اس راہ میں بہت سے مقامات رکھے ہوئے ہیں۔ جب تک تو ستّر مقاموں سے نہ گذریگی۔ تجھ سے فقر کا ذکر تک

نہیں کیا جائیگا۔ لیکن آسمان کی طرف دیکھ۔ جب دیکھا۔ تو ایک خون کا دریا ہوا میں دکھائی دیا۔ رابعہؒ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ ان عاشقوں کی آنکھوں کا خون ہے۔ جو پہلی ہی منزل میں رہ گئے ہیں۔ اور دونو جہان میں اُن کا نشان نہیں پایا جاتا ✤

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو صوفی رابعہؒ کے دیکھنے کے لئے آئے۔ آپکے پاس گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں۔ آپ نے اُٹھا کر اُن کے آگے رکھدیں اُسی وقت ایک درویش دروازے پر آگیا۔ رابعہؒ نے وہی دونو روٹیاں درویش کو دیدیں۔ ایک گھڑی کے بعد ایک لونڈی آئی۔ اور کچھ روٹیاں لائی۔ اور کہا۔ کہ ہماری بی بی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ رابعہؒ نے روٹیاں گنیں۔ اور لونڈی کو واپس کردیں۔ لونڈی پھر آئی۔ رابعہؒ نے لیکر صوفیوں کے آگے رکھدیں۔ صوفیوں نے کہا یہ کیا حالت تھی۔ آپنے فرمایا۔ دو روٹیاں تھیں وہ تو مَیں نے آپ کے روبرو رکھدیں۔ اب میں شرمندہ ہوئی۔ ایک درویش آیا۔ اُسے میں نے دونو ہی دیدیں۔ اور کہا کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے بموجب ابھی بیس ۲۰ روٹیاں بھیجیگا۔ لونڈی پہلی مرتبہ اٹھارہ لائی تھی۔ میں نے کہدیا۔ کہ یہ میری نہیں۔ یا لونڈی نے بیچ میں سے اُڑائی ہونگی۔ لونڈی دوسری مرتبہ پوری بیس ۲۰ روٹیاں لائی میں نے کہا۔ یہ درحقیقت میری ملکیّت ہے ✤

ایک روز رابعہؒ بصری ایک بیابان میں تھیں۔ اور ہرن آپکے گرد جمع تھے۔ جب حسن بصریؒ آئے۔ تو ہرن بھاگ گئے۔ حسنؒ نے کہا یہ مجھ سے کیوں بھاگے ہیں۔ آپنے پوچھا کہ آج تو نے کیا کھایا ہے۔ اُس نے کہا۔ جو آنہ کی چربی۔ آپ نے فرمایا۔ جب چربی کو تو غذا بناتا ہے۔ تو وہ تجھ سے

کیوں نہ بھاگیں۔ کہتے ہیں کہ ایک رات حسن بصریؒ چند آدمیوں کے ہمراہ رابعہؒ کے پاس آئے۔ آپ کے پاس چراغ تک نہ تھا۔ اِس لئے اپنی انگلی پر پھونک ماری جو صبح تک چراغ کی طرح جلتی رہی۔ ایک روز حسنؒ نے کہا اے رابعہ! تو خدا کو کس طرح جانتی ہے۔ آپ نے کہا جس طرح تو جانتا ہے +

ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ تو کہاں سے آئی؟ آپ نے فرمایا۔ اس جہان سے۔ پھر پوچھا کہاں جائیگی؟ آپ نے فرمایا۔ اُس جہان میں۔ اُنہوں نے پوچھا۔ اس جہان میں کیا کر رہی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ روٹی اِس جہان کی کھاتی ہوں۔ اور کام اُس جہان کا کرتی ہوں +

ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بندہ راضی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس وقت وہ محنت میں ایسا شاکر رہے۔ جیسا کہ دوسرے نعمت میں۔ آپ ہی فرماتی ہیں۔ کہ عارف وہ ہے۔ جو خداوند تعالےٰ سے دِل مانگے۔ اور جب اُسے ملجائے۔ تو پھر اُسے واپس دیدے۔ ایک روز کوئی شخص اپنے اندوہ و غم سے رو رہا تھا۔ رابعہؒ نے فرمایا۔ اگر تجھے اندوہ ہوتا۔ تو تجھ میں رونے کی طاقت نہ ہوتی۔ ایک روز آپ نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ عصابہ سر پر باندھا ہؤا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا؟ اُس نے کہا میرا سر درد کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ کتنی مُدّت کے بعد۔ اُس نے کہا تیس ۳۰ سال بعد۔ آپ نے فرمایا۔ اے خواجہ اتیس ۳۰ سال تک تجھے صحت دی۔ لیکن اُس کے شکر میں تو نے ایک روز عصا نہ باندھا۔ اور اگر ایک رات تجھے سر درد دیا گیا۔ تو تو نے شکایت کے طور پر عصابہ باندھ لیا۔ یہ تو نے کیا کیا +

ایک دفعہ موسم بہار میں کسی نے آپ سے کہا۔ کہ آپ کیوں ایک گھڑی کے لئے جا کر باغ میں صنعت الٰہی کا مشاہدہ نہیں کرتیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے صانع کے

مشاہدہ نے صنعت کے مشاہدہ سے روکا ہوا ہے +

ایک مرتبہ چند آدمی بطور امتحان آپ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اگر عورت کو شرف حاصل ہوتا۔ تو البتہ کسی وقت کوئی نہ کوئی عورت پیغمبر ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔ کیا عورتوں کو یہ شرف کافی نہیں۔ کہ اِن میں سے کسی نے دعوٰے خدائی نہیں کیا +

ملکیہ حافظ محمد شریف چشتی
نظامی محلہ نواباں بہاولپور

ایک دفعہ آپ کو کچھ تکلیف تھی۔ ایک بزرگ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ اور کہا۔ کہ کیوں خدا سے صحت طلب نہیں کرتی۔ آپ نے فرمایا جب اُس کی مرضی ہی ایسی ہے۔ تو میری بھی ایسی ہی ہے۔ دوست کو دوست کے برخلاف نہیں کرنا چاہئے۔ پس اُس بزرگ نے کہا۔ تیرا دل کسی چیز کو چاہتا ہے۔ آپنے فرمایا۔ مَیں غلام ہوں۔ اور غلام کو آرزو سے کیا سروکار۔ اگر میں چاہوں۔ اور اللہ تعالےٰ نہ چاہے۔ تو یہ کفر ہے +

ایک روز مالک دینار آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ اور آپ کو بہت خستہ حال دیکھکر کہنے لگا۔ کہ اگر آپ فرمائیں تو میں اپنے دولتمند بھائیوں سے آپکے لئے کچھ مانگوں۔ آپنے فرمایا اے مالک تو نے بڑی غلطی کی ہے۔ میرا اور اُن کا رزاق ایک ہی ہے۔ اگر وہ چاہے تو مجھے بھی دے سکتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ نہیں چاہتا۔ اس لئے میں بھی نہیں چاہتی۔ کہ مجھے دیوے۔ اور میں وُہی چاہتی ہوں۔ جو وہ چاہتا ہے +

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپنے شوربا پکانا چاہا۔ لیکن آپکے پاس پیاز نہ تھا۔ اتنے میں ایک سبز جانور سبز پیاز کی گٹھی چونچ میں دبائے آن پہنچا۔ رابعہ رح نے دل میں سوچا کہ شاید یہ شیطان ہو۔ دیگچے کو زمین پر دے پٹکا۔ اور فرمایا کہ وہ شوربا جس میں شبہ کی گنجائش ہو اُس کا نہ کھانا ہی بہتر ہے +

اے عزیز! پہلے زمانے میں وہ لوگ ہوا کرتے تھے۔ جو حلال سے بہ سبب شبہ کے کنارہ کرتے۔ لیکن اس زمانے میں بے شبہ حرام سے پرہیز نہیں کرتے +

قطعہ۔ نخشبی ذکر قوتِ خلق مکن — خود کلاست کلام بے شبہ است

(اے نخشبی تو خلقت کی خوراک کا ذکر نہ کر — تیرا کلام خود بے شبہ کلام ہے)

قوت کو او حلال با شبہ — اینک اکنوں حرام بے شبہ است

(اب وہ کھانا کہاں جو باشبہ حلال تھا — اب یہ دیکھ کہ بے شبہ حرام استعمال کیا جاتا ہے)

سلک ۱۴۷۔ جاننا چاہیئے۔ کہ ذوالنون مصریؒ طریقت کے مصر کے یوسف اور حقیقت کے کنعان کے یعقوب تھے۔ اور ذوالنون آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار تھے۔ کہ ایک سوداگر کا موتی گم ہو گیا۔ چونکہ آپ کا لباس پھٹا پرانا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہی چور ہے۔ انہوں نے سختی کرنی شروع کی۔ آپ اہلِ دریا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ اے اہل دریا! اگر یہ لوگ ہمیں نہیں پہچانتے۔ تو تم تو پہچانتے ہو۔ اتنا کہنے سے تمام مچھلیاں منہ میں موتی لئے ہوئے آموجود ہوئیں۔ آپ نے موتی لیکر سوداگر کو دیا اور کشتی سے اتر کر پانی پہ پاؤں رکھا اور گم ہو گئے +

مکتبہ حافظ [illegible] شریف چشتی نظامی [illegible] نوابان بہاولپور

آپ بارہا اپنے یاروں کو فرمایا کرتے۔ کہ اے یارو! ایسا ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبرؐ کے ساتھ تھے۔ یعنی کبھی دین اور دنیا میں مخالفت نہ کی۔ یہ بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اُس طبیب سے بڑھکر کوئی جاہل نہیں۔ جو مستوں کا علاج بحالت مستی کرے۔ یعنی ایسے شخص سے دین کی بات کرنا جو دنیاوی نشے میں مست ہو۔ کچھ فائدہ نہیں دیتی +

ایک دفعہ آپ ایک دیوار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ دیوار پر مار کر فرمایا۔ کہ جو لوگ خدا کو پہچانتے ہیں۔ اگر دیوار پہ ہاتھ مار کر اسے کہیں کہ اے دیوار

ہا ہمیں تازہ کھجوریں دِہ - تو دیوار سے تازہ کھجوریں ہی برآمد ہوں - اُسی وقت دیوار میں سے تازہ کھجوریں نکلنی شروع ہوئیں - اور یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ اِس سے بڑھکر بندے کے لئے اور کوئی عزّت نہیں - کہ اس کے نفس کی ذلت اسے دکھائی جائے - اور کوئی بے عزتی اس سے بڑھکر نہیں - کہ اُس سے عیبوں کو پوشیدہ کیا جائے - یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ عارف کو ایک ہی حال میں رہنا چاہئے - اِس واسطے کہ غیب سے ہر گھڑی اُس پر ایک خاص حالت نازل ہوتی ہے - پس وہ صاحب حالات ہے نہ کہ صاحب یکحالت +

یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ معرفت کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی لیکن معرفت سے جس طرح کہ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے - لیکن آفتاب کے نور سے

یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ انسان کو ایسا ہونا چاہئے - کہ وہ اپنے نفس کی دشمنی میں خدا کو یاد رکھے - نہ کہ خدا کی دشمنی میں اپنے نفس کا یار ہو ایک مرتبہ کسی شخص نے آپکو کہا - کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے - آپنے فرمایا - کہ اپنے تئیں پہلے بھیج نہ کہ پیچھے - اُس نے پوچھا - یہ کیا بات ہے - آپ نے فرمایا تو اپنے موجودہ دم کی حفاظت کر نہ کہ گذرے ہوئے اور آئندہ کی +

کہتے ہیں - کہ جب آپ کا جنازہ نکلا - تو اتفاقاً اُس وقت مؤذّن بانگ دے رہا تھا - جب شہادتین پر پہنچا - تو آپ نے اپنی انگلیاں باہر نکالیں - لوگوں نے جانا کہ شاید ابھی زندہ ہے - جنازہ اُتار کر بہتیری کوشش کی - کہ ان انگلیوں کو نیچے کریں - لیکن نہ کر سکے - اور اُسی حالت میں آپکو دفن کیا گیا - یہ کرامت جو فرشتوں سے کم نہیں آپ کی معرفت کا نتیجہ ہے - یہ بھی آپ نے فرمایا ہے - کہ زاہد اہل آخرت کی نسبت ایسے ہیں جیسے امیر اور اہل معرفت زاہدوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے بادشاہ + قِطعہ

تخشبی معرفت عجب ملکے است چشم او سرآں عبادت اند

(اے نخشبی معرفت بڑا عجب ملک ہے اُس کی آنکھ اس عبادت کا بھید ہے)

زاہداں بادشاہِ آخرت اند عارفاں بادشاہِ زہاد اند

(زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں۔ اور عارف زاہدوں کے بادشاہ ہیں)

سلک ۱۴۹ - جاننا چاہیئے۔ کہ معروف کرخی زہد کے عالم اور عبادت کی کشور کے مشہور تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ یہودی کے فرزند تھے۔ جب آپ کی عمر تین سال کی تھی۔ تو باپ نے ایک یہودی معلم کے پاس تعلیم کے واسطے بھیجا۔ معلم نے تختی پر لکھکر کہا۔ کہ کہو تین۔ آپنے کہا تختی پر قل ہو اللہ احد لکھ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ کے پاس ایک بڑا قیمتی گھوڑا تھا۔ جو چھوٹ کر کسی کے کھیت میں جا گھسا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو گھوڑے کو اُسی کھیت میں چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جا میں نے تجھے اُسی شخص کو بخشا جس کی تو نے کھیتی کھائی +

آپ یہ فرماتے تھے۔ کہ دانا وہ شخص ہے۔ کہ جب اُسے مصیبت پہنچے۔ تو پہلے روز وہی کرے۔ جو تیسرے دن کرتا ہے۔ اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہے۔ کہ خوشی کی مروّت دینے کی مروّت سے بڑھکر ہے +

ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ دردِ دل کا علاج کیا ہے۔ آپنے فرمایا خلقت سے دور رہنا۔ اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہے۔ کہ صاحب دُنیا غلاموں کی سی خدمت کرتے ہیں۔ اور صاحب آخرت احرار (آزاد) جیسے اور یہ بھی آپنے ہی فرمایا ہے۔ کہ کامل مرد وہ ہوتا ہے۔ جو دولتمندوں میں نصیحت کی نظر سے دیکھے نہ کہ حسد کی نگاہ سے۔ اور درویشوں کی طرف تواضع کی نگاہ سے دیکھے نہ کہ تکبر کی نگاہ سے۔ اور عورتوں کی طرف شفقت کی نگاہ سے

دیکھے نہ کہ شہوت کی نگاہ سے - اور یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ اُس شخص سے بڑا تعجب کرنا چاہئے - جو بیماری سے ڈر کر کھانا نہ کھائے - اور عذاب کے خوف سے گناہ نہ کرے - اور نیز یہ کہ بات کا فوت ہونا موت سے بدتر ہے - اس واسطے کہ موت سے مراد دُنیا سے قطع تعلق کرنا ہے - لیکن بات کا فوت ہونا خالق سے منقطع ہونا ہے - اور یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے - کہ نبیوں کے ادنے مرتبے شہیدوں کے اعلےٰ مرتبوں کے برابر ہیں - اور شہیدوں کے ادنے مرتبے صالح مردوں کے اعلےٰ مرتبوں کے برابر ہیں - اور صالح مردوں کے ادنے مرتبے مومنوں کے اعلےٰ مرتبوں کے برابر ہیں - اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے - آدمی کی قیمت اُس کی ہمت کے اندازہ کے موافق ہوتی ہے - پس بیچارہ وہ شخص ہے - کہ اُس میں ہمت نہ ہو - مگر دُنیا کی یعنی اُس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی +
کہتے ہیں - کہ ایک روز کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی - جب اُس نے دیکھا - کہ آپ نے اُسے کچھ نہیں کہا - اُس نے معذرت کرنی شروع کی - خواجہ نے فرمایا - خوش رہو - ہم نے تجھے بیچ میں نہیں دیکھا - اور جہاں سے ہمیں یہ پہنچا ہے - وہ غلطی سے نہیں ہوا + قطعہ

تختشی از جفائے خلق مرنج — ایں نصیحت ز عالم ملکی ہست
(اے تختشی تو خلق کے ظلم سے رنجیدہ نہ ہو — یہ نصیحت عالم ملکی سے ہے -)
آدمی کیست زند زخمے — ہر بد و نیک کاں رسد فلکی ست
(آدمی کی کیا طاقت ہے جو زخم لگائے — جو نیکی و بدی ملتی ہے وہ سب آسمانی ہے)

سلک ۱۴۹ - جاننا چاہئے - کہ سفیان ثوری ان مردوں میں سے تھے - جو آسمانی بیل کو گائے بناتے ہیں - اور آپ کو ثوری اسواسطے کہتے ہیں - کہ آپ نے ایک روز مسجد میں پہلے بایاں پاؤں رکھا - مسجد کے گوشے سے آواز آئی - اے سفیان ثور

کیا تو عبادت خانہ میں جسے اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ بے سوچے سمجھے داخل ہوتا ہے سفیان علیہ الرحمۃ فریاد کر اُٹھے۔ اور کہا۔ اے سفیان اگر تو اس راہ میں ہوش سے پاؤں رکھتا تو انسانی حلقہ سے باہر نہ نکلتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ صاحب حدیث کو حدیث کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ یعنی اگر سب پر عمل نہیں کر سکتا تو دو سو میں سے پانچ ضرور کرنے چاہئیں۔ ایک روز آپ حمام میں تھے۔ کہ ایک بے ریش لڑکا وہاں آیا۔ آپ نے فرمایا اسے باہر نکالدو۔ کیونکہ ہر عورت کے ساتھ تو ایک دیو ہوتا ہے۔ اور ہر بے ریش کے ساتھ دس شیطان ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ زمانہ کونسا زمانہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ چپ رہنے اور گھروں میں بیٹھ رہنے کا زمانہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو حرام چیز صدقہ دی جائے۔ وہ ناچیز ہے۔ اور اُس کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ پلید کپڑے کو خون سے دھوئیں۔ یا بول سے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ آج یہ بہانہ کرتے ہیں۔ کہ کل وہی کرینگے۔ جو کل گذشتہ کو کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ بغیر کسی چیز کے ہونے کے دوست کے ساتھ رہنا بہتر ہے۔ اور سب چیزوں کے ساتھ بغیر دوست کے کچھ خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ جب آپ کو آخری سفر پیش آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کاش کہ تمام سفر ایسے ہوتے۔ جن میں کوزہ اور عصا کافی ہوتا +

کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے پاس ہزار دینار کی ایک تھیلی تھی جو نزع کے وقت آپ نے خرقہ کے نیچے سے نکالکر یاروں کو دی۔ کہ صدقہ کردو۔ انہوں نے کہا۔ کہ آپ تو ہمیں زر دیکھنے سے منع کرتے تھے اور آپ نے اتنا روپیہ اپنے پاس کیوں رکھ چھوڑا۔ آپ نے فرمایا۔ اسی زر کی بدولت میں نے اپنا دین شیطان سے بچایا ہے۔ یعنے جس وقت وہ دل میں وسوسہ

ڈالتا۔ کہ آج تو کیا کھائیگا۔ یا کیا پہنیگا۔ تو میں کہتا۔ کہ دیکھو میرے پاس بہت سا روپیہ ہے۔ پھر وہ مایوس ہو کر چلا جاتا۔ اور مجھے عمرو اور زید کے دروازے پر نہ لیجا سکتا۔ قطعہ

نخشبی زیر سقف ہر چہ ہست ہست بیشک ستون منفعتے

(اے نخشبی جو کچھ چھت کے نیچے ہے وہ بے شک منفعت کا ستون ہے)

زہر قاتل کہ شد مضرب حال نیست ایں ہم بروں ز منفعتے

(جس قاتل سے حال مقتول ہؤا یہ بھی نفع سے خالی نہیں —)

سلک ۱۵۱۔ جاننا چاہیئے۔ کہ شقیق بلخیؒ جو کہ طریقت کے طرفہ اور حقیقت کے طرہ تھے۔ ایک روز باغ میں بیٹھے ایک پھول سونگھ رہے تھے۔ اچانک شور اٹھا کہ کافروں کا لشکر آن پہنچا۔ آپ نے باطنی مدد سے اُس لشکر کو شکست دی۔ اُسی موقعہ پر ایک منافق وہاں آیا۔ اور آپ کو پھولوں کے ڈھیر میں بیٹھا ہؤا پا کر کہا۔ اے خواجہ ایسے دنوں میں یہ کیا رعنائی ہے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں منافق اِسے پھولوں کا ڈھیر خیال کرتے ہیں لیکن لشکر کی شکست کی طرف نہیں دیکھتے +

ایک روز آپ نے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے قوم! اگر تم مردہ ہو۔ تو یہ قبرستان ہے۔ اور اگر لڑکے ہو۔ تو یہ دبیرستان ہے۔ اور اگر دیوانے ہو۔ تو یہ بیماروں کا مقام ہے۔ اور اگر کافر ہو۔ تو یہ کافرستان ہے۔ اور اگر مسلمان ہو تو یہ اسلام کا نشان ہے +

کہتے ہیں۔ کہ ایک روز کوئی بوڑھا آپکے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں۔ اور توبہ کرنی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ بوڑھے نے کہا۔ میں بہت دیر کے بعد آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جو مرنے سے پہلے توبہ کرے۔ وہ دیر میں شمار نہیں ہوتا۔ ایک روز آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ آدمیوں سے سب سے بُرا کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جو توبہ کی امید پر گناہ کرے۔ اور زندگانی کی امید پر توبہ نہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں جب اللہ تعالےٰ اہل طاعت کو موت دیتا ہے۔ تو اُن کے ساتھ باشندوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اور گنہگاروں سے حالت زندگی میں ایسا سلوک کرتا ہے۔ جیسا مُردوں سے۔ ایک مرتبہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ صدق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صدق صادقوں کی زبان سے چلا گیا ہے۔ اور کاذبوں کی زبان میں رہتا ہے ؛

ایک روز آپ نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ کاش میرا دل دلوں میں ایسا ہی سفید ہو جاتا۔ جیسا کہ میرا لباس لباسوں میں۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ عورت کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں دو شیطانوں کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ابتداء میں میری کمزوری بھوک کی وجہ سے ہوئی۔ اور میری قوت پیٹ بھر کر کھانے سے۔ جب کچھ مدت گذری تو میری کمزوری بڑھاپے کے باعث سے ہوئی۔ اور میری قوت بھوک کے سبب سے ؛

آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ توکل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کہ کوئی شخص کسی سے کچھ نہ مانگے۔ اور اگر بن مانگے کچھ مل جائے۔ تو اُسے قبول کر لے۔ اور جب قبول کرے۔ تو اُسے نگاہ میں نہ لائے ؛

ایک روز آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ جوہری مرد کون ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ وہ درویش جو اپنے تئیں دولتمند ظاہر کرے۔ اور وہ بھوکا جو اپنے تئیں پیٹ بھرا ظاہر کرے۔ اور وہ غمگین جو اپنے تئیں خوش ظاہر کرے۔ اور وہ مرد جو دشمن سے بھی دوستانہ سلوک کرے۔ قطعہ

نخشبی دوست را مداں دشمن — وقتِ او خوش کہ ایں زباں دانست

(اے نخشبی دوست کو دشمن نہ جان — وہی شخص خوشوقت ہے جس نے اس زبان کو جانا)

دشمنِ کین نشند کسے کاں کس — دشمناں را چو دوستاں دانست

(ایسے شخص کا دشمن کوئی نہیں ہوتا جس کہ — دشمنوں کو دوستوں کی طرح خیال کیا)

سلک ۱۵۱ - جاننا چاہئے۔ کہ جہان کا بقا مردانِ دین کے قدموں کی برکت سے ہے کیونکہ اگر صالح مرد نہ ہوتے۔ تو البتہ بدبخت گنہگار مر جاتے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین ۳۰۰ سو بندوں کے دِل آدم علیہ السّلام کے دل کی طرح ہیں۔ یعنے آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور ستر ۷۰ ایسے ہیں جن کے دِل نوح علیہ السّلام کے دِل کی طرح ہیں۔ اور چالیس ۴۰ ایسے ہیں۔ کہ اُن کے دل موسیٰ علیہ السّلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور سات ۷ ایسے ہیں۔ جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور پانچ ۵ ایسے ہیں۔ کہ اُن کے دِل جبرائیل علیہ السّلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور تین ۳ ایسے ہیں۔ کہ اُن کے دل میکائیل علیہ السّلام کے دِل کی طرح ہیں۔ اور ایک ایسا ہے۔ کہ اُس کا دل اسرافیل علیہ السّلام کے دل کی طرح ہے۔ چونکہ یہ سب سے برگزیدہ ہے۔ اِس لئے جب وہ فوت ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اِن تین میں سے ایک کو اُس کی جگہ مقرر کرتا ہے۔ اور جب ان تین میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے۔ تو ان پانچ میں سے ایک کو اُس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اور جب ان پانچ میں سے کوئی سا فوت ہو جاتا ہے۔ تو ان سات میں سے کسی ایک کو اُس کی جگہ

مقرر کیا جاتا ہے۔ جب اِن سات میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے۔ تو چالیس میں سے کوئی سا اُس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح ہر ایک کی درجہ بدرجہ ترقی ہوتی ہے۔ اور اگر تین سو میں سے کوئی مر جائے۔ تو عام خلقت میں سے کسی ایک کو اُس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اِس فرقے کی اصطلاح میں اِن تین سو کو نقبا (نقیب) کہتے ہیں۔ اِس واسطے وہ اِس اُمّت کے لئے بمنزلہ نقیب کے ہیں۔ اور ان ستّر کو نجبا (نجیب کی جمع) کہتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں۔ اور اُن چالیس کو ابدال کہتے ہیں۔ اِس واسطے کہ وہ عامہ خلائق سے بہتر ہوتے ہیں۔ اور ان پانچ کو عمد کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ جہان کے لئے بمنزلۂ ستون کے ہیں۔ جس طرح گھر کا قائم رہنا ستون پر منحصر ہے۔ اِسی طرح جہان کا قائم رہنا ان پر منحصر ہے اور ان تین کو اوتاد کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ بمنزلہ میخ اور رسی کے ہیں۔ اور اس ایک کو غوث کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ اہل جہان کی فریاد رسی کرتا ہے۔ جب جہان میں کوئی حادثہ وقوع میں آتا ہے۔ تو وہ تین سو اشخاص دعا کرتے ہیں۔ اگر وہ بلا رفع نہ ہو۔ تو وہ ستّر دُعا کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی قبول نہ ہو۔ تو وہ چالیس اشخاص دُعا کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی قبول نہ ہو۔ تو وہ سات دُعا کرتے ہیں۔ اور اگر پھر بھی قبول نہ ہو۔ تو وہ پانچ دُعا کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی قبول نہ ہو۔ تو وہ تین اشخاص دعا کرتے ہیں۔ اگر ان کی دُعا کا اثر بھی نہ ہو۔ تو پھر وہ ایک یعنے غوث دُعا کرتا ہے۔ جس کی دُعا ہرگز ہرگز رد نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ غوث ہے +

کہتے ہیں۔ کہ نقباء مصر کی حد میں ہوتے ہیں۔ اور عماد تمام روئے زمین پر۔ اور اسی طرح اوتاد بھی مختلف حصّوں میں ہوتے ہیں۔ اور غوث خاص مکہ

کعبہ کی مجاوری میں ہوتا ہے۔ فقر کی سلطنت کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بعض بندے گودڑی پوش ایسے بھی ہیں۔ کہ خلقت ظاہری سبب کی وجہ سے اُن کی طرف نہیں دیکھتی۔ لیکن وہ جو کچھ چاہیں۔ اللہ تعالےٰ فوراً منظور کر لیتا ہے +

اے نوش و نیش کے خالق! اور اے درویش و بادشاہ کے رازق تو اُن بندوں کی طفیل کہ تو اُن سے اور وہ تجھ سے خوش ہیں۔ خواب غفلت کے سوئے ہوؤں کو بیداری عنایت کر۔ اور عالمِ جہالت کے ننگوں کو طاعت کی خلعت پہنا۔ اور گمراہی کے جنگل کے پیاسوں کو عنایت کا شربت پلا۔ بحق النبی الامی العربی وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین ۵

فقط +

اُردو ترجمہ ہشت شرائط حضرات خواجگان نقشبندیہ

یعنی بزرگان سرکار عالیہ نقشبندیہ کی ہشت شرائط - قابل دید نسخہ ہے اور خوش قلم اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر طبع ہو گیا ہے ۔ قیمت .. ۲ر

اُردو ترجمہ مجمع الاسرار

جناب حضرت پیر بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کے ذکر اذکار اور اوراد کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے قابل دید کتاب ہے ۔ قیمت ۱۰ر

اُردو ترجمہ رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے نو دس لطائف قلبی و مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ طالبان مولےٰ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے ۔ قیمت .. .. ۔/

اُردو ترجمہ ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح

یہ کتاب بھی تصوف میں ایک بیش بہا جواہر ہے خدا سے رابطہ و اتحاد رکھنے والوں کو اس کتاب کا مطا[illegible]
نہیں جس کا ذکر اس میں آیا ہو ۔ قیمت .. ..

اُردو ترجمہ اسرار الطریقت

یعنی جناب قدوۃ العارفین حضرت شاہ محمد غوث لاہوری ثم پشاوری کی اپنی لکھی ہوئی کتاب جس میں حضرت نے اپنے تمام حالات از اول تا آخر قلمبند فرمائے ہیں ۔ قیمت ۳ر

اُردو ترجمہ مراۃ العارفین

یہ کتاب عجیب و غریب تصنیف لطیف جگر گوشہ رسول مقبول نور دیدہ علی المرتضےٰ جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی راہ سلوک میں ہے ۔ قیمت ۴ر

اُردو ترجمہ مونس الارواح

در حالات پیران چشت اہل بہشت مصنفہ علیا حضرت بلقیس مرتبت حضور ملکہ جہاں آرا بیگم صاحبہ بنت شاہجہان بادشاہ ۔ قیمت ۴ر

اُردو ترجمہ خیالات العشاق

مصنفہ جناب حضرت خواجہ سلطان التارکین مولانا قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ استاد حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی ۔ قیمت ۔ ۶ر

اُردو ترجمہ فالودہ بہشتی

از حضرت زبدۃ العارفین خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ شاہ جہان پوری ۔ قیمت ۴ر

اُردو ترجمہ کلید دانش

مصنفہ حضرت سید اشرف علی صاحب بطور سوال جواب ۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ تصوف میں ۔ قیمت ۳ر

اردو ترجمہ انیس الارواح

اس کتاب میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری علیہ الرحمۃ نے اپنے پیشوا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نہایت محنت سے جمع کئے ہیں ۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ قیمت ۴ر

سلسلہ حافظ محمد شریف چشتی
نظامی محلہ نواباں بہاولپور

حیات جاودانی

یعنی

مناقب و حالات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بزبان اُردو

یہ کتاب بانتاج حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محی الدین سید شیخ عبدالقادر گیلانی کے حالات و کرامات و مناقب میں جامع ہے۔ عربی کتاب قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ہے اس سے پہلے آج تک اردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں ÷ قیمت ... ... عہر

اُردو ترجمہ مقاصد السالکین

[illegible] ہے جو حضرت خواجہ ضیاء اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نقشبندی کی تصنیف لطیف میں سے ہے اس کا ایک ایک لفظ [illegible] کی تابعداری سے پُر ہے ÷ قیمت ۲ر

اُردو ترجمہ فوائد السالکین

یعنی ملفوظات حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ زبدۃ الانبیا سراج الاولیا حضرت بابا فرید الدین گنجشکر چشتی علیہ الرحمۃ ÷ قیمت ۔۲ر

اُردو ترجمہ انتباہ المریدین

مصنفہ جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقبول بارگاہ احد حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ مصنف رسائل چہل و دو۔ از اولاد قطب الاقطاب ناطق بالحق والصواب حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی چشتی چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ÷ قیمت ۲ر

اُردو ترجمہ مجالس الحسنہ

مصنفہ جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقبول بارگاہ احد حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی مصنف چہل و دو رسائل رحمۃ اللہ علیہ از اولاد پاک قطب الاقطاب شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ÷ قیمت ۳ر

سوانح عمری منصور ابن حلاج علیہ الرحمۃ

اس کتاب میں حضرت حسین ابن منصور کے حالات نہایت درد آمیز الفاظ میں لکھے گئے ہیں۔ قابل دید ہے ÷ قیمت ۲ر

اثبات تصور الشیخ

اس رسالہ میں تصور شیخ کے اثبات پر قرآن اور حدیث سے ثبوت دیا گیا ہے۔ نہایت سلیس اردو عام فہم عبارت ۲ر

تحفہ قادریہ بزبان اُردو

اس بابرکت رسالہ میں حضرت شاہ ابو المعالی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عاشق جناب سید عبدالقادر جیلانی کے ہیں جناب غوث پاک کے مناقب و کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پُر اثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے ÷ قیمت ۴ر

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین تاجران کتب قومی کوچہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور